معاشرتی بگاڑ کا سدِّباب

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ تعالیٰ

مکتبہ لدھیانوی

www.ahnafmedia.com

معاشرتی بگاڑ کا سدِّباب

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ تعالیٰ

مکتبہ لدھیانوی

www.ahnafmedia.com

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی!

معاشرتی ناہمواری وہاں ہوگی، جہاں مفادات کا ٹکراؤ، خود غرضی، مفاد پرستی، اختیارات کا بے جا استعمال، چوری، ڈاکہ، رشوت، جھوٹ، فریب، خوشامد، چاپلوسی اور اقربا پروری کی لعنت ہو، ایسا معاشرہ کبھی اطمینان و سکون سے ہم آہنگ نہیں ہوسکتا، بلکہ وہاں بے چینی، بے اعتمادی، بدگمانی، بدحالی، قحط سالی، خشک سالی اور انواع و اقسام کے امراض و اسقام ہوں گے، وہاں خوف و ہراس، حسد، بغض، عناد، کینہ اور تعصب کی آگ ہوگی، جس کی تپش سے پورا معاشرہ آتش زیرپا ہوگا، کسی کو کسی کی پروا نہیں ہوگی، ہر ایک، دوسرے سے اس طرح نفرت کرے گا، جیسے درندوں سے انسان یا انسانوں سے درندے!

لیکن جہاں ایثار و قربانی کا دورہ ہو، چھوٹے، بڑے، عالم، جاہل، آجر اجیر، راعی رعایا اور حاکم و محکوم اپنے اپنے حقوق و فرائض بجالائیں، وہ معاشرہ رشکِ ملائک ہوگا، وہاں معاشرتی ناہمواری اور بگاڑ کا دور دور تک کہیں نام و نشان نہیں ہوگا، وہاں اسلامی اخوت و محبت اور مواسات و مودت کا راج ہوگا، بلاشبہ وہاں: "المؤمنون

کجسد واحد" کے مصداق ہر ایک، دوسرے کے دکھ درد اور خوشی غمی کو اپنا دکھ درد اور اپنی خوشی غمی تصور کرے گا۔

ہمارے موجودہ معاشرہ میں مادی اعتبار سے کسی شئ کی کمی نہیں، اگر کچھ کمی اور قلت ہے تو ان اسلامی اقدار کی پاسداری کی! جس کا "ثمرہ" ہے کہ آج ہمارا پورا نظامِ زندگی تلپٹ ہو چکا ہے اور سارا معاشرہ بگاڑ اور ناہمواری کا شکار ہے۔

ہم میں سے ہر ایک کا فرض ہے کہ اپنی ذات سے لے کر متعلقین، خاندان اور پورے معاشرے سے اس قسم کی ایک ایک برائی اور خرابی کو دور کرنے کی کوشش کرے، بلاشبہ ہمارے اسلاف و اکابر نے اس فریضہ سے کبھی غفلت نہیں برتی، چنانچہ ہر دور کے اکابر علماً اور اہل قلوب نے اس میدان میں حتی الامکان بھرپور سعی و کوشش کی ہے۔

پیش نظر کتاب: "معاشرتی بگاڑ کا سدِباب" بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے، جس میں حضرت اقدس حکیم العصر مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ نے معاشرے میں پائی جانے والی ان ناہمواریوں، بگاڑ اور اس کی اصلاح کی طرف نشاندہی اور راہ نمائی فرمائی ہے، اس کتاب میں حضرت شہیدؒ کے اس موضوع سے متعلق تمام مقالات و مضامین کو رسائل و جرائد سے باحوالۂ ماہ و سال، سن وار نقل کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے ہمارے رفقائے کار کو جنہوں نے نہایت خلوص و اخلاص اور تندہی سے اس مجموعہ کی ترتیب میں تعاون فرمایا، اسی طرح بارگاہِ الٰہی میں درخواست ہے کہ اس مجموعہ کو ہمارے حضرت شہیدؒ کے رفعِ درجات، قارئین کی ہدایت و راہ نمائی اور ہم خدام کی نجات و مغفرت کا ذریعہ بنائے، آمین!

سعید احمد جلال پوری

خاکپائے حضرت لدھیانوی شہیدؒ

۱۴۲۴/۲/۲۷ھ

فہرست

حکم الٰہی کی تعظیم اور مخلوقِ خدا پر شفقت	۷
اہل غفلت کے لئے تازیانہ	۲۳
فتنوں سے حفاظت	۴۰
چند باتیں دوسرے جہان کی	۴۵
ہماری قابلِ فخر تاریخ	۵۰
ایک ناروا جسارت	۵۶
معاشرتی فتنوں کے خلاف جہاد	۶۷
حقوق و فرائض اسلام کی نظر میں	۷۳
بے جا نمائش اور فضول خرچی	۷۶
نفرت اور محبت کا مدار... اللہ کی خوشنودی	۸۳
وصیت کے احکام	۸۶
میاں بیوی کے حقوق	۹۰
اسلامی اخوت اور شیطانی تدابیر	۹۴
جرم و سزا کا قانونِ الٰہی	۹۹
تعلیم برائے تعلیم نہیں	۱۰۷
معاشرتی برائیوں کی اصلاح	۱۱۱
احساسِ ذمہ داری	۱۱۷
دورِ جدید کی مظلوم ترین صنف!	۱۲۴
دین و شریعت کا کھلا مذاق	۱۲۹
خدارا! اس کا تدارک کیجئے	۱۳۴
اصلاحِ معاشرہ، لائحہ عمل	۱۳۹
خاتونِ جنت کا پیغام	۱۴۳

www.ahnafmedia.com

پندرہویں صدی کا استقبال ۱۴۷
مادیت کا سیلاب اور ہماری حالت ۱۴۹
اسلام اور انسانی حقوق ۱۵۱
نئی صدی... کیا کھویا؟ کیا پایا؟ ۱۵۵
سیاہ فام لوگوں کی اسلام کی طرف رغبت ۱۶۸
اتحاد و اتفاق کی برکت ۱۷۰
خواتین کا مطالبہ... حقِ طلاق ۱۷۷
پاکستان میں تعلیم یافتہ خواتین ۱۸۳
فتنوں کے مقابلہ میں علماً کی ذمہ داری ۱۹۲
صحت و مرض... دو نعمتیں ۱۹۹
شامتِ اعمال ۲۱۱
موجودہ حالات کے اسباب ۲۲۷
بدامنی کے اسباب ۲۳۵
انگریز کی معنوی اولاد ۲۵۴
پاکستان کے حالات اور ہماری سنگ دلی ۲۶۰
کراچی کا المیہ اور اس کا حل ۲۶۴
خون کے آنسو ۲۷۱
ایک عبرت ناک بیماری ۲۷۸
گناہ اور تلافیِ گناہ کی صورتیں ۲۹۲
اسلام کا انتہا پسندی سے کوئی تعلق نہیں ۲۹۹
علماً کی ذمہ داریاں ۳۰۵
اسلام دینِ فطرت ۳۰۹
علماً اور خطباً کے لئے چند تجاویز ۳۱۳

حکم الٰہی کی تعظیم
اور
مخلوقِ خدا پر شفقت

شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ کا "التعظیم لامر اللہ والشفقۃ علی خلق اللہ" کے نام سے فارسی زبان میں ایک بہترین مقالا ہے، جس میں آپ نے نہایت خوبصورت انداز میں حکم الٰہی کی تعظیم اور مخلوق خدا پر شفقت کے مضمون کو بہترین انداز سے بیان کیا ہے۔ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ نے اس کی اہمیت و افادیت کے پیش نظر اس کا اردو میں ترجمہ کیا جو قریب قریب ۳۰ سال قبل ماہنامہ "الصدیق" ملتان میں شائع ہوا تھا، اسے پیش نظر کتاب میں شامل اشاعت کیا جا رہا ہے۔ (سعید احمد جلال پوری)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

التعظیم لامر اللہ والشفقۃ علی خلق اللہ دو شہپر بازوئے دین مسلمانی ست کہ جز بہ قوت آن بندہ را بمقام قرب و رضائے مولی تعالی رسیدن محال است، و تفاوت سالکان ایں طریق در سرعت سیر و قوت سلوک و قرب زمان وصول بجناب حق بر اندازہ

www.ahnafmedia.com

قوت ایں دوبازو ست، ہر کہ زور ایں دو بازو بیشتر وقوی تر رسیدن او بمقام قرب آسان تر وزود تر و ماتعبیر ازاں بہ قوت بازو کردیم، اشارت بآنکہ قوت سلوک وسرعت وصول بوساطت ایں دوصفت بعد از مساعدت عنایت وتوفیق، بجائے رسد کہ سیر ورفتار بعضے رہرواں بمشابہ طیران افتد کہ در طرفۃ العین مسافتہائے بعید بداں قطع کنند و در یک ساعت و یک لحہ بجائے رسند کہ دیگراں بمدت عمر باشدت مجاہدہ وقوت عمل نتوانند رسید:

مردان حق بہال محبت چو بر پرند
اول قدم بلنگرۂ عرش جاکنند

باز صفت اول ازیں دوصفت کہ التعظیم لامر اللہ است رعایت آن اہم و اقدم است وسببیت آں در حصول قرب اتم واکمل، گویا بمشابہ بازوئے راست از جانور و دست راست از آدمی است وقدرت برعمل وقوت در سلوک بداں سخت تر واستوار تر بود۔

"الشفقۃ علی خلق اللہ" اگرچہ در تحصیل نسبت الفت ومحبت و استجلاب فیض و رحمت و رعایت علاقہ جنسیت وسلوک طریقۂ انصاف وشکر گزاریٔ مولی تعالی وتقدس مقامے عالی ومرتبہ رفیع دارد، ودلیل است برسلامت فطرت وعلوہمت وذکاء طبیعت و موجب ثواب جزیل وذکر جمیل در دنیا وآخرت و باعث قرب ورضائے خداوند است تعالی، اما مقام التعظیم لامر اللہ عالی تر وشان ومرتبہ وے در اعلاء کلمہ اسلام وتشیید و تائید امر دین وملت بالاتر ازاں است۔

وبحقیقت ہیچ صفتے و ہیچ کارے کہ باعث قبول وسفید روئی، مرد درگاہ عزت و درگاہ نبوت تواند شد بالاتر ازاں نیست کہ در تقویت دین وملت وترویج وتائید سنت کوشد و دراں بذل مجہود نماید، ودر سواد آن لشکر اگرچہ تن تنہا باشد بیفزاید۔

وتعظیم امر اللہ باتمثال اوامر ونواہی شریعت باشد کہ آنچہ فرمودہ اند کہ بکن،

بکند وازانچہ باز داشتہ اند کہ مکن باز ماند، پس بنائے اسلام راد ورکن آمد، امتثال اوامر و اجتناب از نواہی، باز ایں اجتناب نواہی اہم وادخل ست در سلوک طریق حق و وصول بمقام قرب از امتثال اوامر، برمثال پرہیز مریضے را کہ اگر آنرا نکند ہر چند ہزار ادویہ شافیہ بخورد، فائدہ ندارد، وشفا نیارد، اما اگر در پرہیز احتیاط کند و در رعایت آں مبالغہ نماید امید واری صحت تمام است اگر چند شاید کہ دیر تر افتد، وبے پرہیز استعمال ادویہ و استقصاء دراں سود مند نبود، واگر ہر دو جمع شو (لابد کار تمام تر بود وحصول شفا زود تر دست دہد، مشائخ طریقت قدس اللہ تعالی اسرارہم گفتہ اند کہ مبالغہ واستقصاء در تقوی و اجتناب از محرمات ومکروہات ومشتبہات اہم وادخل ست در حصول مقام قرب و وصول، واگر در باب امتثال بر فرائض وواجبات وسنن رواتب اقتصار نمایند، ودر احراز وتکثیر نوافل وعبادات نکوشند در حصول مقصود کافی ست، اما تکثیر نوافل ومستحبات با ارتکاب محرمات ومنہیات چیزے نیست، وترک فرائض ومسابلہ دراں باتقید بنوافل ومبالغہ واستقصا دراں از غرور نفس وفریب شیطان شمردہ اند۔

وبالجملہ تعظیم امر الٰہی باتمثال اوامر ونواہی ست یعنی کار کردن بآنچہ امر فرمودہ و باز ماندن از آنچہ نہی کردہ، اما مخفی نماند کہ در تعبیر بتعظیم امر اللہ اشارتے کردہ کہ میباید فہمید، یعنی باوجود عمل وتقوی برحسب طاقت آں قدر کہ تواند تعظیم امر الٰہی و بزرگ داشتن آن و بہ عزت نظر کردن در اصول وقواعد شریعت و ہیبت وعظمت و اعزاز واحترام اہل دین کہ منتسبان ومقبولان حضرت نبوت اند، وخوار داشتن و پس افگندن والتفات نہ نمودن و اعتبار نہ کردن اہل بدعت وضلالت والحاد و اباحت را کہ و دوراں ومردوداں ایں درگاہ اند، مہم تر وضرور تر ازاں ست اشارۃ التعظیم لامر اللہ بدین ست۔

ائمہ دین رضوان اللہ علیہم گفتہ اند کہ قتل ملاحدہ و زنادقہ حکم زندہ گردانیدن پیغمبران دارد، کہ دین وشریعت نہادہ ایشاں ست و ہر کہ یکے ازینہا را خوار داشت

www.ahnafmedia.com

وفانی ساخت گویا پیغمبر را عزت داشت و باقی گر دانید و ایں خود ظاہر است کہ ہر کہ مخالف راہ و روش و طریقہ کسی را عزت داشت و تعظیم کرد، گویا آنکس را خوار داشت وتحقیر نمود، و ہر کہ موافق حال و تابع طریقہ یکے را تعظیم داشت گوئی اورا تعظیم داشت چنانکہ گفتہ اند "دوستِ دوست دوست" و دشمنِ دوست دشمن۔

مسلمانی انیست، باقی دعوی بے دلیل است، و در باب محرمات و نا مشروعات نیت دخل ندارد کہ گویند نیت کسی معلوم نیست کہ چیست، و نیت نیک بیاید عمل اعتبار ندارد نعم اصل نیت نیک است، اما نیت نیک آں بود کہ بداں کار نیک بکنند، نیت نیک و کار بد یعنی چہ؟

و باید دانست کہ نیکی و بدی بحکم شرع ست ہر چہ فرمودہ شرع ست نیک، و ہر چہ نافرمودہ او بد۔ در عقاید دین نوشتہ اند " الحسن ماحسنه الشرع، والقبیح ما قبحه الشرع" یعنی فعل نیک ہماں کہ شارع گفت کہ بکن، و بدہماں کہ گفت مکن، و بی کن مکن شارع فعل را حسنی و قبحی نبود، و عقل را دریں جا دخلے نیست و حکمے نہ کہ بگوید ایں کار نیک ست و ایں بد۔

اگر گویند کہ ایں سخن خلاف معقول ست و مصادم نفس الامر چہ ہر کس داند کہ علم و عدل و جود و تواضع مثلاً نیک است و جہل و ظلم و بخل و تکبر بد، ایں معنی را بے شک بحکم عقل میتوان دانست و حکم وی بے شبہ دریں جا صحیح ست بے توقف بر شرع، فرضاً اگر شریعت نبودے ایں حکم عقل بجائے خود بودے۔

جوابش آنست کہ اولا باید دانست کہ معنی نیکی و بدی دریں جا چیست تا روشن گردد کہ آں بحکم شرع ست، نہ بحکم عقل، نیکی و بدی دو معنی دارد یکے آں کہ صفتے و کارے در حد ذات موجب کمال بود و مردم آن را بستایند و متعلق مدح گردد، و یا موجب نقصان بود و خلق آن را نکوہش کنند، و متعلق ذم گردد ایں معنی بحکم عقل و عقلاے توان دانست۔

اما مراد نیکی و بدی دریں جا آنست کہ در آخرت موجب ثواب و عقاب گردد ایں معنی جز بحکم شرع نتوان دانست و عقل را دریں جا دخلے نیست اگر کارے بود کہ مردم آں را بستایند و کمال دانند و شرع ازاں نہی کردہ موجب عقاب آخرت گردد، و اگر ایشاں ناپسندیدہ دارند و شارع بداں امر کردہ موجب ثواب آید۔

عقل را در دریافت آن دخلے نبود" عسیٰ ان تکرھوا شیئا وھو خیر لکم وعسیٰ ان تحبوا شیئا وھو شر لکم" شامل ایں حکم نیز تواند بود و ترتب ثواب بر صفات مذکورہ از علم و عدل و جود کہ گفتہ شد بنا بر آنست کہ شارع تعالیٰ و تقدس بداں امر فرمودہ است، و عقاب بر اضداد آں صفات بجہت نہی اوست و اگر نہ آن بودے تحسین و تقبیح عقل ثواب و عقاب بداں باز نگشتی عقل چہ دریابد کہ اگر در روز بست و نہم رمضان بخورند عاصی شوند و اگر فردائے آن روز کہ روز عید باشد نخورند آثم گردند، حکم حکم شرع ست چیزے دیگر نیست:

اتبع ریاح القضاء وسر حیث سارت

و سلم لسلمیٰ و در حیث دارت

و ایں جانکتہ دیگر ست کہ واجب است بران تنبیہ کردن و آن اینست کہ باید دانست مبنا و مدار تمامہ کمالات و حاوی و شامل سائر حسنات ایں دو چیز ست، نیت صحیح و عمل صحیح، اگر ایں ہر دو جمع گردد، و بسی نادر افتد کہ جمع گردد، کار بتمام بود، و دین مسلمانی کمال پزیرد، نیت صحیح ہماں بود کہ کارے کہ کنند برائے خدا کنند، و بقصد تقرب و طلب رضا و بامید ثواب آخرت کنند، و ایں در اکثر خلق از فرق درویشاں و اقسام و طوائف ایشاں پیدا می شود، حتیٰ کہ ملنگاں و آتش افروزاں کہ ہم درد نیا بعذاب آتش گرفتار اند، و برہنگاں کہ بحکم حدیث نبوی "لعن اللہ الناظر والمنظور" محل طرد و لعن الٰہی اند، و غیر ایشاں ہمہ بزعم خود و اعتقاد فاسد خویش نیت صادق دارند و سلوک طریق قرب حق مینمایند، و تقرب حق میجویند، اما عمل صحیح گوتا بمقصد برسند و روئے مقصود بہ بینند۔

www.ahnafmedia.com

وعمل صحیح آن بود کہ مرضی حق وموافق طریقہ دین وشریعت وفرمودۂ شارع باشد۔

ریاضتہا ومجاہدہ ہا باید کہ موافق طریق حق ومرضیات الٰہی باشد تا اثرے آرد و اعتبار را شاید، معنی مجاہدہ وریاضت چیست، یعنی نفس را بزور ومشقت موافق حق ساختن ومنقاد ومطیع شریعت گردانیدن۔

وہمچنا نکہ نیت صحیح بے عمل صحیح صورت نے بندد بسا کہ یکے را عمل صحیح دست دہد، وموافق فرمودہ در ظاہر کارے مے کند، اما نیت صحیح ندارد و بریا وسمعہ مے کند ایں شخص نیز از ثواب آخرت ورضائے حق محروم باشد کہ "انما الاعمال بالنیات." پس نیت صحیح وعمل صحیح ہر دو باید تا کار کشاید، وباللہ التوفیق۔

ومقصود ازانکہ گفتیم مجاہدہ و ریاضت بے موافقت حق اثرے نیارد، یعنی اثرے کہ باعث زیادت نور ایمان وحصول رضائے حق وسفید روئ در روز جزا ونجات از عذاب وسبب اجر وثواب گردد، والا باشد کہ بعضے ریاضتہا ومشغولی ہائے کہ جوگیہ واہل کہانت را میباشد و از بعضے بے ریاضت نیز بمکر و استدراج امرے ظاہر می گردد، واثرے در کشف بعضے عوالم وظہور چیزے از جنس خوارق عادات وتسخیر بعضے ارواح خبیثہ از جن وانس کہ ایمان وعمل صالح دراں شرط نباشد پیدا کند، چنانکہ در آب روئے نماید و در بول نیز، باوجود آں پاک ست وایں پلید۔ وازیں جاست اصرار واتہماک ایں خطا کاراں در کفر وگمراہی خود، واعتقاد وانقیاد، بعضے نادانان وسادہ لوحاں وناستوار قدماں در اعتقاد مسلمانی بایشاں۔

ازیں (اس عبارت کا مطلب پوری طرح سمجھ نہیں آیا، اپنے فہم کے موافق ترجمہ کردیا، اہل علم خود غور فرمالیں مترجم عفا اللہ عنہ) ہمہ گذشتیم، تقویٰ وصلاح موقوف بارے ایمان واعتقاد خود باید۔" وگرویدن ومیل بہ مخالفان دین کردن واعزاز ایشاں نمودن بمساہلہ وتغافل از ملاحظۂ دین صورت معقولیت نمی بندد۔

وہر کہ مسلمانست وتلفظ بکلمہ شہادت دارد ودر زیٔ اسلام بود، وبر طریقۂ مسلمانی میرود ازوے اگر صد عیب بینند بپوشند وعزت اسلام وحرمت ایمان وے ازدست ندہند کہ اہل لا الہ الا اللہ ہمہ اہل عزت اند، ہر چند اسیر شہوت نفس باشند ودر قید معصیت گرفتار آیند، غایت آنکہ اجرای احکام شریعت واقامت حدود دین بر ایشاں بکنند، وخود اگر ایں نسبت ایمان درست باشد ہرگز نخواہد گذاشت کہ آلودۂ معصیت گرداند، واگر نیز گردد آخر نور ایمان غالب خواہد آمد وظلمت معصیت زود بعفو ومغفرت الٰہی وشفاعت ودرخواست حضرت رسالت پناہی پاک خواہد گشت، آشنائی ودوستی بآنجناب باید کرد، کریماں ہرگز رعایت دوستی وآشنائی از دست ندہند:

تو مگو مارا بآں شہ بار نیست
با کریماں کاربا دشوار نیست

وایماں بسے عظیم است آنرا حقیر نتواں شمرد، قطب الوقت شیخ ابوالحسن شاذلی قدس اللہ روحہ مے فرماید: اگر کشف کردہ شود نور ایمان مومن عاصی پوشد وپر کند آسمان وزمین راچہ جائے مومن مطیع۔

وفرمودا کرام کن مومناں را اگرچہ عاصی باشند وامر کن ایشاں را بمعروف و نہی کن از منکر وترک دہ صحبت فاسقاں را، نہ بطریق تعذر وتکبر، انتہی۔ اصل ایمان ست وباقی ہمہ فرع آں غم ایمان باید خورد، واگرچہ ایمان وبقائے آں آساں مے نماید ولیکن بسیار مشکل ست وجز فضل الٰہی آن را سببی نیست ازیں جہت گفت:

ایمان چو سلامت بلب گور بریم
احسنت زہے چستی وچالاکی ما

واگر نور ایمان با نور طاعت جمع گردد " فھو نور علی نور یھدی اللہ لنورہ من یشاء ویضرب اللہ الامثال للناس واللہ بکل شیء علیم." سخن دور ودراز مے رود ایں قدر بس ست:

www.ahnafmedia.com

بس کنم مرزیرکاں را ایں بس ست
بانگ دو کردم اگر راہ درکس ست

حق سبحانہ عاقبت تمامہ کارہائے دنیا و آخرت رابخیر گرداند، و از دنیا گرہ ازدل ناکشودہ و جمال مقصود ناغنودہ نبرد۔ "انہ علی کل شی قدیر و باجابۃ دعا الراجیین جدیر، و صلی اللہ علی محمد و آلہ وصحبہ وسلم"

ترجمہ:..... "حکم الٰہی کی تعظیم" اور "خلق خدا پر شفقت" بازوئے مسلمانی کے دو شہپر ہیں کہ ان کی قوت کے بغیر بندہ کا قرب و رضاءِ خداوندی کے مقام میں پہنچنا محال ہے۔ سالکین طریق کا تیز رفتاری، قوت سلوک، اور وصول الی اللہ کے زمانے میں تفاوت انہی دو بازوؤں کی قوت کے بقدر ہوتا ہے۔ جس کے یہ دونوں بازو جس قدر مضبوط اور قوی تر ہوں گے، اسی قدر مقام قرب تک اس کی رسائی آسان اور جلد تر ہوگی، اور ہم نے ان دوصفتوں کو قوت بازو سے تعبیر کیا ہے، اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ عنایت و توفیق شامل حال ہو تو ان دونوں صفتوں کی بدولت قوت سلوک اور سرعت وصول میں یہاں تک ترقی ہوجاتی ہے کہ بعض سالکین کی رفتار اڑان کی مانند ہوتی ہے جس کی وجہ سے آنکھ کے جھپکنے میں مسافت بعیدہ طے کرلیتا ہے اور ایک ساعت اور ایک لمحہ میں وہاں پہنچ جاتا ہے، جہاں دوسرے لوگ باوجود سخت محنت اور قوی عمل کے عمر بھر نہیں پہنچ سکتے، عارف فرماتے ہیں:

مردان حق ببال محبت چو بر پرند
اول قدم بلنگرۂ عرش جا کنند

ترجمہ:..... "مردان حق جب محبت کے پروں کے ساتھ پرواز کرتے ہیں تو ان کا پہلا قدم لنگرہ عرش پر ہوتا ہے۔"

پھر ان دوصفتوں میں پہلی صفت یعنی امراللہ کی تعظیم کی رعایت اہم اور مقدم ہے اور حصول قرب کے لئے اس کا سبب ہونا درجہ کمال میں ہے، اس کو پرندہ کے

دائیں بازو اور آدمی کے داہنے ہاتھ کے مثل کہا جاسکتا ہے، اور عمل پر قدرت، اور سلوک میں قوت اس کے ساتھ مضبوط اور قوی تر ہو جاتی ہے۔

ہر چند کہ "خلق خدا پر شفقت کرنا" بھی نسبت الفت و محبت کے حاصل کرنے، فیض رحمت کی کشش، تعلق جنسی کی رعایت، طریقۂ انصاف پر چلنے اور حق جل مجدہ کی شکر گزاری میں مقام عالی اور مرتبہ بلند رکھتا ہے، اور سلامت فطرت، بلندئ ہمت اور ذکاوت طبعی کی دلیل ہے، اور دنیا و آخرت میں ثواب جزیل اور ذکر جمیل کا موجب ہے، اور قرب و رضائے خداوندی کا باعث ہے، لیکن امر الٰہی کی تعظیم کا مقام کہیں بلند ہے، اور اس کی شان اور مرتبہ کلمۂ اسلام کے بلند کرنے اور دین وملت کی مضبوطی اور تائید میں اس سے بالاتر ہے۔

درحقیقت کوئی صفت اور کوئی عمل جو آدمی کی مقبولیت اور بارگاہ رب العزت جل مجدہ اور بارگاہ نبوت میں سرخروئی کا باعث ہو اس عمل سے بڑھ کر نہیں کہ آدمی دین وملت کی تقویت اور سنت کے پھیلانے اور رائج کرنے میں کوشش کرے، اور اپنی ہمت لگاوے، اور لشکر اسلام کی تعداد میں اگرچہ خود تن تنہا ہو، اضافہ کرے۔

امر الٰہی کی تعظیم: شریعت کے اوامر و نواہی کے امتثال کا نام امر الٰہی کی تعظیم ہے، یعنی جس کام کا حکم دیا جائے کہ اس کو کرو، تو کر ڈالے اور جس چیز سے روک دیا جائے کہ "مت کرو" اس سے باز رہے، بس اسلام کی بنیاد کے دو رکن ہیں، احکام کو بجالانا اور جن کاموں سے منع کیا گیا ان سے رک جانا، پھر سلوک طریق حق اور وصول مقام قرب میں ممنوعات سے پرہیز کرنا، امتثال اوامر سے زیادہ ضروری ہے، اس کی مثال یوں سمجھو کہ بیمار اگرچہ ہزاروں دوائیں عمدہ سے عمدہ کھاتا رہے لیکن جب تک پرہیز نہیں کرے گا، کچھ فائدہ نہ ہوگا اور شفایاب نہ ہوگا، اور اگر پرہیز میں احتیاط کرے اور اسکی رعایت میں پورا اہتمام کرے تو شفاءِ کاملہ کی امید ہے، ہر چند کہ دیر میں حاصل ہوگی، اور بدوں پرہیز کے دوا استعمال کئے جانا فائدہ مند نہیں، اور اگر

www.ahnafmedia.com

دونوں جمع ہوجائیں (پرہیز بھی اور دوا بھی) تو شفا جلد حاصل ہوگی۔

مشائخ طریقت رحمہم اللہ کا ارشاد ہے کہ: تقویٰ میں مبالغہ کرنا اور حرام اور مکروہ اور مشتبہ چیزوں سے بچنا مقام قرب و وصول میں زیادہ اہم اور دخیل ہے۔ اور اگر احکام کی بجا آوری میں صرف فرائض و واجبات اور سنن موکدہ پر کفایت کی جائے، اور زیادہ سے زیادہ نفل عبادت میں کوشش نہ بھی کی جائے، یہ بھی حصول مقصد کے لئے کافی ہے، لیکن ایک طرف نوافل اور مستحبات کی کثرت ہو، اور اس کے ساتھ ہی حرام اور ممنوع چیزوں کا ارتکاب بھی کیا جائے تو یہ کچھ حقیقت نہیں رکھتا، اسی طرح فرائض کو چھوڑ دینا اور ان میں کوتاہی کرنا اور نوافل کی پابندی کرنا اور خوب سختی کے ساتھ ان کی تفتیش کرنا یہ بھی نفس کا مکر اور شیطان کا فریب ہے۔

الغرض ''امر الٰہی کی تعظیم'' اوامر و نواہی پر عمل درآمد کا نام ہے، یعنی وہ کام کرنا جس کا حکم ہوا، اور اس کام سے بچنا جس سے ممانعت ہوئی، لیکن یاد رہے کہ ''امر الٰہی کی تعظیم'' کی تعبیر میں ایک اشارہ ہے جس کو سمجھ لینا ضروری ہوگا، مطلب یہ کہ اپنی مقدور بھر عمل کر لینے اور تقویٰ اختیار کر لینے کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی نہایت اہم اور ضروری ہے کہ حکم خداوندی کی تعظیم کی جائے، اس کی بزرگی کو دل میں جگہ دی جائے، شریعت مطہرہ کے اصول و قواعد میں عزت کے ساتھ نظر کی جائے، اور جو اہل دین بارگاہ نبوت کے خواجہ تاش ہیں ان کی ہیبت و عظمت اور اعزاز و اکرام کا حق ادا کیا جائے، اور اہل بدعت و ضلالت اور الحاد و اباحت جو راندۂ بارگاہ نبوت ہیں، ان کو ذلیل و خوار رکھا جائے اور ان کو درجۂ التفات و اعتبار سے ساقط رکھا جائے ''امر الٰہی کی تعظیم'' کے عنوان میں ان تمام امور کی طرف اشارہ ہے۔

ائمہ دین رحمہم اللہ کا ارشاد ہے کہ: ملحد اور بددین لوگوں کو قتل کرنا پیغمبر کی زندگی کی حفاظت کا حکم رکھتا ہے، اس لئے کہ دین و شریعت انبیاء علیہم السلام کے پیش کردہ ہیں، پس جس نے دین میں رخنہ اندازی کرنے والوں کو ذلیل کیا اور مٹایا، گویا

اس نے پیغمبر کی عزت کی اور اس کو باقی رکھا، یہ بات تو سب جانتے ہیں کہ جس نے کسی کی راہ و روش کے مخالف کی عزت کی، اس نے گویا صاحب طریقہ کی بے عزتی کی اور اسے ذلیل کیا، اور جس نے موافق حال اور تابع طریقہ کی تعظیم کی گویا اس نے خود صاحب طریقہ کی عزت کی، مثل مشہور ہے کہ دوست کا دوست بھی دوست ہوتا ہے اور دوست کا دشمن، دشمن ہوتا ہے۔

یہی مسلمانی ہے باقی نرا دعویٰ بے دلیل ہے۔ اور حرام اور ناجائز چیزوں میں نیت کا کوئی دخل نہیں کہ ناجائز فعل کر کے کوئی یوں کہہ دے کہ: میری نیت اچھی تھی لوگ کہا کرتے ہیں کہ کسی کی نیت معلوم نہیں کہ کیا ہے؟ اور ''نیت اچھی چاہئے، عمل کا اعتبار نہیں'' اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں اصل نیت نیک ہے، لیکن نیک نیت وہی ہوگی جس سے نیک عمل کرے، نیت نیک ہو، اور عمل بد ہو تو اس کا آخر کیا مطلب ہے؟

یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ کسی عمل کا نیک ہونا یا بد ہونا، حکم شرع پر موقوف ہے۔ جس کام کا شریعت نے حکم دیا، وہ نیک ہے اور جس سے منع کر دیا وہ برا ہے۔ عقائد کی کتابوں میں لکھا ہے کہ: ''الحسن ماحسنه الشرع، والقبيح ما قبحه الشرع'' یعنی ''نیک کام'' وہی ہے جس کے متعلق شارع نے کہہ دیا کہ کرو، اور ''برا'' وہ ہے جس کے باب میں فرما دیا کہ نہ کرو، شارع کے کرو اور نہ کرو کہے بغیر نہ کوئی عمل نیک ہے نہ بد، عقل کو یہاں کچھ دخل نہیں کہ وہ فیصلہ کر سکے کہ یہ ''نیک'' ہے اور یہ ''بد''۔

اگر کہا جائے کہ یہ بات غیر معقول ہے اور واقعہ کے خلاف ہے، اس لئے کہ ہر شخص جانتا ہے کہ علم و عدل اور سخاوت و تواضع مثلاً اچھے کام ہیں، اور جہل و ظلم اور بخل اور تکبر برے فعل ہیں، بلاشک یہ بات عقل کے فیصلہ سے معلوم ہو سکتی ہے اور یہ فیصلہ بلاشبہ بدوں شرع کے صحیح ہے، بالفرض اگر شریعت نہ ہوتی تب بھی عقل کا یہ فیصلہ اپنی جگہ تھا۔

www.ahnafmedia.com

اس کا جواب یہ ہے کہ اول یہ معلوم کرنا چاہئے کہ نیکی اور بدی کے معنی یہاں کیا ہیں، تاکہ واضح ہوجائے کہ وہ بحکم شرع ہیں اور بحکم عقل نہیں۔ نیکی اور بدی کے دو معنی ہیں، اول یہ کہ کوئی صفت یا کوئی کام اپنی ذات کے اعتبار سے موجب کمال ہو، اور لوگ اس کی تعریف کریں اور وہ محل مدح ہو، یا وہ موجب نقصان ہو، مخلوق اس کو ناپسندیدہ سمجھے، اور وہ محل ذم ہو، ''اچھائی'' اور ''برائی'' بایں معنی عقل سے معلوم ہوسکتی ہے۔

لیکن یہاں نیکی اور بدی سے مراد یہ ہے کہ وہ فعل آخرت میں موجب ثواب یا عذاب ہو، یہ معنی بجز حکم شرع معلوم نہیں ہوسکتے اور عقل کو یہاں ذرا دخل نہیں، فرض کیجئے کہ ایک کام کی لوگ تعریف کرتے ہیں اور اس کو کمال سمجھتے ہیں، لیکن شریعت میں وہ ممنوع ہے، تو یہ موجب عذاب آخرت ہوگا۔ اور ایک کام مخلوق کی نظر میں ناپسند ہے لیکن شارع نے اس کا حکم دیا ہے، تو وہ موجب ثواب ہوگا۔

الغرض ثواب و عذاب کے موجب ہونے میں عقل کی پسند و ناپسند کو دخل نہیں، حق تعالیٰ کا ارشاد: "عسیٰ ان تکرھوا شیئًا وھو خیر لکم وعسیٰ ان تحبوا شیئًا وھو شرٌّ لکم." (بعید نہیں کہ تم کسی چیز کو ناپسند جانو اور وہ تمہارے لئے بہتر ہو، اور بعید نہیں کہ تم کسی چیز کو پسند کرو اور وہ تمہارے لئے بہتر نہ ہو)، اس حکم کو بھی شامل ہوسکتا ہے، صفات مذکورہ یعنی علم و عدل پر ثواب کا مرتب ہونا اس وجہ سے ہے کہ حق جل مجدہ نے ان کا حکم فرمایا ہے اور جہل اور ظلم پر عذاب اس لئے ہے کہ ان سے منع فرمایا ہے، اگر حق تعالیٰ کی طرف سے امر و نہی نہ ہوتا تو محض عقل کے پسند اور ناپسند سے ان امور پر ثواب و عتاب کا ہونا معلوم نہ ہوتا۔

آخر عقل کیسے جان لے گی کہ رمضان کی انتیس کو کھانے والا نافرمان ہے؟ اور اس سے اگلے دن جو عید کا دن ہے نہ کھانے والا مجرم ہے؟ معلوم ہوا کہ فیصلہ صرف شرع کا معتبر ہے، اور کوئی چیز لائق اعتبار نہیں، کسی نے خوب کہا ہے:

اتبع ریاح القضاء وسر حیث سارت
وسلم لسلمیٰ ودر حیث دارت

ترجمہ:..... ''قضا کی ہوائیں جہاں جائیں ان کے پیچھے ہو رہو اپنے کو محبوب کے سپرد کردو، جہاں اسکی گردش ہو وہاں گھومتے رہو۔''

یہاں ایک اور نکتہ پر تنبیہ کرنا بھی ضروری ہے وہ یہ کہ یہ بات پیش نظر رہنی چاہئے کہ تمام کمالات کا مبنی اور مدار، اور تمام حسنات، دو چیزیں ہیں، نیت صحیح اور عمل صحیح، اگر یہ دونوں جمع ہوجائیں اور ایسا بہت نادر ہے کہ یہ دونوں جمع ہوں، تو کام پورا ہوگا، اور دین مسلمانی کمال پذیر ہوگا، نیت صحیح سے یہ مراد ہے کہ جو کام بھی کرے محض خدا کے لئے کرے، قرب و رضاء خداوندی حاصل کرنے کے لئے کرے اور ثواب آخرت کی امید پر کرے، اور یہ اکثر نام نہاد درویشوں اور ان کے اقسام وطوائف میں بھی موجود ہے، حتیٰ کہ یہ ''دھونی سلگانے والے ملنگ'' جو مسکین کہ دنیا ہی میں آگ کے عذاب میں گرفتار ہیں، اور یہ ''ننگ دھڑنگ لوگ'' جو کہ بحکم حدیث ''اللہ کی لعنت دیکھنے والے پر اور جس کی طرف دیکھا جائے'' لعنت الٰہی کے مستحق ہیں، اور ان کے علاوہ دوسرے لوگ سب اپنے خیال خام اور اعتقاد فاسد میں نیت صادق رکھتے ہیں اور سلوک طریق حق ظاہر کرتے ہیں اور حق تعالیٰ کا تقرب تلاش کرتے ہیں، لیکن عمل صحیح کہاں ہے؟ تاکہ مقصد تک رسائی ہو، اور مقصود کا چہرہ دیکھنا نصیب ہو۔

عمل صحیح وہ ہے جو حق تعالیٰ کا پسندیدہ ہو، دین و شریعت کے موافق ہو، اور فرمان شارع کے مطابق ہو۔

''ریاضتیں'' اور ''مجاہدے'' وہ اختیار کئے جائیں جو طریق حق اور مرضیات الٰہی کے موافق ہوں تاکہ ان کا کچھ اثر ہو اور قابل اعتبار ہوں، ریاضت اور مجاہدہ کے کیا معنی؟ یعنی نفس کو ہمت اور مشقت کے ساتھ حق کے موافق کرنا اور شریعت کا مطیع

www.ahnafmedia.com

اور فرمانبردار بنانا۔

جس طرح نیت صحیح کی بلا عمل صحیح، کوئی صورت نہیں، اسی طرح بہت ممکن ہے کہ ایک شخص کو عمل صحیح ہاتھ لگ جائے کہ بظاہر وہ فرمان کے موافق کام کرے لیکن چونکہ وہ نیت صحیح نہیں رکھتا، بلکہ ریا اور دکھلاوے کے لئے عمل کرتا ہے اس لئے یہ شخص بھی ثواب آخرت اور رضائے خداوندی سے محروم رہے گا، حدیث میں ہے کہ: "انما الاعمال بالنیات." یعنی اعمال کا مدار نیت پر ہے۔

بس نیت بھی صحیح ہو اور عمل بھی صحیح ہو تب مقصود حاصل ہوگا، حق تعالیٰ توفیق دیں۔

اور یہ جو ہم نے کہا "مجاہدہ و ریاضت بدوں موافقت حق کچھ اثر نہیں رکھتے" اس کا مطلب ہے کہ وہ نور ایمان کی زیادتی، حصول رضائے حق اور آخرت میں سرخ روئی کا سبب اور عذاب سے نجات کا موجب اور باعث اجر و ثواب نہیں بنتے، ورنہ ہوسکتا ہے کہ یہ ریاضتیں اور محنتیں جن کو جوگی اور کاہن (پنڈت) لوگ اختیار کرتے ہیں، ان سے اور بعض سے ریاضت بغیر مکر و استدراج کی وجہ سے بعض امور کے منکشف ہوجانے کا اثر ظاہر ہو اور خلاف عادت چیزیں، اور جن و انسان کی ارواح خبیثہ کا مسخر کرلینا کہ اس کے لئے ایمان و عمل صالح شرط نہیں، ظہور پذیر ہو، جیسے چہرہ پانی میں بھی نظر آجاتا ہے اور پیشاب میں بھی، باوجودیکہ پانی پاک ہے، اور پیشاب ناپاک، اسی طرح خلاف شرع امور باوجودیکہ وہ غضب خداوندی کا سبب ہیں بعض دفعہ کشف و تسخیر کا اثر ان پر مرتب ہو جاتا ہے، اس وجہ سے ان "خطا کاروں" کو اپنی گمراہی میں اصرار و انہماک ہے اور بعض ناداں، سادہ لوح اور خام عقیدہ لوگوں کو ان سے عقیدت ہے۔

"خیر ان باتوں کو رہنے دیجئے، تقویٰ اور صلاح تو بڑی دور کی چیز ہے، کم از کم ایمان و اعتقاد کو تو محفوظ رکھنا چاہئے" مخالفین دین کا معتقد ہونا، ان کی طرف

رغبت کرنا، اور ان کی عزت کرنا، محض دین کے ساتھ غفلت اور سستی کی وجہ سے کوئی معقول بات نہیں ہے۔

اور جو شخص مسلمان ہے، کلمۂ شہادت کا اقرار کرتا ہے، اسلامی شکل و شباہت میں ہے اور طریقہ مسلمانی پر چلتا ہے، اس سے اگر سو عیب بھی ظاہر ہوں، ان پر پردہ ڈالنا چاہئے اور اس کی عزت اسلام اور حرمت ایمان کو نہ چھوڑنا چاہئے، کیونکہ لا الٰہ الا اللہ کا اقرار کرنے والے سب اہل عزت ہیں، ہر چند کہ اسیر شہوت اور قید معصیت میں گرفتار ہوں، غایت یہ کہ ان پر احکام اسلام کو جاری کیا جائے اور شریعت کی حدود قائم کی جائیں، ہاں اگر یہ نسبت ایمان درست ہوگی تو ہرگز آلودۂ معصیت نہ رہنے دے گی، اور اگر معصیت سے آلودہ ہوجائے تو آخر کار نور ایمان غالب آکر رہے گا اور مغفرت خداوندی اور شفاعت نبوی اس داغ معصیت کو دھو ڈالے گی، آنحضرت ﷺ کے ساتھ دوستی و آشنائی پیدا کی جائے، کریم لوگ ہرگز پاسداری دوستی اور آشنائی سے تغافل نہیں کرتے:

تو مگو مارا بآں شاہ بار نیست
بر کریماں کار ہا دشوار نیست

ترجمہ:..... "یہ مت کہو کہ ہماری رسائی اس بادشاہ تک نہیں، کریموں کے لئے کام دشوار نہیں۔"

اور ایمان نہایت باعظمت ہے اس کو حقیر نہ سمجھا جائے، قطب وقت شیخ ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "اگر کشف کردہ شود نور ایماں مومن عاصی پوشد و پُر کند آسمان و زمین راچہ جائے مومن مطیع۔" اگر ظاہر کردیا جائے تو مومن عاصی کے ایمان کا نور بھی آسمان و زمین کو ڈھانپ لے گا اور ان کو بھر دے گا، مومن مطیع کا تو کیا ہی پوچھنا۔"

آپ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ اہل ایمان کی، خواہ وہ بدکار ہی ہوں، عزت کرو، اور ان کو نیک کاموں کا حکم اور برے کاموں سے منع کرتے رہو، اور بدکار لوگوں کی

www.ahnafmedia.com

صحبت سے بچو، لیکن ان کو حقیر اور اپنے کو بڑا سمجھتے ہوئے نہیں۔

ایمان اصل ہے، باقی سب اس کی فروع ہیں، ایمان کی فکر کی جائے، بظاہر ایمان اور اس کا باقی رہنا آسان نظر آتا ہے، لیکن واقعہ میں بہت مشکل ہے، بجز فضل خداوندی اس کی کوئی صورت نہیں، اسی لئے تو حضرت شیخ جیلانی رحمہ اللہ نے فرمایا:

ایمان چو سلامت بلب گور بریم
احسنت زہے چستی و چالاکی

ترجمہ:..... ''جب ہم لب گور تک ایمان سلامت لے جائیں تو آفرین، پھر ہماری چستی اور چالاکی قابل صد مبارک باد ہے۔''

اور اگر نور ایمان کے ساتھ نور طاعت بھی جمع ہوجائے پھر تو نور علے نور ہے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:

''یھدی اللہ لنورہ من یشاء ویضرب اللہ الامثال للناس واللہ بکل شیء علیم.''

ترجمہ:..... ''اللہ تعالیٰ جسے چاہتے ہیں، اپنے نور کی طرف ہدایت دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ لوگوں کے لئے مثالیں بیان کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتے ہیں۔''

بات دور نکلی جاتی ہے، اتنا ہی کافی ہے۔ میں بس کرتا ہوں، داناؤں کے لئے اتنا ہی کافی ہے، میں نے دو آوازیں لگادیں، اگر کوئی برسرراہ ہے تو سن لے گا، حق سبحانہ آخرت کے تمام کاموں کا انجام بخیر کرے اور دنیا سے دل کی گرہ کھلے بغیر اور جمال مقصود دیکھے بغیر نہ لے جائے، وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور امید واروں کی دعا قبول کرنے کے سزاوار ہے۔

وصلی اللہ علی محمد وآلہ وصحبہ وسلم

(ماہنامہ الصدیق رمضان/شوال ۸۳ھ)

اہل غفلت کے لئے تازیانہ

تنبیہ الغافلین بفناء الدنیا واربابھا
واغترار الجاھلین بزخارفھا واسبابھا
للشیخ المحدث مولانا عبدالحق الدھلوی قدس اللہ سرہ

اکبر بادشاہ کی وفات کے موقع پر حضرت مولانا عبدالحق محدث دہلویؒ نے نواب فرید مرتضیٰ خان کے نام ''تنبیہ الغافلین بفناء الدنیا واربابھا واغترار الجاہلین بزخارفھا واسبابھا'' کے عنوان سے ایک نہایت ہی موثر خط لکھا جس کو بلا مبالغہ اہل غفلت کے لئے تازیانہ عبرت کا نام دیا جانا مناسب ہے۔ ہمارے حضرت شہیدؒ نے اس کی افادیت کی خاطر اس کا اردو ترجمہ کرکے ماہنامہ ''الصدیق'' میں شائع کیا' جسے پیش نظر کتاب میں شامل کیا جارہا ہے۔

(سعید احمد جلال پوری)

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ سبحان الملک الحی الذی لایموت ولا یفوت، غبار محنت وکدورتے کہ از ہیجان ایں واقعہ عظیمہ وواھیہ شدیدہ برصفحات خواطر خلائق نشستہ وحیرتے ووحشتے کہ ازیکا یک واقع شدن ایں حادثہ روئے دادہ از حیطۂ تقریر وتحریر بیرون ست چہ تواں کرد، سنت الٰہی بریں جاری ست، تابود چنیں بود، چہ

www.ahnafmedia.com

شاہ و چہ گدا ہمہ راہمیں راہ است۔

ہر کہ آمد بجہاں اہل فنا خواھد بود

وآنکہ پاینده و باقیست خدا خواہد بود

حق جل وعلیٰ بدولت وشوکت ایں بادشاہِ گردوں شکوہ قوی دولت جواں بخت ابد اللہ جلالہ وخلد فی مراضیہ ملکہ واقبالہ، تمامہ برایارا از خاص وعام خصوصاً زمرہ اہل اسلام را درکنف امن وامان وسایہ عدل واحسان ازجمیع آفات ومکروہات محفوظ ومصئون دارد، "اللّٰھم اصلح الامام والامة والراعی والرعیة والف قلوبھم فی الخیرات." ایں دعاً ازعظماً مشائخ قدس اللہ اسرارہم مرویست، وادامت براں مشمر سعادت دنیا وآخرت وباعث امن وامان ظاہر وباطن ست، دیگر ایں دعاً:

"اللّٰھم اصلح امة محمد (صلی اللّٰہ علیه وسلم) اللّٰھم ارحم امة محمد (صلی اللّٰہ علیه وسلم) اللّٰھم اغفر لامة محمد (صلی اللّٰہ علیه وسلم)."

گفتہ اند کہ ہر کہ براں دوام نماید درمرتبہ بپایہ ابدال نشیند۔ واللہ الموفق، اکنوں ازفناً دنیا وبے ثباتی آں چہ گویدو چہ نویسد۔

قال بعض الحکما: الدنیا اشبہ شیء بظل الغمام ونوم الاحلام میگوید، دنیا مانند سایہ ابرست کہ رواں مے گزرد، یا مثل خواب شیطانی ست کہ مرد بالغ مے بیند درتشبیہ اول فنا وبے ثباتی دنیا را ادا نمود ودرثانی حقارت وقلت متاع آنرا بیان کرد:

گفت یا خوابیست یا بادے ست یا افسانہ

مثل مرگ حادثہ درمیان کہ بیشک وشبہ رسید نیست وآدمی زاد ازاں غافل نشستہ ودیدۂ عبرت وحیرت فروگرفتہ وبربستر غفلت فتادہ پروا ندارد کہ چہ کارے سخت و مہمی صعب درپیش دارد، ومیگویند کہ یقین مشکوک کدام است، یعنی چیز یکہ آدمی بیقین داندو باوجود یقین دراں شک دارد، گویانے داند، آن چہ چیز ست، گفتہ اند کہ آں مرگ

ست، بہ یقین مے دانند کہ رسیدنی است، اما چناں زندگانی میکنند وبرنجے مے روند کہ گویانے دانند۔

تبارک اللہ ایں چہ قدرتست وایں چہ پردہ کہ برروئے آدمی زاد فروہشتہ اند و ایں چہ غفلت وفریب ست کہ وے مے خورد، ہماں مثل شیر ومرد گریزندہ از پیش او ست۔

حکایت مے آرند کہ شیرے در بیابانے بدنبال مردے افتادہ بود، وے از پیش شیر گریختہ میرفت چوں مجال گریز تنگ آمد بحکم اضطرار خودرا درخرابہ چاہے زدوہم در اثنائے راہ بشاخہا وبنجہائے گیاہ کہ درآن چاہ بود دست زدو معلق ماند درپایان چاہ نگاہ میکند اژدہائے مے بیند، دہان باز کردہ نشستہ کہ اگر بیفتد ہم درنفس فرو برد، شیر کہ در دنبال بود آمدہ برروئے چاہ ایستادہ کہ اگر برآید ہم در ساعت کارش تمام کند، ساعتے لطیف متعلق بآن حشیش دمے زدہ ونفسے راست کردہ بود کہ موشے چند رسید ورشتہائے گیاہ را کہ مثال رشتہ عمر آدمی ست وبداں متعلق ست بریدن گرفتند، بیچارہ حیران ماند کہ چہ کند؟ اگر پایاں افتد اژدہا نشستہ واگر بالا رود شیر ایستادہ، تن بہ بلا داد ومنتظر ہلاک نشست، ناگاہ نظرش برلانہ نحلے افتاد کہ درکنجے دیوار چاہ شہدے تے کردہ، مرد آں ہمہ را فراموش کرد، ہم از شیر وہم از اژدہا وموش چشم بربست وانگشتے بآں شہد زدو بآں مزاحمت مگساں ونیش زنبوراں شہد لیسیدن گرفت دوسہ انگشت شہد لیسیدہ بود کہ رشتہ عمر گسستہ شد ودر چاہ محنت واندوہ بکام اژدہائے مرگ فرورفت، اکنوں ما شہد لیسان آں چاہیم کہ شیر قضا درقفا ماست وامروز فرداست کہ درچاہ بلاک کہ دنیا ست بکام اژدہائے مرگ فروختہ ایم۔

کاشکے مدت حیات معین بودے وامتداد ایں مسافت معلوم گشتے کہ چند است تاموافق آن راہ وروشی بخود قرار دادندی، وقطع ایں مسافت بتانی وتدریج کردندی ویک قسم فراغتے وقرارے یافتندے ونفسے چند براحت زدندے۔

www.ahnafmedia.com

ہیچ معلوم نہ کہ مدت عمر چند ست و بعد ازیں مسافت چہ قدر در ہر گام و در ہر نفس خطر است و احتمال آنکہ ہمیں نفس آخر باشد روز و ہفتہ و ماہ را خود کہ داند، و اگر فرضاً معلوم بودے و دراز بودے ہم چہ بودے؟ چوں رفتنی ست و گذشتنی چہ معلوم و چہ نامعلوم و چہ دراز و چہ کوتاہ؟:

چوں قامت مابرائے غرق ست
کوتاہ و دراز را چہ فرق است
اگر صد سال مانی در یکے روز
بباید رفت زیں کاخ دل افروز
دریں صندل سرائے آبنوسی
گہے ماتم بود گاہے عروسی
چوں بہر شادی و غم جائے روبند
بجائے سر، بجائے پائے کو بند

و دنیا اگر دائم بودے و اسباب دنیا دائم و عیش و فراغ خاطر و آسائش وقت متصل آنگاہ اگر یکے بہ محبت مولےٰ و شوق آں عالم ازاں صبر کردے و بزخارف آن التفات نہ نمودے کارے بود اکنوں کہ فانی ست و سراسر وحشت و کدورت و محنت و مشقت و صد بلا بر بالائے ہم افتادہ ترک آں چہ مقدار کارست کہ بداں بنازند۔

و بر فوت آن حسرت خورند، اگر یکے بقدرے ازاں دست بدارد و کامے چند فراتر نہد تمام خود ممکن نیست صرفۂ روزگار خود کردہ باشد و منتے بر جان وقت خود نہادہ۔

اما خاصیت ایں شراب چنیں افتادہ ہر جرعۂ کہ ازاں بخورند و ہر قطرۂ کہ ازاں بنوشند بحرص زیادتی کند و تشنہ تر سازد تا مستی آرد و بے خود و بے خبر گرداند آنگاہ نصیحت را بگوش او راہ نباشد و اندیشہ عاقبت را در سر او جائے نہ، مستی و غرور دنیا و حکمرانی بجائے کشد کہ دعویٰ خدائی و پیغمبری کنند دیگر چہ تواں گفت فرعون بآں سرحد زمین مصر کہ ملک

او بود و دہ روزہ راہ پیش نبود، دعویٰ خدائی کرد، دیگراں را چہ گوید آں از خدا بے خبر نمید انست کہ خدا آفریدگار آسمان و زمین باشد تو خود کلوخے یا مگسے در عالم پیدا نہ کردۂ دیگر ایں دعویٰ چیست دیوانہ ہم نبود تا اینہا از سر دیوانگی گفتہ باشد، اگر دیوانہ بودے، موسیٰ پیغمبر را علیہ السلام بدعوت وے چرا ے فرستادند دعوت انبیاءٔ صلوات اللہ وسلامہ علیہم عقلاءٔ را بود نہ مجانین را، ایں نہ بود مگر غرور و مستی دنیا و ملک و سلطنت کہ او را بدیں ہذیانات میداشت، در سرشت بعضے غرور و حماقت خمیر کردہ اند کہ فہم و تمیز را از ایشاں بر می گیرند و باوجود عقل عزیزی کار دیوانہا میکنند و سخن دیوانہا میگویند دیوانہ نیستند اما دیوانہ صفت اند۔

یکے دیگر برے خیزد و دعویٰ پیغمبری میکند و ہیچ نمے داند کہ معنی پیغمبری چیست، پیغمبری میانجی شدن ست میان خدا و خلق از خدا فیض مے گیرد و بخلق میرساند، و پیغمبر از اول عمر تا آخر از گناہاں معصوم بود و بعالم قدس ملکوت متصل، و فرشتہ بروے بیاید و پیام حق بگذارد و معجزات بنماید، و در زمین و آسمان تصرف کند و قرص ماہ را باشارۂ انگشت دو پارہ سازد، و چشمہ ہا از انگشتاں رواں گرداند و درختاں او را سجدہ برند و سنگ و گیاہ بروے سلام کنند و باوے کتابے باشد کہ اگر جن و انس ہمہ جمع شوند، مانند سورۂ ازاں نتوانند آورد، و اگر تمامہ علماءٔ و عقلاءٔ عالم او را تفسیر کنند بپایاں نتواند آورد، و پیغمبر شریعتے بنہد و عالم را بنور علم و ایمان منور گرداند، کافراں را از کفر و جاہلاں را از جہل بیروں آرد، و دوراں را نزدیک گرداند، و گمراہاں را براہ راست برد، و در تمامہ خوبی ہائے ظاہر و باطن و صورت و سیرت از ہمہ کس افزوں تر و بالا تر باشد و ہیچ کس در ہیچ خوبی مانندوے نبود، و پیغامبر را امت بود بصلاح و فلاح آراستہ و بحلیۂ محبت و اعتقاد پیراستہ نزدیکان وے در علم و عمل و زہد و تقویٰ و نورانیت از ہمہ پیشتر و بیشتر و بمتابعت وے جامع کمالات و مظہر خوارق و کرامات گشتہ، پیغمبری نہ مجرد دعویٰ و غلبہ و سلطنت و شوکت است اینہا ہمہ روشن ست، اما با مت چہ تواں گفت " نعوذ باللہ من الغباوۃ

www.ahnafmedia.com

والغواية."

در آدمی سہ چیز ست، نفس وقلب وروح، جبلت نفس ہم ازیں عالم کون و فساد ست وہمیں لذات جسمانی ومتلذات حسی کمال اوست، ونفس زمینی ست و ظلماتے واز اجزاٴ بدن ست، غایت آنکہ نسبت باجزاٴ دیگر ایں قدر لطافت ونورانیت پیدا کردہ کہ چیزے از محسوسات تواند دریافت، وماده سمع وبصر وشم وذوق ولمس گشت ونفس از لذات عقلی وروحانی خبر ندارد، وہمیں نفس ست کہ آدمی را گرفتار ایں عالم ساختہ است۔

وروح لطیف است ونورانی محض واز عالم بالا ست وتواجہ وہمیشہ بعالم قدس ولذت وے بعلم ومعرفت ست ومحبت مولیٰ تعالیٰ شانہ وشناخت ذات وصفات وے تعالیٰ وتقدس نصیب اوست، ولیکن بعلت تعلقے کہ او را ببدن دادہ اند واز اختلاطے وازدواجے کہ اورا بانفس واقع شدہ گرفتار عشق ومحبت نفس گشتہ وسرشتہ گم کردہ است، و تعلق روح را بانفس بعینہٖ مثل تعلق مرد بازن گفتہ اند، کہ از ازدواج آنہا لطیفۂ قلبیہ پیدا شدہ وقلب متقلب بودمیان روح ونفس، اگر بریکے احکام روحانی غالب آید ونفس وقلب تابع اوشوند وایں بسے نادر افتد ازایں جا ہمہ خیر وصلاح آید واگر نفس غالب آید وروح وقلب تابع افتاد ہمہ شر وفساد خیزد۔

ایں سخن مشہور ست درمحل خود مشرح تر ازیں بیان یافتہ است، مقصود ایں جا بیان تذبذب و درکشاکش افتادن آدمی زاد ست کہ از یک طرف عقلش بجانبے مے خواند واز طرف دیگر ہوا بجانب دیگرے بردو بصد محنت وشدت گرفتار ست، باز ایں محن وشدائد ایں عالم ست کہ بر سر آدمی زاد افتادہ ست واگر احوال آخرت وشدائد آں عالم بہ تفصیل بیندیشد وتصور کند از خود رود واز ہم پاشد و در حدیث آمدہ ست: "لو تعلمون ما اعلم لضحكتم قليلا ولبكيتم كثيرا." فرمود: اگر بدانید آنچہ من دانم از احوال مبدأ ومعاد وآخرت کہ چہا رفتہ وچہا پیش آمدنی ست کم بخندید وبسیار بگریید،

ولیکن چوں حکمت ابتلائے وقضائے الٰہی اقتضا آن کردہ کہ ایں عالم را از نظرہا پوشیدہ و در پردۂ غیب داشتہ ست، و آنچہ مے بینندومے یابند عین عالم ظاہر ست ازیں جا فریبے خورند وسرشتہ گم کردہ کہ: "يعلمون ظاهرا من الحيوة الدنيا وهم عن الآخرة هم غافلون." مخبرانِ صادق کہ حضرات انبیاٴ اند صلوة الله وسلامہ علیہم اجمعین خبر آں عالم میر سانند وانوار علم وہدایت مے نمایند اما مردم چناں در ظلمات نفس و طبیعت افتادہ اند کہ قطعاً گوش نمے نہند، وقدم نمے زنند حقیقت حال بعد از مردن منکشف گردد کہ چیست:

باش تا پردہ بر اندازد جہاں از روئے کار
آنچہ امشب کردۂ فردات گردد آشکار

"الناس نيام فاذا ماتوا انتبهوا." فرمود: مردم در خواب غفلت اند چوں بمیرند بیدار شوند وآگاہ گردند۔

خلق تا در جہانِ اسباب اند
ہمہ در کشتی اند و در خواب اند

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ، اکنوں اگر گویند پس چہ کار باید کرد، وکجا باید رفت سخن بہ نقیض آمد، ترک دنیاے فرمایند وتجرید از خلق وخلاف طبیعت ومخالفت نفس مے خوانند و وجود ایں حال محال واز دست آمدن ایں کار مشکل، آدمی زاد تا در قید حیات ست ودر دنیاست از اسباب دنیا ومعیشت با بنی نوع وآسائش طبع وقید نفس چارہ ندارد ومدار حیات دنیا وانتظام کارِ عالم بریں ست، جوابش بدانکہ تا سخن را نیک نہ فہمند وبکنہ آں در نروند دلنشین نہ گردد وجز حیرت وسراسیمگی نیارد مقصود از انکہ گویند ترک دنیا باید داد واز خلق برکرانہ باید بود وبراہ مخالفت نفس وطبیعت رفت آنست کہ خلاف حق نکنند و از جادہ بیروں نروند وراہ وروشے کہ در دین وشریعت قرار دادہ انداز دست ندہند، بایں نوع اگر بظاہر باخلق باشند درباطن باحق اند واگر بصورت در دنیا باشند بمعنی تارک دنیا

www.ahnafmedia.com

اندچہ دریں صورت اگر موافق نفس عمل نمایند در حقیقت مخالف آں کردہ باشند۔

محققاں گفتہ اند کہ مقصود اصلی موافقت حق است نہ مخالفت نفس، یعنی سالکاں کہ برخلاف نفس روند و برضد وے کار کنند برائے آں کنند کہ نفس موافق حق گردد و براہ راست رود و اگر او خود براہ راست رود مخالفت او معنی ندارد۔ فقراً اند، و اغنیاً امراء اند و رعایا مالکانند و مملوک خادمانند و مخدوم و علے ہذا القیاس، فقراً را صبر باید و اغنیاً را شکر و امراء را عدل، رعایا را انقیاد، مالکاں را رحم و مملوکاں را خدمت، خادماں را ادب و مخدوماں را عنایت، ہر کدام از ہر طائفہ کہ براہ و روش خود روند و طریقۂ بندگی و انصاف از دست ندہند و اصل و مقرب و مقبول درگاہ باشند، ازیں جا گفتہ اند کہ سلوک ہر طائفہ حرفت اوست یعنی ہر کسے بر ہر حرفتے و کارے کہ باشد اگر بر منہاج قاعدہ و ادب رود سالک است، دعوت شریعت غرا ہمیں نہج ست، سرور کائنات و سید رسل صلوٰۃ اللہ و سلامہ علیہ ہیچ کس را از ہر حرفتے کہ داشت بیرون نیاورد، و مزارعان را در کار زراعت گذاشت و تاجراں را در تجارت، و متاہلاں را با اہل و عیال و مجرداں را در ترک و تجرید و اغنیاً را با مال و منال و فقراً را با فقر و فاقہ ولیکن ہر طائفہ را قاعدہ و دستور العملے مقرر داشت تا براں نمایند، و از جادہ بیرون نروند، بیروں کہ آورد، از کفر و معاصی بیروں آورد و دیگر ہمہ را درون دائرہ گذاشت سر سعادتہا انقیاد شریعت و اعتقاد مسلمانی ست و یقین داشتن بر آنکہ ہر عمل را اجرے ست، و ہر گروہ را جزائے و عاقبت عمل نیک نیک و عمل بد بد۔ فمن یعمل مثقال ذرۃ خیراً یرہ و من یعمل مثقال ذرۃ شراً یرہ۔

غایت آنکہ فرقہ جزائے خیر را ہم در دنیا طلبند و از آخرت غافل باشند و جماعت دیگر را مطمح نظر جزاً آخرت ست و کار دنیا سہل انگارند و ہر کس ہر کارے مشروع کہ برائے خدا کند اور اہم دنیا شود و ہم آخرت، "فعند اللہ ثواب الدنیا و الآخرۃ." عاقبت بخیر باد۔

ترجمہ..... "سبحان الملک الحی الذی لایموت ولا یفوت"، اس واقعہ عظیمہ اور آفت ناگہانی کی وجہ سے جو غبار محنت و کدورت مخلوق کے دل و دماغ پر جم گیا ہے اور جو حیرت اور دہشت اس حادثہ کے اچانک واقع ہونے کی وجہ سے پیش آئی ہے اسے کیا کیا جاسکتا ہے، سنت اللہ یونہی جاری ہے یہ کارخانہ جب تک رہے گا اسی طرح رہے گا، شاہ و گدا سب کے لئے یہی راستہ ہے، شاعر کہتا ہے:

آیا جو دنیا میں ہوگا وہ اہل فنا
دائما باقی ہے بس ذات خدا

حق تعالیٰ اس بادشاہ (غالباً جہانگیر مراد ہے) گردوں شکوہ، قوی دولت اور جواں بخت کی بدولت تمام مخلوق خاص و عام بالخصوص اہل اسلام کو پناہ امن و امان اور سایہ عدل و احسان میں تمام آفات و مکروہات سے محفوظ رکھے، اے اللہ! امام اور امت، راعی اور رعیت کی اصلاح فرما، اور خیرات میں ان کے قلوب کو جمع فرما، یہ دعا اکابر مشائخ سے منقول ہے اور اس پر ہمیشگی کرنا سعادت دنیا و آخرت کا ذریعہ، اور امن و امان ظاہر و باطن کا باعث ہے ایک اور دعا ہے، "اللّٰھم اصلح امۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللّٰھم ارحم امۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللّٰھم اغفر لامۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم." اے اللہ امت محمدیہ کی اصلاح فرما اے اللہ آپ کی امت پر رحم فرما، اے اللہ آپ کی امت کی بخشش فرما۔ مشائخ کا ارشاد ہے کہ جو شخص اس دعا پر دوام کرے گا، مرتبہ ابدال میں بیٹھے گا، اللہ توفیق دے کہ پوری امت کی اصلاح و فلاح کے لئے بے چین ہو جانا بھی مشکل کام ہے۔

اب دنیا کے فنا اور اس کی ناپائیداری کے باب میں کیا کہئے اور کیا لکھئے!

ایک دانا کا کہنا ہے کہ دنیا مانند سایہ ابر ہے (جس کو ذرا قرار نہیں) بلکہ بہت جلد گزر جاتا ہے، یا مثل خواب شیطانی ہے جو بالغ کو نظر آتا ہے (اور بجز ضعف و اضمحلال اور وسوسہ و تشویش اس کا کچھ نتیجہ نہیں) تشبیہ اول میں دنیا کے فنا اور بے ثباتی

www.ahnafmedia.com

کو اور تشبیہ دوم میں اس کے نفع کی قلت اور حقارت کو بیان کیا، عارف فرماتے ہیں:
دنیا کی حقیقت خواب یا ہوا یا افسانہ سے زیادہ نہیں۔

عجیب بات ہے کہ موت جیسا حادثہ درپیش ہے، جو بہرحال پیش آکر رہے گا، لیکن ابن آدم ہے کہ اس سے یکسر غافل، دیدہ عبرت بند، بستر غفلت پر دراز، اسے کچھ پرواہ نہیں کہ کیا کچھ کار مشکل اور مہم دشوار اس کو درپیش ہے، اگر یہ سوال کیا جائے کہ یقین مشکوک کیا ہے یعنی ایسی چیز جسے آدمی بالیقین جانتا ہے باوجود یقین اس میں شک کرتا ہے کہ گویا نہیں جانتا کہ وہ کیا چیز ہے؟ تو جواب یہ ہوگا کہ وہ ''موت'' ہے۔ سب جانتے ہیں، اور بالیقین جانتے ہیں کہ وہ بہرحال آکر رہے گی، لیکن زندگی ایسی بسر کرتے ہیں اور روش ایسی اختیار کرتے ہیں کہ گویا موت کے آنے کو بالکل نہیں جانتے۔

اللہ کی شان یہ کیا قدرت ہے، یہ کیا پردہ ہے، جو ابن آدم کے سامنے لٹکا دیا گیا ہے، یہ کیا غفلت وفریب ہے جس میں آدمی مبتلا ہے، یہ بالکل وہی مثال ہے جو اس حکایت میں بیان کی گئی ہے کہ:

بیان کرتے ہیں کہ ایک بیابان میں شیر ایک آدمی کے پیچھے پیچھے بھاگ رہا تھا، وہ بے چارہ شیر کے خوف سے آگے آگے بھاگ رہا تھا، جب بھاگنے سے ہمت جواب دے گئی ناچار ایک ویران کنوئیں میں گرنے کا قصد کیا، گھاس کی جو شاخیں اور جڑیں کنوئیں میں لٹک رہی تھیں، ان کو تھام کر لٹک گیا، کنوئیں میں نیچے نظر کی تو دیکھا کہ ایک بھاری اژدہا منہ کھولے بیٹھا ہے کہ اگر نیچے گرے تو فوراً اس کے منہ میں جائے، شیر جو اس کے تعاقب میں تھا، کنوئیں پر آکھڑا ہوگیا، کہ اگر باہر نکلے تو اسی وقت اس کا قصہ ختم کردے، تھوڑی دیر اس گھاس کے ساتھ لٹک کر دم لیا تھا، اور سانس درست کی تھی کہ چند چوہے پہنچ گئے، اور انہوں نے گھاس کے تنکوں کو (جو آدمی کی عمر کی مثال ہے جس سے وہ لٹکا ہوا ہے) کاٹنا شروع کیا، مسکین حیران ہوگیا کہ کرے تو

کیا کرے، نیچے جائے تو سانپ بیٹھا ہے اور اگر اوپر جائے تو تیر کھڑا ہے، مبتلائے بلا ومنتظر ہلاکت تھا کہ اچانک اس کی نظر مکھیوں کے چھتے پر پڑی جو اسی کنوئیں کی دیوار کی طرف لگا ہوا تھا، چنانچہ وہ شہد کو دیکھ کر ان تمام قصوں کو بھول گیا، شیر کو بھی، اژدہا کو بھی اور چوہوں کو بھی سب سے نظر بند کر کے اس نے انگلی شہد میں لگائی اور مکھیوں کی مزاحمت اور بھڑوں کی نیش زنی کے باوجود شہد چاٹنا شروع کیا، دو تین انگلیاں نہ چاٹی ہوں گی کہ رشتہ عمر ٹوٹ گیا اور محنت وغم کے کنوئیں میں اژدہا کا لقمہ بن گیا، شہد چاٹنے کی یہ مثال ٹھیک ہم پر منطبق ہے کہ شیر قضا ہمارے تعاقب میں ہے، آج ہی یا کل چاہ ہلاک میں جسے دنیا کہتے ہیں موت کی آغوش میں پہنچنے والے ہیں۔

کاش! مدت حیات معین ہوتی، اور اس مسافت کا طول وعرض معلوم ہوتا کہ کتنا ہے تاکہ اس کے موافق راہ روش اپنے لئے تجویز کر لیتے اور اس مسافت کو پورے اطمینان اور تسلی کے ساتھ طے کیا کرتے اور ایک گونہ فراغ اور قرار پاتے، اور چند سانس راحت کے ساتھ لیتے۔

کچھ معلوم نہیں کہ مدت عمر کتنی ہے اور اس مسافت کا طول وعرض کتنا ہے، ہر قدم اور ہر لحہ یہ خطرہ اور احتمال لگا ہوا ہے کہ شاید یہی آخری سانس ہو، دن، ہفتہ اور ماہ کی خبر تو بھلا کس کو ہے، اگر بالفرض معلوم بھی ہوتی اور یہ بھی معلوم ہوتا کہ دراز ہے تب بھی کیا ہوتا، جب جانے والی ہی ٹھہری، تو معلوم ہوئی تو کیا؟ نہ معلوم ہوئی تو کیا؟ دراز ہوئی تو کیا؟ کوتاہ ہوئی تو کیا؟ بقول شخصے:

جب ہمارا قد غرق ہونے کے لئے ہے پھر لانبے اور چھوٹے میں کیا فرق،
اگر سو سال بھی یہاں رہو بالآخر ایک دن اس دل افروز محل سے جانا ہوگا، اس آبنوسی صندل سرا میں کبھی ماتم ہے، کبھی عروسی ہے، جب شادی اور غم کے لئے جگہ صاف کرتے ہیں، کسی جگہ سر اور کسی جگہ پاؤں پیٹتے ہیں۔

دنیا اگر دائم ہوتی، اور اسباب دنیا بھی دائم ہوتے اور عیش وفراغ خاطر اور

www.ahnafmedia.com

آسائش وقت اگر ہمیشہ رہا کرتے پھر اگر ایک مرد خدا مولیٰ کی محبت اور عالم آخرت کے شوق میں ان سے صبر کرتا، اور متاع دنیا کی طرف التفات نہ کرتا تو بڑی بات تھی، اب جب کہ وہ سراپا فانی محض وحشت، محنت، مشقت اور بلا بر بلا کا مجموعہ ہے اس کا ترک کونسا بڑا کام ہے جس پر ناز کیجئے؟

اور اس کے فوت ہونے پر حسرت کیجئے، اگر کسی نے اس کے کچھ حصہ سے ہاتھ اٹھا لیا اور چند قدم چلا (پورا ترک تو کب ممکن ہے) اس نے اپنی عمر کو ٹھکانے لگالیا اور اپنی جان پر احسان کیا۔

لیکن اس شراب کی خاصیت یہی واقع ہوئی ہے کہ اس کا جو قطرہ حلق سے نیچے اتر جائے، اور جو گھونٹ پی لیا جائے وہ حرص میں اضافہ اور تشنگی میں زیادتی کرتا، ہے اور جب یہ کسی کو مست اور بے خود اور بے خبر کرتی ہے، اس وقت نہ اس کے کان میں نصیحت سننے کے لئے راستہ رہتا ہے اور نہ اس کے سر میں عاقبت اندیشی کی گنجائش ہوتی ہے، دنیا کی مستی، غرور اور حکمرانی یہاں تک کھینچ لے جاتے ہیں کہ لوگ پیغمبری اور خدائی کا دعویٰ کرنے لگتے ہیں، فرعون نے سلطنت مصر (جس کا رقبہ چند مربع میل سے زیادہ نہ ہوگا) کے بل پر دعویٰ خدائی کردیا، دوسروں کے متعلق کیا کہا جائے؟ کیا وہ خدا سے بیگانہ نہیں جانتا تھا کہ خدا وہ ہے جو آسمان و زمین کو پیدا کرنے والا ہے اور تو نے تو ایک مٹی کا ڈھیلا اور مکھی بھی پیدا نہیں کی، پھر یہ دعویٰ کیسا، وہ دیوانہ بھی نہ تھا کہ یہ تمام باتیں محض جنون کی وجہ سے کہہ ڈالی ہوں، اگر دیوانہ ہوتا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس کی دعوت کے لئے کیوں بھیجا جاتا، انبیاء علیہم السلام کی دعوت عقلا ہی کے لئے ہوتی ہے، مجانین اور دیوانوں کے لئے نہیں ہوتی، اس کے دعویٰ خدائی کی بنیاد دیوانگی نہ تھی بلکہ نشۂ دنیا اور غرور سلطنت ہی نے اس کو ان ہذیانات میں مبتلا کردیا تھا، بعض لوگوں کی فطرت میں غرور و حماقت کا خمیر ہوتا ہے کہ فہم و تمیز ان سے اٹھالی جاتی ہے وہ عقل طبعی کے باوجود دیوانوں جیسے کام کرتے ہیں اور دیوانوں کی سی بات

کرتے ہیں، وہ دیوانہ نہیں بلکہ "دیوانہ صفت" ہیں۔

ایک احمق اٹھتا ہے اور دعویٰ نبوت کر ڈالتا ہے وہ مسکین کچھ نہیں جانتا کہ "نبوت" کے معنی کیا ہیں "پیغمبری" خالق اور مخلوق کے درمیان پیغام رسانی کا نام ہے پیغمبر خدا سے وحی کا فیض لیتا ہے اور مخلوق کو پہنچاتا ہے، پیغمبر کی تمام عمر گناہوں سے یکسر پاک ہوتی ہے، پیغمبر کا تعلق عالم قدس و ملکوت کے ساتھ جڑا رہتا ہے، اس پر فرشتہ پیغام الٰہی لے کر نازل ہوتا ہے، پیغمبر باذن الٰہی معجزات دکھاتا ہے، زمین و آسمان میں اس کا اعجازی تصرف ہوتا ہے، پیغمبر کے اشارۂ انگشت سے چاند دو ٹکڑے ہوجاتا ہے، اس کی انگلیوں کے درمیان سے چشمے بہہ نکلتے ہیں، اسے درخت سجدہ کرتے ہیں (ان کا سجدہ تکویناً ہے غیر مکلف ہونے کی وجہ سے محل اشکال نہیں ہے) شجر و حجر پیغمبر کو سلام کرتے ہیں (ﷺ)، پیغمبر ایسی کتاب لاتا ہے جس کی مثل لانے سے اولین و آخرین جن و انس عاجز ہیں، اگر کل عقلاء و علماء جمع ہوکر اس کی تفسیر چاہیں تو اس کی نہایت سے قاصر رہیں، پیغمبر ایک شریعت پیش کرتا ہے اور عالم کو نور علم و ایمان سے منور کردیتا ہے، کافروں سے کفر اور جاہلوں سے جہل کا مرض نکال دیتا ہے، وہ دور والوں کو نزدیک لے آتا ہے اور گمراہوں کو راہ راست پر لے آتا ہے، وہ ظاہر و باطن اور صورت و سیرت کی تمام خوبیوں میں تمام انسانوں سے بالاتر اور بڑھ کر ہوتا ہے، کوئی شخص بھی اس کی کسی خوبی میں مشابہ نہیں ہوتا، پیغمبر کے لئے ایک امت ہوتی ہے جو صلاح و فلاح اور زیور محبت و اعتقاد کے ساتھ آراستہ پیراستہ ہوتی ہے، اس کے صحبت یافتہ علم و عمل، زہد و تقویٰ اور نورانیت میں سب سے بیشتر و بیشتر اور اس کی متابعت کی برکت سے جامع کمالات اور مظہر خوارق و کرامات ہوجاتے ہیں، پیغمبری محض دعویٰ یا غلبۂ سلطنت اور شوکت کا نام نہیں، یہ تمام امور بالکل واضح ہیں لیکن امت کا کیا کیا جائے حق تعالیٰ حماقت اور گمراہی سے بچائے۔

آدمی میں تین چیزیں ہیں، نفس، قلب، روح۔ نفس کی سرشت اسی کون و فساد

www.ahnafmedia.com

سے واقع ہوئی ہے، یہی جسمانی لذات اور حسن کی دلفریبیاں اس کا منتہیٰ کمال ہے، نفس زمینی اور ظلماتی ہے اور من جملہ اجزأ بدن کے ہے، البتہ دیگر اجزأ بدن کی نسبت اس قدر لطافت اور نورانیت اسے حاصل ہے کہ محسوسات کو دریافت کرسکتا ہے اور سننے، دیکھنے، سونگھنے، چکھنے اور چھونے کا مادہ بن گیا ہے، نفس کو عقلی اور روحانی لذات کی کچھ خبر نہیں، یہی نفس ہے جس نے آدمی کو اس عالم کا گرفتار کردیا ہے۔

اور روح لطیف ہے اور نورانی محض ہے اور عالم بالا سے ہے، اس کی توجہ عالم قدس کی طرف رہتی ہے، اس کی لذت علم و معرفت سے ہے اور حق تعالیٰ کی محبت اور اس کی ذات و صفات مقدسہ کی شناخت اسی کا حصہ ہے مگر چوں کہ اس کو بدن کے ساتھ تعلق ہے اور نفس کے ساتھ اس کا رشتۂ اختلاط و ازدواج واقع ہوا ہے، اس لئے نفس کے عشق و محبت میں مبتلا ہوکر سررشتہ ہاتھ سے چھوڑ بیٹھتی ہے، روح اور نفس کے تعلق کی مثال ٹھیک مرد و عورت کے تعلق کی سی سمجھنی چاہئے، روح اور نفس کے ازدواج سے لطیفہ قلب پیدا ہوا، قلب، روح اور نفس کے درمیان الٹ پلٹ رہتا ہے، اگر کسی شخص میں روحانی احکام غالب آگئے اور نفس و قلب اس کے تابع ہوگئے (یہ نہایت نادر ہے) تو اس سے تمام قسم کی خیر و صلاح پھوٹتی ہے، اور اگر نفس غالب آگیا اور روح و قلب تابع اور غلام بن گئے تو اس سے ہر قسم کا شر و فساد برپا ہوتا ہے، یہ بات مشہور ہے اور اپنی جگہ مفصل بیان ہوئی ہے، یہاں مقصد آدمی کے تذبذب اور کشاکشی کا بتلانا ہے، کہ ایک طرف اس کی عقل اس کو ایک جانب کھینچتی ہے اور نفسانی تقاضے دوسری جانب اور سو قسم کی سختی اور محنت میں بے چارہ گرفتار ہے، یہ تو ابھی اسی عالم کے شدائد و محن ہیں جو آدمی کے سر پڑتے ہیں ورنہ اگر آخرت کے احوال و شدائد کا بالتفصیل اس کو مشاہدہ ہوجائے اور ان کا تصور کرلے تو حواس ہی کھو بیٹھے، حدیث میں آیا ہے: "لو تعلمون ما اعلم لضحكتم قليلاً ولبكيتم كثيرًا." فرمایا کہ مبدا اور معاد اور آخرت کے جو احوال میں جانتا ہوں کہ کیا کیا گزر چکا ہے اور کیا کیا پیش آنے

والا ہے، اگر تم کو معلوم ہوجائے تو کم ہنسا کرو اور زیادہ رویا کرو" لیکن چونکہ ابتلاً و قضاً الٰہی اس امر کو مقتضی ہے کہ اس عالم کو نظروں سے پوشیدہ اور پردہ غیب میں رکھا جائے اور انسانوں کو جو کچھ یہاں مشاہدہ و معلوم ہے وہ صرف عالم ظاہر ہے اس لئے وہ فریب میں مبتلا اور گم کردہ راہ ہیں حق تعالیٰ فرماتے ہیں وہ (یعنی کفار) صرف دنیوی زندگی کے کچھ ظاہر کو جانتے ہیں اور آخرت سے (بالکل ہی) غافل ہیں کہ وہاں کیا ہوگا، مخبران صادق حضرات انبیأ علیہم الصلوۃ والسلام اس عالم کی خبر دیتے ہیں، اور علم و ہدایت کے نور دکھلاتے ہیں لیکن انسان بدستور نفس و طبیعت کی ظلمات میں غرق ہیں، قطعاً کان نہیں دھرتے اور قدم نہیں اٹھاتے۔ اصل حقیقت مرنے کے بعد ظاہر ہوگی کہ کیا ہے؟ عارف فرماتے ہیں:

ذرا ٹھہرو تاکہ جہان حقیقت حال سے نقاب الٹ دے، رات کی تاریکیوں میں جو کچھ تم نے کیا ہے وہ کل صبح کی روشنی میں ظاہر ہوجائے گا۔

حدیث میں ہے: "الناس نيام فاذا ماتوا انتبهوا" یعنی لوگ خواب غفلت میں سو رہے ہیں، جب مریں گے تو بیدار ہوں گے، خوب کہا ہے:

مخلوق جب تک جہان اسباب میں ہیں
سب کشتی (عمر میں سوار) اور مست خواب ہیں

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ اب اگر سوال ہو کہ پھر کیا کیا جائے اور کہاں چلے جائیں، بات بالکل الٹ پڑ گئی انبیأ علیہم السلام ترک دنیا کا حکم فرماتے ہیں اور مخلوق سے کنارہ کشی اور طبیعت و نفس کی مخالفت کی دعوت دیتے ہیں، حالانکہ اس حال کا پیدا ہونا محال اور اس کام کا بن آنا مشکل ہے، بہرحال آدمی جب تک قید حیات میں ہے اور دنیا میں رہتا ہے، اس وقت تک اسباب دنیا بنی نوع کے میل جول، آسائش طبع اور قید نفس سے اس کو چارہ نہیں، حیات دنیا کا مدار اور کار جہاں کا انتظام اسی پر ہے، جواب یہ ہے کہ جب تک کسی بات کو اچھی طرح سمجھ نہ لیا جائے اور اس کی گہرائی کو نہ

www.ahnafmedia.com

پالیا جائے اس وقت تک وہ دلنشین نہیں ہوتی اور حیرت اور پریشانی لاحق ہوتی ہے، انبیاءؑ علیہم السلام جو ترک دنیا اور مخلوق سے کنارہ کشی کا حکم کرتے ہیں اور مخالفت نفس و طبیعت کی دعوت پیش کرتے ہیں اس سے مقصد یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی نہ کی جائے، اور جادہ مستقیم کو نہ چھوڑا جائے، اور دین و شریعت نے جو راہ و روش مقرر کی ہے اسی کو لازم پکڑا جائے، اندریں صورت اگر کوئی شخص بظاہر باخلق ہوگا، درحقیقت باخدا ہوگا، بصورت دنیا میں ہوگا لیکن بمعنی تارک دنیا کہلائے گا کیونکہ اس صورت میں اگرچہ بظاہر نفس کے موافق عمل ہوگا لیکن درحقیقت اس کے خلاف ہوگا۔

اہل تحقیق کا ارشاد ہے کہ مقصود موافقت حق ہے، خلاف نفس مقصود نہیں، یعنی سلوک میں جو نفس کی مخالفت کی جاتی ہے اور اس کی ضد پر عمل کیا جاتا ہے، وہ صرف اس لئے ہے کہ حق تعالیٰ کی موافقت ہوجائے اور راہ راست پر چل سکے، اگر خود نفس ہی راہ راست پر آجائے تو اس کی مخالفت کا کوئی معنی نہیں۔

دنیا میں کچھ فقیر ہیں کچھ امیر، کچھ حاکم ہیں کچھ محکوم، بعض مالک ہیں بعض مملوک، بعض خادم ہیں بعض مخدوم، بس فقراً کو صبر لازم ہے اور اغنیا کو شکر۔ حکام کو عدل ضروری ہے اور رعایا کو اطاعت، مالکوں کو رحم چاہئے اور مملوکوں کو خدمت، خادم کے لئے ادب واجب ہے اور مخدوموں کے لئے عنایت، جو شخص جس گروہ میں ہے اس پر لازم ہے کہ اپنے راہ روش پر چلے اور طریقہ عدل ہاتھ سے نہ چھوڑے، ایسا شخص واصل اور مقرب اور مقبول بارگاہ ہوگا، اسی لئے مشائخ فرماتے ہیں کہ ہر جماعت کا سلوک اسی کا پیشہ ہے، یعنی جو جس کام اور عمل میں مشغول ہے اگر قاعدہ اور ادب کے منہاج پر ہوگا سالک ہے۔ شریعت مطہرہ کی دعوت بھی اسی نہج پر واقع ہوئی ہے، چنانچہ آنحضرت ﷺ نے کسی کو جس حرفت میں وہ مشغول تھا نکالا نہیں، کاشتکاروں کو زراعت ہی کے کام میں رکھا اور تاجروں کو تجارت میں، اہل و عیال

والوں کو اہل و عیال کے ساتھ رکھا اور مجرد لوگوں کو ترک اور تجرید میں، مالداروں کو مال و منال کے ساتھ رکھا اور فقراً کو فقر و فاقہ کے ساتھ لیکن ہر طائفہ کے لئے ایک قاعدہ اور دستور العمل مقرر فرمادیا تاکہ اس پر عمل کریں، کس چیز سے نکالا۔ کفر و معاصی سے نکالا، باقی ہر ایک کو اسی دائرہ میں رکھا۔ تمام سعادتوں کا سرچشمہ شریعت کی اطاعت اور اسلام کا اعتقاد ہے، اور اس بات کا یقین پیدا ہوجانا کہ ہر عمل کا ایک بدلہ ہے اور ہر کردار کی جزا ہے، نیک عمل کا انجام نیک اور بد کا بد۔

البتہ اتنا ضرور ہے کہ بعض لوگ نیک عمل کا بدلہ دنیا ہی میں چاہتے ہیں اور آخرت سے غافل ہیں اور دوسری جماعت کا مطمح نظر جزائے آخرت ہے اور وہ کار دنیا کو سہل جانتے ہیں اور جو شخص کسی مشروع کام کو خدا کے لئے کرتا ہے اسکی دنیا بھی بن جاتی ہے اور آخرت بھی، کیونکہ دنیا اور آخرت دونوں کا بدلہ اللہ کے قبضہ میں ہے، خدا کرے انجام بخیر ہو۔

وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین

(ماہنامہ الصدیق ماہ شعبان ۱۳۸۳ھ)

www.ahnafmedia.com

فتنوں سے حفاظت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ :

محرم الحرام سے نئے سال کا آغاز ہوتا ہے' گویا ہجرت نبوی (علیٰ صاحبہا الصلوۃ والسلام) سے اب تک زمانہ گردش ایام کی تیرہ سو بانوے منزلیں طے کر چکا ہے' اور آج سے ٹھیک آٹھ سال بعد زمانہ صد سالہ کروٹ بدل کر چودھویں صدی سے پندرہویں صدی میں منتقل ہو جائے گا۔ صدی کا آخری حصہ عموماً تنزل و انحطاط کا دور ہوتا ہے' گزشتہ چند سالوں میں امت جن حوادث سے دوچار ہوئی' انسانی قدریں جس تیزی سے پامال ہوئیں' انسانیت کے آلام و مصائب میں جس سرعت سے اضافہ ہوا اور ملت اسلامیہ پر ابتلاؤ آزمائش کے جو پہاڑ ٹوٹے اگر آئندہ آٹھ سالوں میں پستی و تنزل کی یہی رفتار رہی تو نہیں کہا جا سکتا کہ چودھویں صدی کے اختتام تک دنیا انحطاط کے کس نقطہ تک جا پہنچے گی' بظاہر یہ آٹھ سال شدید فتنوں اور آزمائشوں کے سال ہوں گے جن کا نقشہ شاید وہ ہوگا جو صحیح مسلم کی ایک حدیث میں آتا ہے :

بادروا بالاعمال فتنا کقطع اللیل المظلم'
یصبح الرجل مومنا ویمسی کافرا ویمسی
مومنا ویصبح کافراً یبیع دینہ بعرض من

الدنیا (مشکوۃ ص ۴۶۲)

ترجمہ :"ان فتنوں سے پہلے جو شب تاریک کے تہ بہ تہ ٹکڑوں کی مانند ہوں گے' اعمال میں سبقت کرو' ان میں آدمی کی یہ حالت ہوگی کہ صبح کو مومن ہوگا اور شام کو کافر اور شام کو مومن ہوگا اور صبح کو کافر اٹھے گا دنیا کے معمولی مفاد کی خاطر اپنا ایمان بیچتا پھرے گا۔"

بعض روایات کے مطابق اس امت کی طبعی عمر ایک ہزار سال تھی' اس کے بعد سے اسے ضعف پیری کا عارضہ لاحق ہوا اور وہ بتقاضائے عمر شدید امراض کا شکار ہونے لگی' تاہم مصلحین و مجددین کی گرمیٔ دل اور سوزش باطن اس کو بہترین غذا پہنچا رہی تھی اور خود امت کے باطنی قویٰ امراض و آلام کی مدافعت کا دم خم رکھتے تھے' مگر اب تو اس کے تمام اعضا شل اور باطنی قویٰ ماؤف ہو چکے ہیں' اس کی قوت مدافعت جواب دے چکی ہے' اب یہ امت فتنوں کے مقابلہ میں خم ٹھونک کر کھڑا ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتی' بلکہ ہر موقع پر طوفان کے رخ بہنے کی خوگر ہو چکی ہے۔ ادھر اس کے اطبا و معالجین اس مریض جاں بلب کی غلط چارہ سازی میں مصروف ہیں' ان کی سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر اس کا کیا کیا جائے۔ کہیں جمہوریت کے انجکشن سے اس کی بحالی صحت کی امید کی جا رہی ہے کہیں یہودیت و مغربیت کے تریاق کو اس پر آزمایا جا رہا ہے۔ کہیں سائنس اور مادیت کے کیپسول اس کے حلق سے اتارے جا رہے ہیں' کہیں سوشلزم کے مارفیا سے اسے چند لمحے تسکین دلانے کی کوشش کی جا رہی ہے مگر حیف کہ یہ برخود غلط معالجین نہ اس امت کے مزاج شناس ہیں نہ اس کے مرض اور اسباب مرض کی تشخیص کر پائے ہیں' نہ اس کے علاج کی اہلیت و صلاحیت رکھتے ہیں۔ ایسے میں یہ مریض مرے گا نہیں تو اور کیا ہوگا وکان امر اللہ قدرا مقدوراً۔

www.ahnafmedia.com

جن فتنوں کی طرف اوپر اشارہ کیا گیا ہے' ان کا آخری نقطہ دجال اعور (کانے دجال) کا فتنہ ہوگا جب سے اللہ تعالیٰ نے اس مخلوق کو پیدا کیا ہے دجال سے بڑا کوئی فتنہ آیا نہ آئے گا' یہ تمام فتنے جو آچکے ہیں یا آئیں گے گویا دجال اعور کے فتنہ کبریٰ کے لئے زمین تیار کر رہے ہیں' دجال کا فتنہ کب برپا ہوگا؟ اس کا صحیح علم تو علیم و خبیر ہی کے پاس ہے' مگر نقشہ کچھ ایسا بن رہا ہے کہ شاید اب وقت زیادہ نہیں' یہ فتنہ مومن و کافر اور خبیث و طیب کے درمیان امتیازی لکیر ثابت ہوگا۔

حدیث میں آتا ہے کہ "جو شخص ہر جمعہ کو سورہ کہف پڑھا کرے وہ فتنہ دجال سے محفوظ رہے گا (مستدرک حاکم)۔

ہر مسلمان کو اس کی فکر کرنی چاہئے' ہر جمعہ کو سورہ کہف پڑھنے کا خود بھی التزام کریں' گھر میں بیوی بچوں سے بھی اس کی پابندی کرائیں اور اپنے تمام متعلقین' دوست احباب اور عام مسلمانوں کو بھی اس کی دعوت دیں' حضرات علماء کرام اس سورہ کا درس دیں اور اس کے مضامین کی مسلمانوں کو تربیت دیں۔ اس سورہ کی مرکزی دعوت یہ ہے کہ ایک مسلمان میں کم از کم اصحاب کہف کا سا جذبہ ایمان پیدا ہونا چاہئے۔ کہ ماسوا اللہ کی ہر دعوت کو شطط (بیہودہ بات) کہہ کر ٹھکرا دے اور وقت آنے پر خویش اقرباء اور گھر بار کو تج کر اللہ کے نام پر کسی گوشہ گمنامی کی طرف ہجرت کر جائے۔ دنیا کی رنگا رنگی کا سبز باغ اس کے عقیدہ ایمان کو متزلزل نہ کر سکے' اس کے نزدیک آخرت کی "باقیات صالحات" کے مقابلہ میں متاع دنیا کی تمام رعنائیاں اور دلفریبیاں ذرہ بے مقدار سے بڑھ کر حقیر و ذلیل ہوں' اس کا عقیدہ یہ ہو کہ آخرت کا دامن ہاتھ سے چھوڑ کر صرف دنیا کے لئے مرنے کھپنے والے احمقوں کا ٹولہ ہیں' جن کے ہاتھ حسرت و بربادی اور خسارہ و نقصان کے سوا کچھ نہیں آئے گا۔

امن و امان کے عام حالات میں ایک سپاہی کو مقررہ وظیفہ دیا جاتا ہے' مگر جب چاروں طرف بغاوت اور شورش کے شعلے بھڑک اٹھیں اور حکومت وقت سے سرکشی و سرتابی کی فضا عام ہو جائے' اس زمانے میں کسی سپاہی کی جانب سے وفاداری کا مظاہرہ بڑی قیمت رکھتا ہے اور اس کا باغی فوج کے سامنے سینہ تان کر کھڑے ہو جانا قدر و منزلت سے دیکھا جاتا ہے' اسے خلعت شاہی اور گرانقدر انعامات سے نوازا جاتا ہے اس کے منصب میں ترقی دی جاتی ہے اور اسے بیش بہا عطیات کا مستحق سمجھا جاتا ہے۔

آج جب کہ بگڑی ہوئی انسانیت میں اپنے خالق سے بغاوت و برگشتگی کی فضا عام ہے' احکام الٰہیہ کو توڑا جا رہا ہے' مادیت کا فتنہ اطراف عالم کو محیط ہے' ایسے حالات میں جو لوگ اپنے کریم آقا سے وفاداری و اطاعت شعاری کا ثبوت پیش کریں گے انہیں بیش بہا انعامات کی دولت سے نوازا جائے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :

العبادة فی الهرج کهجرة الی۔

(مشکوٰۃ ص ۴۶۲ بروایت مسلم)

ترجمہ: "فتنہ کے زمانے میں عبادت کرنے کا درجہ ایسا ہے جیسے کوئی شخص ہجرت کر کے میرے پاس آئے۔"

ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ "اس امت کے آخر میں کچھ لوگ ہوں گے جن کو امت کے پہلے لوگوں (صحابہ کرام) جیسا اجر و انعام عطا کیا جائے گا۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا حکم کریں گے' اس کی نافرمانی سے منع کریں گے' اور ان لوگوں سے' جو فتنہ میں مبتلا ہیں' مقابلہ کریں گے۔"

(مشکوٰۃ ص ۵۸۴)

www.ahnafmedia.com

اس پُرفتن زمانہ میں جن سعادت مندوں کو اپنے ایمان کی فکر اور اطاعت خداوندی کی لگن ہے' اور جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ذریعہ امت کو ایمان و عمل کی لائن پر ڈالنے کی محنت میں کوشاں ہیں' وہ بہت ہی مبارکباد کے مستحق ہیں' انہیں فتنوں سے گھبرانا نہیں چاہئے کہ یہ ان کے لئے نہایت اعلیٰ درجات و ترقیات کا ذریعہ ہیں۔ مگر خود مادیت کے گرداب سے نکل کر ایمان و یقین کی لائن پر پڑنا' اور بندگان خدا کو اس کی دعوت دینا بغیر اس کے ممکن نہیں کہ وقفہ وقفہ کے بعد کچھ وقت نکال کر اللہ والوں کی پاکیزہ مجلسوں میں حاضری دی جائے' ہر محلہ کی مسجد کو محلہ والوں کی دینی ضروریات اور ایمان و عمل کی دعوت کا مرکز بنایا جائے ہر گھر کو ذکر و تلاوت سے معمور کیا جائے' اور اس کے لئے اتنی محنت کی جائے کہ ہر مسلمان کا رابطہ مسجد سے استوار ہو جائے بس یہ ہے آج امت کی سب سے بڑی ضرورت۔

"چونکہ احکام شرعیہ کا مدار حساب قمری پر ہے اس لئے اس کی حفاظت فرض علی الکفایہ ہے پس اگر ساری امت دوسری اصطلاح کو اپنا معمول بنالیوے جس سے حساب قمری ضائع ہو جائے' سب گنہگار ہوں گے اور اگر وہ محفوظ رہے (تو) دوسرے حساب کا استعمال مباح ہے' لیکن خلاف سنت سلف ضرور ہے' اور حساب قمری کا برتنا بوجہ اس کے فرض کفایہ ہونے کے لابد افضل، احسن ہے"

(تفسیر بیان القرآن۔ حضرت حکیم الامت تھانویؒ)

کہنے کو تو چھوٹی سی بات ہے مگر ہے بہت بڑی۔ انگریزیت کے زیر اثر آج کے دیندار حلقوں میں بھی انگریزی تاریخ کا رواج ایسا عام ہے کہ اسلامی تاریخ کی سنت بہت سے حلقوں میں مٹ چکی ہے' آیئے نئے سال کے آغاز پر اس سنت کے احیاء کا عزم کریں۔

وفقنا اللہ لکل خیر و سعادۃ۔

(بینات محرم ۱۳۹۳ھ)

چند باتیں دوسرے جہان کی

تین بھائی، تین قبریں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ!

تاریخ ابن عساکر میں صدقہ بن یزید سے نقل کیا ہے' وہ کہتے ہیں کہ میں نے طرابلس کی ایک جانب تین قبریں دیکھیں جو بلند زمین پر واقع تھیں۔ ایک پر یہ قطعہ لکھا تھا:

وکیف یلذالعیش من ھوموقن
بان المنایا بغتتہ ستعاجلہ
وتسلبہ ملکا عظیما ونخوۃ
وتسکنہ البیت الذی ہو آجلہ

ترجمہ: "ایک ایسے شخص کو لذت عیش کیونکر نصیب ہے جسے یقین ہے کہ موت عنقریب اسے اچانک دبوچ لے گی' اس کی حکومت و سلطنت' نخوت و غرور اور کروفر خاک میں ملا دے گی' اور اسے

www.ahnafmedia.com

آخری گھر میں قیام پر مجبور کردے گی"۔

دوسری قبر پر یہ قطعہ لکھا تھا :

وکیف یلذالعیش من ہوعالم
بان الہ الخلق لابدسائلہ
فیاخذ منہ ظلمہ لعبادہ
ویجزیہ بالخیر الذی ہو فاعلہ

ترجمہ :"اور ایک ایسے شخص کو لذت عیش کیونکر نصیب ہو جو جانتا ہے کہ الہ العالمین اس سے یقیناً محاسبہ کریں گے' اس کی جانب سے بندوں پر جو ظلم ہوا اس پر مواخذہ ہوگا' اور اس نے جو خیر کا کام کیا ہوگا اس کی جزا دیں گے"۔

تیسری قبر پر یہ قطعہ لکھا تھا :

وکیف یلذالعیش من ہوصائر
الی جدث تبلی الشباب منازلہ
وتذہب حسن الوجہ من بعد ضوئہ
سریعا ویبلی جسمہ و مفاصلہ

ترجمہ :" اور ایک ایسے شخص کو لذت عیش کیونکر نصیب ہو جو ایک ایسے گڑھے میں پہنچنے والا ہے جس کی منزلیں اس کی جوانی کو غارت کردیں گی' چمکتے ہوئے چہرے کا سارا حسن چند لمحوں میں جاتا رہے گا اور اس کے جسم کے جوڑ بند ریزہ ریزہ ہو جائیں گے"۔

قریب ہی ایک بستی تھی میں اس میں ٹہرا' وہاں کے ایک بڑے میاں سے ان

تین قبروں کے کتبوں کا ذکر کیا اور ان پر اظہار تعجب کیا' وہ بولے کہ ان کا قصہ اس سے بھی عجیب تر ہے' میری فرمائش پر انہوں نے بتایا کہ یہ تین بھائی تھے' ایک بادشاہ کا حاشیہ بردار تھا' سول اور فوج کے متعدد مناصب پر فائز تھا۔ دوسرا ایک امیر کبیر سرمایہ دار تھا' تجارت کا جال دور دور تک پھیلا ہوا تھا۔ تیسرا عابد و زاہد تھا' دنیوی علائق سے الگ تھلگ یاد مولا میں مشغول تھا' عابد کی موت کا وقت آیا تو اس کا وہ بھائی جو شاہ کا ہم نشیں اور ان دنوں خلیفہ وقت عبدالملک بن مروان کی جانب سے اسی صوبے کا گورنر تھا' نیز دوسرا بھائی جو تاجر تھا۔ دونوں اس کے پاس آئے' اور اس سے وصیت کی فرمائش کی' اس نے کہا : نہ میرے پاس مال ہے جس کے خرچ کرنے کی وصیت کروں' نہ مجھ پر قرض ہے کہ اس کی ادائیگی کی تاکید کروں' نہ کچھ سامان چھوڑ کر جارہا ہوں کہ اس کی تقسیم کے بارے میں کچھ کہوں' البتہ ایک بات کا وعدہ کرو کہ تم اس کے خلاف نہیں کروگے' جب مروں تو مجھے کسی اونچی جگہ دفن کرکے میری قبر پر یہ قطعہ لکھ دو (پہلا قطعہ جو اوپر نقل کیا گیا ہے) بعد ازاں تین دن تک میری قبر پر آتے رہو تاکہ شاید تمہیں اس سے عبرت و نصیحت حاصل ہو۔ دونوں بھائیوں نے اس کی وصیت پوری کی' تیسرے دن جب گورنر صاحب نے اپنے بھائی کی قبر کی زیارت سے فارغ ہو کر واپسی کا ارادہ کیا تو قبر کے اندر سے کسی چیز کے زور سے گرنے کی آواز سنائی دی' جس سے وہ کانپ گیا' اور نہایت خوف اور دہشت کی حالت میں گھر لوٹا رات ہوئی تو مرحوم بھائی کو خواب میں دیکھا' اس سے دریافت کیا کہ یہ خوفناک آواز کیسی تھی؟۔ اس نے بتایا کہ یہ ہتھوڑے کی آواز تھی مجھ سے کہا گیا کہ تو نے فلاں وقت ایک مظلوم دیکھا تھا مگر اس کی مدد نہیں کی۔ صبح ہوئی تو گورنر صاحب نے اپنے بھائی اور دیگر خواص کو جمع کیا اور انہیں بتایا کہ اس نے اپنے تمام موجودہ مشاغل سے دست کش ہونے کا فیصلہ کیا ہے' چنانچہ اس نے امارت و ریاست

www.ahnafmedia.com

سے استعفیٰ دیا' جنگل میں بسیرا کیا اور عبادت میں مشغول ہو گیا' اس کی وفات کا وقت آیا تو اس کا ماجر بھائی حاضر ہوا اور اس سے وصیت کی فرمائش کی۔ اس نے کہا نہ میرے پاس مال ہے نہ قرض۔ البتہ میری درخواست ہے کہ جب مروں تو بھائی کے پہلو میں مجھے دفن کرو' اور میری قبر پر یہ قطعہ لکھدو (یہاں دوسرا قطعہ درج ہے جو اوپر ذکر کیا گیا ہے) اور تین دن تک میری قبر پر آتے رہو' اس کا انتقال ہوا تو اس کے بھائی نے اس کی وصیت کی تعمیل کی' تیسرے دن جب قبر پر حاضری دے کر واپس ہونے کا ارادہ کیا تو قبر سے ایک خوفناک آواز سنائی دی جس سے اس کے حواس معطل ہو گئے' کانپتا ہوا گھر لوٹا' رات ہوئی تو بھائی کو خواب میں دیکھا' اور حال احوال دریافت کیا' اس نے بتایا کہ بحمداللہ ہر طرح خیریت سے ہوں اور توبہ ہر خیر کو جمع کر ہی دیتی ہے پوچھا کہ دوسرے بھائی کا کیا حال ہے؟ کہا : وہ تو ابرار کے ساتھ بہت ہی بلند درجہ پر فائز ہے پوچھا کہ ہمارے بارے میں تمہارے یہاں کا قانون کیا ہے؟ اس نے بتایا کہ جس نے جو کچھ آگے بھیجا ہوا سے مل جاتا ہے' اس لئے تم ناداری سے قبل اپنی مال داری کو غنیمت سمجھ کر اس سے فائدہ اٹھاؤ۔ صبح ہوئی تو اس تیسرے بھائی نے بھی توبہ کی' دنیا کے عیش و آرام کو خیرباد کہا' مال و دولت فقرا و مساکین میں تقسیم کر دی' اور تمام مشاغل سے یکسو ہو کر عبادت میں مشغول ہو گیا' اب کاروبار اس کے لڑکے نے سنبھال لیا' اس کی وفات کا وقت آیا تو صاحبزادے نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ ابا جان! کوئی وصیت فرمایئے۔ جواب دیا بیٹا! میرے پاس مال نہیں جس کی وصیت کروں' البتہ جب مروں تو مجھے دونوں بھائیوں کے پہلو میں دفن کرو' اور میری قبر پر یہ قطعہ لکھو (یہاں تیسرا درج ہے جو اوپر نقل کیا گیا) بعد ازاں تین دن تک میری قبر پر آتے رہو۔ بیٹے نے باپ کی وصیت پوری کی' تیسرے دن جب اس کی قبر پر آیا تو اندر سے ایک مہیب آواز سنی! خوف و ہراس کی حالت میں گھر لوٹا' رات ہوئی تو والد صاحب کو

خواب میں دیکھا' حال احوال دریافت کیا' باپ نے کہا:

"بیٹا" تھوڑے دنوں بعد تو ہمارے پاس آ پہنچے گا۔ معاملہ بڑا سخت ہے' اس لئے طویل سفر پر روانہ ہونے کی تیاری جلدی کر لو' اور جس منزل سے کوچ کرنے والے ہو وہاں سے اپنا سامان اس منزل میں منتقل کر لو جس میں تم کو رہائش اختیار کرنی ہے۔ دیکھو! اس دھوکے میں مت پڑو جو باطل کے پرستاروں کو لگا ہے' انہوں نے اپنی امیدوں کو طول دیا' اور معاد کے معاملہ میں کوتاہ اندیشی سے کام لیا' انہیں موت کے وقت ندامت ہوئی اور اضاعت عمر پر افسوس ہوا' مگر نہ تو موت کے وقت ندامت ان کے لئے سود مند ہوئی' نہ اس وقت اپنی کوتاہی پر افسوس کرنے سے انہیں فائدہ ہوا۔ بس بیٹا! جلدی کرو' جلدی کرو' جلدی کرو"۔

بڑے میاں نے بتایا کہ جس رات اس نوجوان نے خواب دیکھا اس کی صبح کو میں اس کے پاس گیا تو اس نے مجھ سے اپنے خواب کا قصہ بیان کیا اور کہا کہ میرے والد صاحب نے مجھے تین بار جلدی کرو' جلدی کرو' جلدی کرو کا حکم دیا ہے۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ میری زندگی کے تین مہینے یا تین دن باقی رہ گئے۔ چنانچہ تیسرا دن ہوا تو اس نے اپنے اہل و عیال کو بلا کر انہیں رخصت کیا' اور رات آئی تو قبلہ رخ ہو کر کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے جان' جان آفریں کے سپرد کر دی۔

(اتحاف السادۃ المتقین ج ۱۰۔ ص ۳۵۷)۔

(رجب ۱۳۹۴ھ)

www.ahnafmedia.com

ہماری قابلِ فخر تاریخ

اور

اس کے مختلف ادوار کا باہمی فرق

ماہنامہ ''الرشید'' میں کتاب ''الزہد والرقاق'' مؤلفہ امام عبداللہ بن مبارک کا ترجمہ بالاقساط شائع ہورہا ہے۔ ربیع الثانی ۱۳۹۵ھ (مئی ۱۹۷۵ء) کے شمارے میں جو قسط کا ترجمہ ہوا ہے، اس کا عنوان ہے ''باب الاجتہاد فی العبادۃ''، اس باب میں امام ابن مبارکؒ نے متعدد روایات نقل کی ہیں جن کا مشترکہ مضمون یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ میں عبادت الٰہی کا ذوق وشوق کیسا تھا؟ اور بعد کے لوگوں میں تدریجاً اس رنگ میں کس طرح فرق پیدا ہوتا چلا گیا؟ مثلاً:

۱.....مجاہدؒ (تابعی) فرماتے ہیں کہ آج تمہارا عبادت میں انتہائی کوشش کرنے والا صحابہ کرامؓ کے مقابلہ میں کھیلنے والے کی مانند ہے۔

۲.....بلال بن سعدؒ کہتے ہیں، صحابہ کے مقابلہ میں تمہارا زاہد راغب ہے، عبادت گزار کوتاہی کرنے والا ہے، عالم جاہل ہے، اور جاہل دھوکہ میں مبتلا ہے۔

۳.....عبادہ بن قرص لیثیؒ فرماتے ہیں، تم بعض ایسے اعمال کرگزرتے ہو کہ تمہارے نزدیک تو اس کی حیثیت بال برابر بھی نہیں، لیکن رسول اللہ ﷺ کے زمانے

میں ہم انہیں ہلاک کرنے والے اعمال کہتے تھے۔

۴.....حضرت مسور بن مخرمہؓ فرماتے ہیں، ایسے ایسے لوگ زیر زمین چلے گئے کہ اگر وہ مجھے تمہارے ساتھ بیٹھا ہوا دیکھ لیتے تو مجھے شرم آنے لگتی۔

۵.....حضرت عائشہ صدیقہؓ نے حضرت لبیدؓ کے دو شعر پڑھے:

ذھب الذین یعاش فی اکنافھم

و بقیت فی نسل کجلد الاجرب

یتحدثون مخافۃ و ملاذۃ

و یعاب قائلھم و ان لم یشغب

ام المؤمنین نے یہ شعر پڑھ کر فرمایا کہ اگر لبیدؓ ہمارے دور کے لوگوں کو دیکھتے تو ان پر کیا گزرتی؟ اور امام زہریؒ نے حضرت عائشہؓ کا یہ ارشاد نقل کر کے فرمایا کہ ام المؤمنینؓ اگر ہمارے دور کے لوگوں کو دیکھتیں تو ان کا کیا حال ہوتا؟

۶.....عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ فرماتے ہیں کہ اگر اس امت کے پہلے بزرگوں میں سے دو شخص اپنے مصحف لے کر کسی وادی میں نکل آئیں تو وہ لوگوں کے پاس ایسی حالت میں آئیں گے کہ جن اعمال پر وہ گامزن تھے ان میں سے کسی کو نہیں پہچانیں گے، ان تمام روایات سے جو بات معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر زہد وخشیت، اخلاص وللّٰہیت اور عبادات میں ذوق و شوق اور فنا ومحویت کا جو رنگ تھا اگر اس کا مقابلہ مابعد کے لوگوں سے کیا جائے تو بعد کے لوگ صحابہ کے مقابلے میں صفر نظر آئیں گے۔ اسی طرح حضرات تابعینؒ کے اخلاص وایمان، یقین وتوکل سے بعد کی امت کے عابدین وزاہدین کے اخلاص وعمل

www.ahnafmedia.com

کا مقابلہ کیا جائے تو یہ لوگ ان کے مقابلہ میں کالعدم معلوم ہوں گے۔

یہ نقشہ جو امام عبداللہ بن مبارکؒ نے پیش کیا ہے بالکل فطری نقشہ ہے جس کا اندازہ ہر شخص آج سے بیس، تیس سال قبل کے حالات سے آج کے حالات کا مقابلہ کرنے کے بعد کر سکتا ہے۔ بالکل جس شخص کو حق تعالیٰ نے چشم بصیرت عطا کی ہو اسے صاف نظر آئے گا، انسانی اخلاق و اعمال میں تنزل و انحطاط اس تیزی سے ابھر رہا ہے کہ ہر گزشتہ کل آج سے بہتر معلوم ہوتی ہے، قیام پاکستان کے زمانہ میں لوگوں کے اخلاق و اخلاص کی جو کیفیت تھی وہ آج ڈھونڈنے سے نہیں ملتی، لیکن مولانا رومی کے بقول "ہر چہ گیرد علت شود"۔ ایک معاصر نے امام عبداللہ بن مبارکؒ کے مندرجہ بالا نقشہ سے جو نتیجہ اخذ کیا ہے، وہ یہ ہے:

"گویا (امام ابن مبارکؒ کے قول کے مطابق) رسول اللہ ﷺ کی وفات کے پچیس تیس سال بعد یعنی حضرت لبیدؓ کی وفات سے قبل دورِ صحابہ کے مسلمانوں کی وہ حالت ہو چکی تھی جس کا ذکر حضرت لبیدؓ نے اشعار میں کیا۔ حضرت عائشہؓ نے ان سے پندرہ سولہ سال بعد کے لوگوں کو (جو اصحاب تابعین پر مشتمل تھے) حضرت لبیدؓ کے زمانے سے بھی گیا گزرا بتایا، حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اپنے عہد کے مسلمانوں کا رونا رویا، اور جناب امام زہریؒ نے اپنے زمانے کی حالت ان سے بھی ابتر بتائی۔

اگر خود ہماری پیش کردہ تاریخ کی روشنی میں مخالفین یہ کہیں کہ کیا یہی تھا وہ انقلاب عظیم جسے قرآن کریم کی تعلیم اور رسول اللہ ﷺ کی تربیت نے عربوں کی حالت میں پیدا کیا

تھا، اور یہی تھی صحابہؓ اور تابعینؒ پر مشتمل جماعت جسے آپ دنیا کے سامنے فخر کے ساتھ پیش کرتے ہیں تو فرمایئے کہ آپ کے پاس اس اعتراض کا کیا جواب ہوگا؟ حضرت لبیدؓ کا انتقال ۴۱ھ میں ہو رہا تھا اور حضرت عائشہؓ کا ۵۷ھ میں یہ دور (۴۰ھ تک) تو خلافت راشدہ کا زمانہ تھا۔" (ماہنامہ طلوع اسلام اگست ۷۵ء)

سطور بالا میں امام عبداللہ بن مبارکؒ کے مقصد کی جو وضاحت کی گئی ہے، اسے اچھی طرح سمجھ لینے کے بعد معلوم ہوگا کہ معاصر عزیز نے ہماری قابل فخر تاریخ پر مخالفین کی زبان سے جو اعتراض ان روایات سے اخذ کرنے کی کوشش کی ہے، اس کا منشأ موصوف کی خوش فہمی کے سوا کچھ نہیں اور یہ خوش فہمی اس لئے پیدا ہوئی کہ معاصر عزیز اپنے تجزیہ میں دو چیزوں کے درمیان امتیاز کرنا بھول گیا۔

پہلی چیز ہماری قابل فخر تاریخ اور اس کا صدر اول سے لے کر آج تک تسلسل ہے۔ اسلامی تاریخ کا آغاز آنحضرت ﷺ سے ہوا اور اس کی انتہا صبح قیامت پر ہوگی، اس میں ایک لمحہ کے لئے بھی کبھی انقطاع نہیں ہوا۔ رسول اللہ ﷺ کا لایا ہوا دین جس طرح کل زندہ تھا، آج بھی زندہ ہے۔ قرآن کریم اپنے الفاظ و معانی کے ساتھ جس طرح دور نبویؐ میں محفوظ تھا، آج بھی محفوظ ہے۔ آنحضرت ﷺ کے ارشادات طیبات جس طرح دور صحابہؓ میں محفوظ تھے، آج بھی محفوظ ہیں اور پورے کا پورا دین جس طرح صدر اول میں محفوظ تھا، اسی طرح آج بھی محفوظ ہے اور قیامت تک رہے گا۔

پھر اس دین پر عملاً و اعتقاداً اور حالاً و ذوقاً عمل کرنے والوں کا ایک جم غفیر بھی ہر زمانے میں ہمیشہ موجود رہا ہے اور رہے گا، یہ ہے ہماری قابل فخر تاریخ جس کی

www.ahnafmedia.com

نظیر دنیا کی کوئی قوم نہیں پیش کرسکتی اور نہ قیامت تک کر سکے گی۔

دوسری چیز ہے ہماری قابل فخر تاریخ کے بعض حصوں کا دوسرے بعض حصوں سے تقابلی مطالعہ کرنا، اس سے نہ تو ہماری تاریخ داغدار ہوتی ہے اور نہ کسی معترض کے لئے اس میں اعتراض کی گنجائش ہے۔ مثلاً ہم کہہ سکتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا دور خلافت اپنی روحانیت وللّٰہیت، خشیت و اخلاص اور زہد وتقویٰ کے اعتبار سے انسانی تاریخ کا ممتاز ترین دور تھا، لیکن صدیقی دور کا مقابلہ آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک سے کریں تو زمین و آسمان کا فرق نظر آئے گا، اسی طرح حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کا دور خلافت انسانیت کا تابناک دور ہے، لیکن اگر عہد فاروقی اور عہد عثمانی کا مقابلہ صدیقی دور سے کیا جائے تو وہی نسبت نظر آتی ہے جو صدیقی دور کو عہد نبویؐ سے تھی۔ الغرض جب ہر آنے والے دور کا مقابلہ گزشتہ دور سے کیا جائے گا تو ایسا نظر آئے گا کہ دور ثانی، دور اول کے مقابلے میں کالعدم ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے علم و زہد سے اگر شیخ ابن ہمامؒ کا مقابلہ کر کے یہ کہیں کہ ابن ہمامؒ، ابوحنیفہؒ کے مقابلہ میں صفر ہیں تو اس سے کون عقل مند یہ نتیجہ اخذ کرنے بیٹھ جائے گا کہ ابن ہمامؒ اسلام کی مایہ ناز شخصیت نہیں۔

اگر یہ کہا جائے کہ تابعینؒ کی پوری جماعت مل کر بھی کسی ادنیٰ سے ادنیٰ صحابیؓ کے فضل وکمال کا مقابلہ نہیں کرسکتی یا یہ کہا جائے کہ پوری انسانی تاریخ کے علماء و فضلاء اور صلحاء جمع ہوکر بھی کسی نبی کے فضل وکمال کی گرد تک کو نہیں پہنچ سکتے، تو کیا اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے ان تمام اکابر کے فضل وکمال کی نفی کردی، یا یہ کہ وہ ہمارے لئے لائق فخر نہیں ہیں۔

حضرت لبیدؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت عبداللہ بن عمروؓ اور امام زہریؒ وغیرہ

رضی اللہ عنہم نے اگر اپنے اپنے دور کے لوگوں کا اکابر صحابہؓ کے علم وعمل، یقین و ایمان، اور زہد وتقویٰ سے مقابلہ کرتے ہوئے یہ فرمایا کہ آج لوگوں کو ان اکابر سے کوئی نسبت نہیں یا یہ کہ ان کے مقابلے میں آج کے لوگ کالعدم اور ہیچ ہیں تو اس سے کون دانشمند وہ نتیجہ اخذ کرے گا جو ''معاصر عزیز'' کی خوش فہمی نے اخذ کرنے کی کوشش کی ہے۔

مختصر یہ کہ اسلامی تاریخ کا ہر دور اپنی جگہ لائق صد فخر ہے اور دنیا کی کوئی قوم اس کی نظیر پیش نہیں کرسکتی، لیکن ہر دور کو اپنے ماقبل کے مقابلہ میں وہی نسبت ہے جو ذرے کو آفتاب کے ساتھ ہوسکتی ہے، یہی مضمون ہے حضرت انسؓ کے اس ارشاد کا کہ: ''وما انفضنا ایدینا حتیٰ انکرنا قلوبنا۔''

اور یہ فرق جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا ہر صاحب بصیرت کو بدیہی طور پر محسوس ہوتا ہے۔ اس کا انکار صرف وہی لوگ کرتے ہیں، یا کرسکتے ہیں جو ''معاصر عزیز'' کی طرح خوش فہمی کے حصار میں پناہ گزیں ہوں۔

(اسلامی صفحہ اقرأ روزنامہ جنگ کراچی جون ۱۹۷۵ء)

www.ahnafmedia.com

ایک ناروا جسارت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی :

اخبارات و رسائل میں چرچا ہے کہ ہالی وڈ کی ایک یہودی فلمساز کمپنی مسٹر قذافی کے تعاون سے لیبیا کے صحراؤں میں محمد رسول اللہ کے نام سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ پر فلم تیار کر رہی ہے۔

"آسمان راحق بود گر خوں ببارد برزمین"

ابلیس کی ذریت ایک مدت سے اسلام کی جڑیں کھوکھلی کرنے میں تدریجاً مصروف ہے۔

۱:۔ سب سے پہلے انہوں نے مسلمانوں میں تصویر سازی کا رواج ڈالا اور رفتہ رفتہ مسلمانوں کے ذہن سے یہ بات نکل گئی کہ اسلام میں جاندار کی تصویر بنانا اور رکھنا نہ صرف حرام ہے' بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو لعنت و پھٹکار کا موجب قرار دیا ہے۔

۲:۔ پھر ایک تدریجی قدم اور اٹھایا اور پردہ فلم پر صنف نازک کو بے پردہ کر کے مسلمانوں کی اسلامی غیرت اور انسانی حسن کو کچل ڈالا' کل تک جو حرکتیں بے حیائی اور بے غیرتی کہلاتی تھیں آج وہ عین تہذیب و شرافت تصور کی جانے لگیں اور ناچنے گانے کو ایک "شریفانہ فن" تصور کیا گیا۔ ظاہر ہے کہ جب شرم

و حیاء کا جنازہ نکل جائے' فواحش و معاصی سے نفرت کرنے والی حس ہی ختم ہو جائے تو انسان اور چوپائے کے درمیان کیا فرق رہ جاتا ہے۔

۳:۔ اس کے بعد اسلام کے شعائر کو تفریح و تماشا کا ذریعہ بنایا گیا اور "حج فلم" تیار کی گئی۔ یہ خطرہ کی پہلی گھنٹی تھی کہ اب اسلام کی کوئی چیز ان درندوں کی دستبرد سے محفوظ نہیں رہے گی۔

۴:۔ پھر ایک اور قدم اٹھایا اور "فجر اسلام" کے نام سے صحابہ کرام کی شخصیتوں کو لہو ولعب کا نشانہ بنایا گیا اور اس کی افادیت پر نام نہاد مفتیان کرام کے فتوے حاصل کئے گئے۔ یہ اس بات کی علامت تھی کہ فتنے کا یہ طوفان کناروں سے اچھل پڑا ہے اور اب براہ راست ذات اقدس نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) اس طوفان کی زد میں ہے۔ مگر افسوس کہ مسلمانوں کی بے حسی نے اس پر بھی انگڑائی نہ لی۔

۵:۔ بالآخر وہ روز بد آ ہی گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدس کو ایکٹروں اور ایکٹرسوں کے ٹھمکنے اور ناچنے کا تختہ مشق بنا لیا گیا اور یہودی و سامراجی اپنے گھناؤنے منصوبے میں کامیاب ہو گئے۔

۶:۔ اور اس کے بعد اب منتظر رہنا چاہیے کہ نعوذ باللہ خدا تعالیٰ کی ذات کو بھی پردہ فلم پر لایا جائے گا اور مسلمان خدا اور فرشتوں کی فلمیں دیکھ دیکھ کر ایمان کو تازہ اور معرفت باللہ کی منازل طے کیا کریں گے۔ تف ہے ہماری زندگی پر' اور حیف ہے ہماری مسلمانی پر ہمارے جیتے جی کفر کو یہ جرات ہوئی کہ ملعون یہودی ہماری آنکھوں کے سامنے قدوسیوں کے امام حضرت ختمی مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مطہر و مقدس کو اپنے ناپاک حربوں کا نشانہ بنا رہے ہیں کاش! ذلیل

www.ahnafmedia.com

یہودیوں کے ہاتھوں ذلیل ہونے کے لئے ہم دنیا میں زندہ نہ ہوتے' کاش اس منحوس دن سے پہلے ہم مر گئے ہوتے۔

کاشکے کہ مادر نہ زادے مرا
یا مرا شیرے بخور دے در چرا
بسے نادیدنی رادیدۂ ام
مرا اے کاشکے مادر نزادے

بہرحال ہماری ذلت و رسوائی' ہماری بدبختی و شقاوت اور ہماری نکبت و بدحالی کے لئے یہ داغ روسیاہی کافی ہے کہ ہماری زندگی میں یہودیوں کا ناپاک ہاتھ محسن انسانیتؐ کے دامن مقدس تک پہنچ چکا ہے اور فلم "محمد رسول اللہ" یہودی ایکٹروں اور ایکٹرسوں نے سنا ہے کہ قریباً تیار کرلی ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم مرنے کے بعد حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا منہ دکھائیں گے جب آپؐ یہ ارشاد فرمائیں گے کہ : او اسلام کو بدنام کرنے والو! تم نے وہ ہاتھ کیوں نہ توڑ ڈالے جنہوں نے میرے دامن تک پہنچنے کی جرات کی تھی؟۔

پس چہ باید کرد؟

اب اس مصیبت عظمیٰ کا علاج یہی ہو سکتا ہے کہ یہ گندی فلم جہاں بنی ہے وہیں دفن ہو جائے۔ اس سلسلے میں' میں پہلے اکابر کے تین مضامین نقل کرتا ہوں۔ اور اس کے بعد ان کی روشنی میں میں اپنی تجاویز عرض کروں گا۔

پہلا مضمون "انجمن اصلاح المسلمین" ہوتی مروان "کا اشتہار ہے۔

دوسرا مضمون مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کراچی اور مولانا سید محمد یوسف

بنوری کا اخباری بیان ہے جو روزنامہ جنگ کراچی ۱۵ مئی ۱۹۷۵ء کی اشاعت میں شائع ہوا۔

تیسرا مضمون حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندہلوی مدظلہ العالی کے طویل مکتوب گرامی کا خلاصہ ہے جو حضرت نے مدینہ طیبہ سے مولانا بنوی مدظلہ کے نام ارسال فرمایا ہے :

ذیل میں ترتیب وار تینوں مضامین پیش خدمت ہیں :

۱

مسلمانو! متحد ہو جاؤ

ناموس رسالتؐ کے خلاف یہودی سازش اور بین الاقوامی گٹھ جوڑ...!

برادران اسلام! ناموس رسالتؐ کی خاطر کٹ مرنے کا وقت آگیا ہے۔ عالم اسلام کے خلاف یہودی سازشیں بے نقاب ہو گئی ہیں۔ عرصہ دراز سے یہودی اپنی مذموم سازش کے تحت خاتم المرسلینؐ کی ذات اقدس میں گستاخی کی جسارت کر کے حیات طیبہ کو فلمانے کی کوشش میں سرگرم عمل تھے چنانچہ ان ارادوں کو عملی جامہ پہنانے کے لئے اب یہودیوں کے ساتھ 'روس' بھارت' امریکہ اور اٹلی نے گٹھ جوڑ کر کے ہالی وڈ کے صد ایکٹر اور ایکٹرسوں کے ذریعے صحرا لیبیا میں "محمد رسول اللہ" کے نام سے دس ملین ڈالر کی لاگت سے ۱۸ زبانوں میں فلم تیار کر رہے ہیں بلکہ قریب الاختتام ہے۔ یاد رہے کہ ہالی وڈ کے یہ ایکٹر اور ایکٹرسیں صحابہؓ اور صحابیاتؓ کا کردار ادا کریں گے' اسرائیلی وزیر خارجہ نے بہت پہلے یہ انکشاف کیا تھا کہ جس طرح "ہم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی فلم

www.ahnafmedia.com

بنا کر عیسائیوں کے دل سے حضرت عیسیٰ کی عظمت نکال دی ہے اسی طرح محمدؐ پر فلم بنا کر کمزور مسلمانوں کے دلوں اور دماغوں سے محمدؐ کو نکالنا چاہتے ہیں" لیکن گندے یہودی شاید اس حقیقت سے ناآشنا ہیں کہ نبی آخر الزماںؐ اور قرآن کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود لیا ہے۔

مسلمانو! اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا کر دکھانے کے لئے میدان عمل میں کود پڑو اور اس کڑی آزمائش سے سرخرو نکلنے کے لئے ناموس رسالتؐ کی خاطر تن من دھن کی بازی لگاؤ' دنیا بھر کے مسلمانوں نے عہد کر رکھا ہے کہ ہم یہودی مکروفریب کا خاتمہ کر کے دم لیں گے اور جس سینما میں بھی اس فلم کی نمائش کی جائے گی اس کو جلا کر راکھ کر دیں گے اور اس کے مالک بھی صفحہ ہستی سے مٹ جائیں گے۔ اس سلسلے میں مسلمانان ہوتی مردان کے علماء اور معززین نے ایک جامع پروگرام کے تحت ۱۹ مئی ۱۹۷۵ء بروز پیر بوقت ۷ بجے صبح جامع مسجد فردوس خاں میں ناموس رسالتؐ کی حفاظت کے نام سے ایک عظیم الشان "جلسہ عام" کا اعلان کیا ہے جس میں جید علماء کرام' یہودی اور سامراجی سازشوں کو بے نقاب کریں گے۔ جلسہ عام کے بعد بہ اجازت انتظامیہ ایک احتجاجی جلوس نکالا جائے گا جو ڈپٹی کمشنر مردان کے دفتر پر ختم ہو کر اپنے جذبات کا اظہار کرے گا' یاد رہے کہ اس جلسہ عام میں آئندہ کے لئے مربوط لائحہ عمل بھی تیار ہوگا اور تاریخ مقرر کر کے اسلام آباد میں لیبیا کے سفیر کے پاس بسوں میں جلوس کی شکل میں جا کر اسلامیان پاکستان کے جذبات سے ان کو آگاہ کیا جائے گا۔ یہ ایک ایسے ولولہ انگیز جذبے کا مظاہرہ ہوگا جو مال و جان کی قربانی کا عہد ماضی تازہ کر دے گا:

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

نوٹ: ------تمام علماء کرام اور خطیب حضرات کی خدمت میں گزارش ہے کہ اس اشتہار کو خطبہ جمعہ کے موقع پر بیان کریں اور عامۃ المسلمین کو یہودیوں کی سازشوں سے آگاہ کریں اور ظلم کے خلاف ہونے والے ہر اقدام کا ساتھ دینے کے لئے تیار کریں۔

(بحوالہ اصلاح المسلمین ہوتی مردان)

۲

سیرت طیبہؐ پر فلم کی نمائش امت مسلمہ برداشت نہیں کریگی

اس اسلام دشمن سازش کو ناکام بنایا جائے عالم اسلام سے مفتی شفیع اور مولانا بنوری کی اپیل

کراچی ۱۴ مئی اسٹاف رپورٹر) حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب صدر دارالعلوم کراچی اور حضرت مولانا محمد یوسف بنوری صاحب مہتمم مدرسہ عربیہ نیوٹاؤن کراچی نے ایک مشترکہ بیان میں کہا ہے کہ بعض ملکی و غیر ملکی اخبارات سے معلوم ہوا ہے کہ ہالی وڈ کی ایک فلم ساز کمپنی محمد رسول اللہؐ کے نام سے سیرت طیبہ پر فلم بنانے کی شرمناک' اشتعال انگیز اور دل آزار منصوبے پر مسلسل عمل کر رہی ہے اور عالم اسلام کے شدید احتجاج کے باوجود یہ فلم اب تشکیل کے قریب پہنچ چکی ہے مغربی ممالک کی کمپنیاں عرصہ دراز سے اس قسم کی دل آزار کوششیں کرتی رہی ہیں' لیکن اب تک مسلمانوں کی طرف سے شدید ردعمل کی بناء پر انہیں اس ناپاک منصوبے پر عمل کی جرات نہیں ہوئی تھی۔ اب لیبیا کی حکومت نے اپنی سادہ لوحی سے اپنے ملک میں اس فلم کی شوٹنگ کی اجازت دے کر ان کے حوصلے بڑھا دیئے ہیں' حالانکہ دنیا بھر کے اہل علم اور حساس مسلمانوں نے اس فلم کے خلاف اپنے غم و غصہ کا اظہار کیا ہے۔ اس سلسلے میں رابطہ عالم

www.ahnafmedia.com

اسلامی مصر کی مجمع البحوث الاسلامیہ جامعہ ازہر' شیخ الازہر' مدینہ منورہ کے شیخ الجامعہ اور پاکستان کی وزارت مذہبی امور کے بیانات کے احتجاجی مراسلے شائع ہو چکے ہیں۔ معلوم ہوا ہے کہ اس فلم میں ایک غیر مسلم ایکٹر حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کردار ادا کر رہا ہے۔ متعدد ایکٹرسس مختلف صحابیات کے روپ میں پیش کی جا رہی ہیں اور اس میں رقص کے مظاہرے کے لئے ایک اسرائیلی رقاصہ کی خدمات حاصل کی گئی ہیں' امریکہ بھارت اٹلی اور اسرائیل نے اس فلم سازی کی عملی حوصلہ افزائی کی ہے اور اس طرح دنیا بھر کے اسلام دشمن حلقے اس جگر سوز جسارت پر گھی کے چراغ جلا رہے ہیں۔ سننے میں آیا ہے کہ لیبیا حکومت کے سامنے اس فلم کا جواز پیدا کرنے کے لئے تبلیغ اسلام کا مضحکہ خیز بہانہ پیش کیا گیا ہے لیکن جو لوگ یہ بہانہ پیش کرتے ہیں اور اس کو قبول کرتے ہیں وہ اسلام کی روح اور مزاج سے بالکل بے خبر ہیں۔ اول تو ایسی شرمناک اور ناپاک فلم کو تبلیغ اسلام کا ذریعہ سمجھنا ایک افسوسناک مذاق کے سوا کچھ نہیں' دوسرے اسلام زندگی کے ہر شعبے کی طرح تبلیغ کے بھی کچھ اصول و آداب رکھتا ہے اور اس اصول کا سختی سے مخالف ہے کہ اپنے ہمنواؤں کی تعداد بڑھانے کے لئے ہر برا بھلا طریقہ اختیار کرنا جائز ہے اور اس مقصد کے لئے اپنے مقدس اکابر کی عظمت و تقدس اور اپنے دوسرے بنیادی اصولوں کو بھی قربان کیا جا سکتا ہے۔

ہم دنیا بھر کے مسلمانوں سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ اس دشمن اسلام منصوبے کو خاک میں ملانے کے لئے کمربستہ ہو جائیں اور جو لوگ اس منصوبے پر عمل پیرا ہیں ان پر یہ ثابت کر دیں کہ امت مسلمہ اس ناپاک فلم کی نمائش کو کسی قیمت پر برداشت نہیں کرے گی۔ اس سلسلے میں حکومت پاکستان نے جو اقدامات کئے ہیں وہ مسلمانوں کے جذبات کی صحیح ترجمانی پر مشتمل ہیں اور اس مسئلہ کو وزرائے

خارجہ کی کانفرنس میں پیش کرنے کا عزم بھی اطمینان بخش ہے' لیکن چونکہ اس کانفرنس میں ابھی دیر ہے اس لئے اس منصوبے کے ذمہ داروں سے براہ راست رابطہ قائم کر کے انہیں اس سے باز رکھنے کی کوشش بلا تاخیر ہونی چاہئے نیز "فجر اسلام" نامی فلم پر آئندہ مستقل طور پر پابندی عائد کرنی چاہئے جو اس ناپاک منصوبے کا پہلا آزمائشی قدم تھا اور جس کی شہ پا کر فلم کمپنیوں کو اس نوع کی دوسری فلمیں تیار کرنے کی جرأت ہوئی ہے۔ یہاں یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ فلم کے ذمہ داروں کی طرف سے یہ یقین دہانی بالکل ناکافی ہے کہ فلم کا نام بدل جائے گا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی شبیہ فلم میں نہیں آئے گی۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ سیرت طیبہ کا کوئی بھی حصہ فلمانا اور کسی بھی صحابیؓ یا کسی بھی مقدس اور حرمت مآب شخصیت کو فلم کے پردے پر پیش کرنا مسلمانوں کی شدید دل آزاری اور اسلام کی بے حرمتی کا موجب ہے۔ اس قسم کے ہر اقدام کی جڑ کاٹے بغیر مسلمانوں کا مطالبہ پورا نہیں ہو گا۔

(روزنامہ جنگ کراچی ۱۵ مئی ۱۹۷۵ء)

۳

مکرم و محترم مولانا الحاج محمد یوسف صاحب بنوری اطال اللہ بقاءکم بالصحۃ و الفراغ لحمایۃ الدین و اشاعۃ حدیثہ۔ بعد سلام مسنون۔

آج ۲۱ مئی کو ظہر کی نماز کے بعد مولوی انعام کریم صاحب نے پاکستان سے آیا ہوا ایک اشتہار یہ کہلا کر بھیجا کہ دیکھ کر واپس کر دیجیو۔ وہ اشتہار میں نے سنا اور رکھوا دیا (یہ وہی اشتہار ہے جو اوپر نمبر ا میں نقل کر چکا ہوں۔ محمد یوسف) اس کے بعد میں نے عزیز الرحمٰن سے کہا کہ اس کی دس بارہ فوٹو کاپیاں چاہئیں'

www.ahnafmedia.com

تاکہ احباب کو ہندوپاک میں بھیجا جائے اور وہ اپنی اپنی مجالس میں اپنے اپنے مشوروں سے کوئی موثر تدبیر اختیار کریں' اور چونکہ حضرت نظام الدین اور تبلیغی احباب رائے ونڈ آج کل جمع ہیں عشاء کے بعد جب وہ کھانے سے فارغ ہوئے تو میں نے ان سے کہا کہ اس کے بارے میں اپنے اپنے مشورے اور تجویزیں پیش کرو۔ اتفاق رائے سے یہ تو سبھی نے کہا کہ لیبیا میں آپ کا (مولانا بنوری مدظلہ کا) اور مفتی محمود صاحب کا عوام و خواص میں بہت اثر و رسوخ ہے۔ اس لئے سب سے اول تو جناب سے اور مفتی صاحب سے درخواست ہے کہ اس بارے میں مشورہ کر کے کوئی موثر قدم اٹھائیں۔ مناسب ہو تو اس اشتہار کی فوٹو میری درخواست اور اپنی تائید کے ساتھ مفتی محمود صاحب اور جو حضرات اس میں نام دے سکتے ہوں ان کو ضرور بھجوائیں' آپ مجلس عمل کے صدر ہیں اس لئے مجلس عمل کی ۲۱ جماعتوں کی طرف سے آواز اٹھائیں' اور جن لوگوں کے متعلق خیال ہو کہ جناب کی تحریر کے بجائے میرا معروضہ ان پر اثر کرے گا تو اس کے ذریعہ ان حضرات سے بھی کہلوائیں۔ والسلام۔

(حضرت شیخ الحدیث مدظلہ' نظام' عبدالحفیظ)

۲۱ جون ۱۹۷۵ء لاہور

اکابر کی آراء و تجاویز آپ کے سامنے آ چکی ہیں۔ میں اس سلسلہ میں صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ معاملہ منطقی دلائل و براہین کا نہیں بلکہ عشق و محبت اور عقیدت و عظمت کا ہے۔ کوئی اس کی نام نہاد افادیت پر ہزاروں دلائل دیتا رہے مگر ہم اسے پرکاہ کی حیثیت نہیں دیں گے۔ اس موقع پر جو فریضہ امت مسلمہ پر عائد ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ :

۱۔ ..... اس ناپاک یہودی منصوبے کے خلاف مسلمانوں کا بچہ بچہ سراپا احتجاج بن جائے کوئی مسلمان چین سے نہ بیٹھے جب تک کہ یہ منصوبہ دفن نہ ہو جائے۔

۲۔ ..... لیبیا کے مسٹر قذافی اور دیگر عمائدین کے نام احتجاجی تار بھیجے جائیں۔

۳۔ ..... مساجد میں قراردادیں پاس کر کے اپنی حکومت اور عالم اسلام کی ممتاز شخصیتوں کو بھیجی جائیں۔

۴۔ ..... احتجاج کے لئے جلسے کئے جائیں اور ان میں قراردادیں پاس کر کے بھیجی جائیں۔

۵۔ ..... مسلمانوں کے وفود لیبیا کے عزت مآب سفیر سے ملاقات کر کے انہیں اپنے جذبات سے آگاہ کریں۔

۶۔ ..... تمام عالمی تنظیموں کو اس سازش کے نتائج سے آگاہ کیا جائے۔

۷۔ ..... ہر ملک کی دینی و سیاسی جماعتیں اس کے خلاف آواز اٹھائیں۔

۸۔ ..... تمام مسلمان خصوصاً اسلامی حکومتیں مسٹر قذافی پر واضح کر دیں کہ انہوں نے اس یہودی سازش کو دفن نہ کیا تو بین الاسلامی سطح پر ان کی شخصیت مجروح ہو کر رہ جائے گی اور وہ عالم اسلام سے تنہا رہ جائیں گے۔

۹۔ ..... اور سب سے آخری عہد 'انجمن اصلاح المسلمین ہوتی' مردان کے الفاظ میں یہ ہے کہ :

"ہم اس یہودی مکر و فریب کا خاتمہ کر کے دم لیں گے اور جس سینما میں بھی اس فلم کی نمائش کی جائے گی' اس کو جلا کر

www.ahnafmedia.com

راکھ کر دیں گے' اور اس کے مالک بھی صفحہ ہستی سے مٹ جائیں گے"۔

الغرض دنیا بھر کے مسلمانوں کو متحد ہو کر یہ تہیہ کرنا ہے کہ یا ہم نہیں ہوں گے یا اس گندی فلم کی نمائش نہیں ہو گی۔ ملعون یہودی 'آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ساری دنیا میں سازشی تحریک چلا رہے ہیں مسلمانوں کا فرض ہے کہ اس کے دفاع و جواب میں وہ بھی عالمی تحریک چلائیں اور ذریت ابلیس کے اس ناپاک منصوبہ کو خاک میں ملا کر رکھ دیں۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و حرمت یہودیوں کے ہاتھ سے محفوظ نہ رہی تو ہماری زندگی' زندگی نہیں' ایک لعنت ہو گی' کیا "اسی کروڑ" مسلمان اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن عصمت کو یہودی سازشوں سے بچانے کے لئے آگے بڑھیں گے؟ یہ ایک سوالیہ نشان ہے جس کا جواب ہم نے اپنے کردار و عمل اور (ضرورت ہو تو) اپنے خون سے صفحہ ہستی پر رقم کرنا ہے۔

(اسلامی صفحہ اقرأ روزنامہ جنگ کراچی جولائی ۱۹۷۵ء)

معاشرتی فتنوں کے خلاف جہاد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ ایک فطری اصول ہے کہ کسی قوم کے عروج و ترقی کی رفتار تو دھیمی اور سست ہوتی ہے، مگر اس کے زوال اور گراوٹ کی رفتار بڑی تیز ہوتی ہے، کسی بلند و بالا عمارت پر چڑھنا کتنا مشکل ہے؟ لیکن اگر کوئی شخص جذبات سے مغلوب ہو کر خودکشی کے ارادے سے ایسی عمارت کے اوپر سے چھلانگ لگا دے تو دیکھئے کتنی تیزی سے گرے گا، یہی مثال قوموں کی ہے، ان کا عروج اور ترقی کی بلندیوں کو چھونا بڑی جفاکشی، محنت اور بڑے حوصلے اور صبر و تحمل کو چاہتا ہے، لیکن جب کوئی قوم اخلاقی خودکشی کی نیت سے اپنے اعلیٰ و ارفع مقام سے نیچے کو چھلانگ لگاتی ہے تو بغیر کسی کوشش و محنت کے دھڑام سے نیچے آ گرتی ہے۔

اگر کبھی بپھرے ہوئے سیلاب کا بند ٹوٹ جائے اور اس کا رخ کسی نشیبی علاقے کی طرف مڑ جائے تو وہ پلک جھپکنے کی مہلت بھی نہیں دیتا اور بستیوں کی بستیاں بہا لے جاتا ہے اسی طرح جب کسی قوم کی اخلاقیات کا بند ٹوٹ جاتا ہے تو اس کی نفسیاتی خواہشات کا طوفان دین و دانش اور شرافت اور انسانیت کی تمام قدروں کو بہا کر لے جاتا ہے۔ پورے معاشرہ کو تلپٹ کر دیتا ہے، ہر طرف تباہی و بربادی مچا دیتا

www.ahnafmedia.com

ہے معاشرے کا امن وسکون چھن جاتا ہے اور خودغرضی و ہوسنا کی اور ظلم وستم کی کالی گھٹائیں ہر چار سو چھا جاتی ہیں، اور پھر وہ معاشرہ متمدن انسانوں کے بجائے وحشی درندوں میں تبدیل ہوجاتا ہے۔

ہماری مسلم قوم صدیوں کی محنت و مجاہدہ کے بعد عروج و ترقی کی بلندیوں کو پہنچی، اور ایسی پہنچی کہ آسمان کی رفعتیں اس کے سامنے ہیچ رہ گئیں، انسان ہی نہیں بلکہ ملائکہ بھی اس پر رشک کرتے تھے، اس کے نظم وضبط اتحاد واتفاق اور الفت ومحبت پر دنیا کی قومیں عش عش کرتی تھیں، مگر کچھ عرصے سے اس پر تقلید اغیار کا جنونی دورہ پڑا ہے اور خودکشی کے ارادے سے اس نے بلندیوں سے نیچے کی طرف چھلانگ لگانا شروع کردی ہے، اس کی اخلاقیات کا بندٹوٹ رہا ہے ہمارے معاشرے میں اخلاقی گراوٹ کا سیلاب جس تیزی سے بڑھ رہا ہے اس کے انجام کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ کل تک جو چیزیں ایک مسلمان کے لئے قابل شرم اور موجب ننگ و عار تھیں آج ان پر فخر ہورہا ہے، باپ بیٹے سے اور بیٹا باپ سے نالاں ہے، بھائی بھائی سے شاکی ہے، دوست کو دوست پر اعتماد نہیں، استاد کو شاگردوں سے شکایت ہے، مزدور کو مالک سے رنج ہے، عوام کو افسر شاہی سے گلہ ہے، راعی اور رعایا کے درمیان سر پھٹول ہے، پورا معاشرہ گویا ایک ایسا آتشکدہ ہے جس میں بڑا چھوٹا، امیر، غریب، راعی، رعایا، مالک اور مزدور سب جل رہے ہیں، چوری، ڈکیتی، فحاشی، بدکاری، رشوت، سفارش، اسمگلنگ، ذخیرہ اندوزی، زرطلبی ایسے سینکڑوں جن سڑکوں پر عریاں ناچ رہے ہیں، معاشرتی ناسور کے تعفن سے قوم کی ناک میں دم ہے، نہ جان کی امان، نہ عزت وآبرو کی حفاظت، نہ عدل، نہ انصاف، نہ علم، نہ عمل، دین تباہ، دنیا تباہ، عقلیں مسخ، شکلیں مسخ، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مزید افسوس یہ کہ ہمارے دانشوروں کو گراوٹ کا احساس نہیں۔ جنہیں احساس ہے انہیں اصلاح کی فکر نہیں، جنہیں فکر ہے انہیں سلیقہ نہیں، جنہیں سلیقہ ہے

انہیں قدرت نہیں، جنہیں قدرت ہے انہیں فرصت نہیں، جنہیں فرصت ہے انہیں توفیق نہیں، طوفان خطرے کے نشان سے اوپر گزر رہا ہے مگر ہم کوئی حال مست، کوئی قال مست کا مصداق ہیں۔ روم جل رہا ہے اور نیرو بانسری بجارہا ہے، ہمارے سامنے ہمارا گھر لٹ رہا ہے مگر ہم بڑے اطمینان سے اس کے لٹنے کا تماشا دیکھ رہے ہیں، ہم میں سے ہر شخص اس خیال میں مگن ہے کہ یہ بستی اجڑتی ہے تو اجڑے، میرا گھر محفوظ ہے، قوم ڈوبتی ہے تو ڈوبے میں جودی پہاڑ پر کھڑا ہوں، ملک وملت کی چولیں ہلتی ہیں تو ہلیں، میرا دھندا چل رہا ہے:

کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں؟

میری گزارش یہ ہے کہ اے دردمندان قوم! اے اہل عقل ودانش! خدا کے لئے اٹھو! اور اس ڈوبتی ہوئی قوم کو بچاؤ، اپنے گھر میں لگی ہوئی یہ آگ بجھاؤ، یہ قوم جنون کے دورہ میں اخلاقی خودکشی کررہی ہے، اس کا ہاتھ پکڑو، قوم کی اخلاقیات کا بند ٹوٹ رہا ہے، آؤ سب مل جل کر اس کی حفاظت کرو، اس مقصد کے لئے کوئی بڑی سے بڑی قربانی دینا پڑے تو قوم کو بچانے کے لئے دے ڈالو، اس سلسلے میں ہمیں جن میدانوں میں جہاد کرنا ہے اپنی ناقص فہم کے مطابق ان کا نقشہ پیش کرتا ہوں۔

معاشی ناہمواری کے خلاف جہاد:

بدقسمتی سے ہمارے یہاں یہودیوں کا سرمایہ دارانہ نظام رائج ہے جس کی بنیادیں سودی بینکاری، جوا، سٹہ اور ناجائز کاروبار پر استوار ہیں۔ اس نے معاشرے میں ناہمواری کی بھیانک شکل پیدا کردی ہے جس سے غریب ونادار اور پسماندہ طبقے میں متمول اور کھاتے پیتے لوگوں کے خلاف نفرت و بیزاری کی لہر اٹھ رہی ہے، غیظ و غضب اور حسد ورقابت کے جذبات ابھر رہے ہیں اور غریب طبقہ کے فقر وافلاس سے بیسیوں معاشرتی برائیوں کے سوتے پھوٹ رہے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسی صورتحال

www.ahnafmedia.com

کی اصلاح نہ کی گئی تو ان خرابیوں میں روز افزوں اضافہ ہوتا جائے گا بے چینی بڑھتے بڑھتے لاقانونیت میں ڈھلتی جائے گی، بالآخر خستہ حال جھونپڑیوں سے اٹھنے والے نفرت و بیزاری کے شعلے فلک بوس عمارتوں، وسیع وعریض بنگلوں اور اونچے اونچے شیش محلوں کو جلا کر خاکستر کردیں گے (خدا اس قوم کو یہ دن نہ دکھائے، آمین)۔

یہ معاشی ناہمواری ہمارے معاشرے میں ''ام الامراض'' کی حیثیت رکھتی ہے، اور شیطانی لشکر اسی راستے سے گزر کر ہمارے معاشرے پر شب خون مار رہا ہے، اس لئے ضروری ہے کہ سب سے پہلے اسی رستہ کو بند کیا جائے، اور سب سے اول اسی مرض کا علاج کیا جائے، اس کا کافی وشافی نسخہ حکیم انسانیت ﷺ پہلے سے تجویز فرما چکے ہیں، ہمیں صرف استعمال کرنے کی زحمت اٹھانا ہوگی۔

ہونا یہ چاہئے کہ محلّہ محلّہ اور بستی بستی میں کچھ مخلص بے لوث اور درد مند حضرات آگے بڑھیں، اور ضرورتمند لوگوں کی کفالت اور خبر گیری کی تحریک چلائیں ان کے پاس اپنے اپنے محلّہ اور اپنی اپنی بستی کے پسماندہ افراد اور گھرانوں کی فہرستیں ہوں، محلّہ کے کھاتے پیتے حضرات سے عطیات حاصل کرکے ضرورت مندوں تک پہنچائیں (اور اگر کوئی صاحب ان کے پاس عطیہ جمع کرانے میں تامل کرے تو اسے مستحقین کی نشاندہی کردی جائے تاکہ وہ خود ان تک پہنچادے) کسی خاندان کو معاشی سہارا دے کر اپنے پاؤں پر کھڑا کیا جاسکتا ہو تو اس میں اس کی مدد کی جائے، محلّہ میں کوئی نوجوان بیکار ہو اس کے لئے روزگار مہیا کرنے میں مدد دی جائے، کسی گھر میں نوجوان بیٹی ماں باپ کی ناداری کی وجہ سے بیٹھی ہو تو اس کے ہاتھ پیلے کرنے کا انتظام کیا جائے، کسی کو سر چھپانے کے لئے مکان کی ضرورت ہو تو مل جل کر مکان بنوادیا جائے، کوئی علاج سے محروم ہو تو اس کے علاج معالجہ کا بندوبست کیا جائے، کسی کے بچے تعلیم سے محروم ہوں تو ان کے لئے تعلیمی مصارف مہیا کئے جائیں، الغرض ملک بھر میں کوئی بستی، کوئی محلّہ اور کوئی کوچہ ایسا نہ رہے جس میں ایک متنفس کو بھی

خوراک، پوشاک، مکان، تعلیم اور علاج جیسی بنیادی ضروریات میسر نہ ہوں، ہر بستی کے لوگوں کا یہ عہد ہو کہ بھوکے رہیں گے تو اکٹھے، سیر ہوں گے تو اکٹھے، مریں گے تو اکٹھے، جئیں گے تو اکٹھے۔

کھاتے پیتے متمول حضرات اس میں دل کھول کر حصہ لیں خواہ انہیں اپنی ضروریات اور مصارف کو کم کرنا پڑے، یہ صحیح اسلامی معاشرہ کا نقشہ ہے جس کا سنگ بنیاد حضور اکرم ﷺ نے مدینہ طیبہ میں رکھا تھا۔ آپ ﷺ کا ارشاد تھا کہ ''وہ مومن نہیں جو خود پیٹ بھر کر سوجائے اور اس کا ہمسایہ اس کے پہلو میں بھوکا رہے۔'' اس سے غریب لوگوں کی ضروریات بھی پوری ہوں گی، ان کو معاشی میدان میں خود کفیل ہونے کا موقع بھی میسر آئے گا، امیر وغریب کے درمیان نفرت و بیزاری کی جو دیوار حائل ہے وہ بھی ٹوٹ جائے گی۔ آپس میں ہمدردی وغمخواری، انس ومحبت اور عزت و احترام کے جذبات ابھریں گے، اور معاشرہ ایک بہت بڑے طوفان فساد سے محفوظ ہوجائے گا، اس تجویز پر عمل کیا جائے تو مجھے یقین ہے کہ کچھ عرصہ کے بعد معاشرہ میں ایسا انقلاب آجائے گا کہ کوئی شخص مشکل ہی سے زکوٰۃ کا مستحق رہے گا، یہ کام حکومت کو کرنا چاہئے تھا لیکن اگر وہ اس میں کوتاہی کرتی ہے تو (جیسا کہ اوپر عرض کرچکا ہوں) مخلص مسلمانوں کو خود آگے بڑھ کر یہ کام کرنا چاہئے، ان کا مقصد نہ شہرت ونمود ہو، نہ عزت و وجاہت، نہ ووٹ اور سیاست، نہ مال وزر کی منفعت۔ محض خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے اور قوم کی کشتی کو بھنور سے نکالنے کے لئے اپنی ساری بدنی و ذہنی صلاحیتیں داؤ پر لگادیں۔

مقدمہ بازی کے خلاف جہاد:

جب خواہشیں آپس میں ٹکراتی ہیں تو نتیجہ لڑائی جھگڑے اور دنگا فساد کی شکل میں نکلتا ہے اور پھر معمولی معمولی باتوں پر تھانوں اور عدالتوں کے چکر کاٹنا ہمارے

www.ahnafmedia.com

معاشرے کا روز مرہ معمول بن گیا ہے۔ اس مقدمہ بازی سے آپس میں مستقل عداوتیں جنم لیتی ہیں، رشوت کا بازار گرم ہوتا ہے، جھوٹی شہادتوں اور غلط بیانیوں کا سکہ چلتا ہے جس سے روپیہ اور وقت بھی برباد ہوتا ہے، دین اور اخلاق بھی بگڑتا ہے اور عدل و انصاف کی قدریں پامال ہوتی ہیں، الغرض مقدمہ بازی میں نہ دین کا فائدہ ہے اور نہ دنیا کا۔ اگر بستی، محلّہ کے چند ذوفہم، انصاف پسند اور دیانت دار حضرات مل کر فریقین کو سمجھا بجھا کر صلح صفائی کرادیا کریں تو شاذو نادر ہی عدالت تک جانے کی نوبت آئے گی، اور مقدمہ بازی کی جس لعنت اور دردناک عذاب میں آج ہمارا معاشرہ پس رہا ہے اس سے ہمیں نجات مل جائے گی۔

سنا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے مجھے مدینہ طیبہ کا قاضی (جج) مقرر کردیا میں ہر صبح مسجد نبویؐ کے دروازے پر جابیٹھتا (اس وقت مسجد ہی مسلمانوں کا ہائی کورٹ تھی) چھ مہینے اسی حالت میں گزر گئے، اس عرصہ میں کوئی سے دو آدمی میرے پاس ایک درہم کا مقدمہ لے کر بھی نہیں آئے، یہ ہے صحیح اسلامی معاشرہ کی تصویر، جس معاشرہ میں ہر انسان دوسرے کے حقوق ادا کرنے والا اور انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنے والا ہو اس میں مقدمہ بازی کی نوبت کیوں آئے گی، اور اگر بشریت کی بنا پر دو بھائیوں کے درمیان کوئی جھگڑا یا تلخی پیدا ہوجائے تو ان کے درمیان صلح صفائی کرادینا ضروری ہے۔ یہ کام بھی بستی بستی اور محلے محلے ہونا چاہئے، دردمندان قوم کو اس سے ہرگز غفلت نہیں برتنی چاہئے۔

(مضمون اقرأ روزنامہ جنگ کراچی ۹/جون ۱۹۷۸ء)

حقوق و فرائض

اسلام کی نظر میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انسان کے اس دنیا میں قدم رکھتے ہی اس کے تعلقات یہاں کے رہنے والوں سے قائم ہوجاتے ہیں، وہ کسی کا بیٹا ہے، کسی کا بھائی ہے، کسی کا بھانجا ہے، کسی کا بھتیجا ہے، پھر یہی تعلقات اس کی زندگی کے ساتھ ساتھ بڑھتے رہتے ہیں اور حقوق و فرائض کا ذریعہ بنتے ہیں، یعنی کچھ چیزیں اس کی دوسروں کے ذمہ لازم ہیں ان کو حقوق کہا جاتا ہے، اور کچھ چیزیں دوسروں کی اس کے اوپر عائد ہوتی ہیں، انہیں ''فرائض'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، اگر ''حقوق و فرائض'' کو ٹھیک ٹھیک ادا کیا جائے تو زندگی پر لطف اور خوشگوار گزرتی ہے، ورنہ زندگی ایک بوجھ بن کر رہ جاتی ہے۔

دنیا کے ہر مہذب معاشرے میں حقوق و فرائض کا تصور پایا جاتا ہے مگر اسلام کے پیش کردہ حقوق و فرائض کا مقابلہ دنیا کی کوئی قوم اور کوئی معاشرہ نہیں کرسکتا، اس لئے کہ دنیا کی سب قوموں نے اپنے اپنے تجربات کی روشنی میں اپنی اپنی عقل و فہم کے مطابق حقوق و فرائض کے دائرے متعین کئے ہیں، انسانی تجربات چونکہ ناقص ہیں اور پھر عقل کے ساتھ انسان کی ذاتی پسند و ناپسند کی آلائشیں لگی ہوئی ہیں، اس لئے ان میں وقتاً فوقتاً اصلاح و ترمیم کی ضرورت پیش آتی ہے، آج جس چیز کو بڑے زور و شور سے ''بنیادی حق'' ثابت کیا جاتا ہے، کل اسی شد و مد سے اس کے خلاف تقریریں ہوتی

www.ahnafmedia.com

ہیں، ماں باپ کے ذمہ اولاد کے اور اولاد کے ذمہ ماں باپ کے کیا حقوق ہیں؟ شوہر پر بیوی کے اور بیوی پر شوہر کے کیا فرائض عائد ہوتے ہیں؟ رشتہ داروں کے آپس میں کیا حقوق ہیں؟ فرد اور معاشرہ کے باہمی حقوق کیا ہیں؟ اسلام کے سوا دنیا کا کوئی مذہب، کوئی قانون اور کوئی سماج ان سوالوں کا دوٹوک اور واضح جواب نہیں دیتا، نہ دے سکتا ہے۔ اسلام چونکہ خدائے احکم الحاکمین کا نازل کیا ہوا دین ہے، جس کے علم سے کائنات کا کوئی ذرہ پوشیدہ نہیں، جو انسانی فطرت کی تمام نزاکتوں سے واقف ہے، اور جس کے قانون حکمت میں کسی خواہش، جانب داری اور وقتی جذبات کی آمیزش نہیں، اس لئے اسلام نے حقوق و فرائض کا جو چارٹ پیش کیا ہے، وہ اس قدر جامع ہے کہ زندگی کا کوئی شعبہ اور کوئی گوشہ اس سے خارج نہیں، اور پھر وہ اس قدر معتدل اور منصفانہ ہے کہ اس میں ایک رتی برابر بھی اِدھر اُدھر جھکاؤ نہیں، اور پھر وہ اس قدر مستحکم ہے کہ دنیا جہان کے سارے عقلائل کر بھی اس پر کوئی اضافہ نہیں کر سکتے، اب ہماری کوتاہ نظری اور کم فہمی کا کیا کیا جائے کہ ہم حقوق و فرائض کا کاسۂ گدائی لے کر کبھی مغرب کا رخ کرتے ہیں اور کبھی مشرق کا، کبھی لندن سے سند لاتے ہیں، کبھی ماسکو سے، ہم آئیڈیل کے طور پر ان لوگوں کے حوالے پیش کرتے ہیں جنہیں کبھی غسل جنابت کی بھی توفیق نہیں ہوئی، ہمارے سامنے ان لوگوں کا نمونہ آتا ہے جو اپنا پیشاب خود پیتے ہیں، جن کی محبوب ترین غذا خنزیر، مردار اور چوہے ہیں، عقل و دانش سے کورے، ایمان و یقین سے بے بہرہ ہیں اور صحیح انسانی اخلاق سے ناآشنا ہیں، مسلمان کے لئے یہ لوگ معیاری انسان ہو سکتے ہیں؟

خیر یہ ایک سخن گسترانہ بات تھی جو زبان قلم پر بے ساختہ آ گئی، کہنا یہ ہے کہ اسلام نے حقوق و فرائض کا جو دستور مسلمانوں کے حوالے کیا ہے دنیا کا کوئی قانون اس کی جامعیت، اس کی ہمہ گیری، اس کی اعتدال پسندی اور اس کی اثر اندازی کا مقابلہ نہیں کر سکتا، اب اگر مسلمان اس سے خود جاہل ہوں، یا جان بوجھ کر عمل سے پہلوتہی

کریں، تو اس میں قصور کس کا ہے؟

اسلام کے متعین کردہ حقوق و فرائض کے سلسلے میں ایک اور اہم ترین نکتہ بھی پیش نظر رہنا چاہئے، آج آپ کے گرد و پیش حقوق طلبی کا غلغلہ بلند ہے، ہر شخص اپنا حق مانگتا ہے، خواتین مردوں سے حقوق کی جنگ لڑ رہی ہیں، کسان مالکوں سے حقوق کا مطالبہ کر رہا ہے، مزدور کارخانہ داروں کے خلاف حق تلفی کا ماتم کرتا ہے، غرض جس طرف دیکھو حق حق کی صدائیں بلند ہیں، لطف یہ کہ ہر شخص وہ حق تو مانگتا ہے جو اس کا لوگوں کے ذمہ ہے، لیکن دوسروں کا جو حق خود اس کے ذمہ ہے اس کے ادا کرنے سے بے پرواہ ہے۔

اب ذرا سوچئے کہ جس معاشرہ میں ہر فرد اپنا حق مانگنے کے لئے تو خم ٹھونک کر میدان میں نکل آئے، مگر دوسروں کے جو حقوق و فرائض اس کے ذمہ واجب الادا ہیں ان کے ادا کرنے والا ایک بھی نہ ہو تو کیا ایسے معاشرے میں امن قائم ہو سکتا ہے؟ اور کیا کسی فرد کو بھی اس کا صحیح اور منصفانہ حق مل سکتا ہے؟ نہیں مل سکتا! بلکہ ہوگا یہ کہ کسی کا زور چلے گا تو اپنے جائز حق سے بھی زیادہ اڑا لے جائے گا اور کوئی شخص کمزور ہوگا تو ایڑیاں رگڑتا رہ جائے گا، اس کی نہ کوئی داد ہوگی نہ فریاد، یوں پورا معاشرہ دھاندلی اور لوٹ کھسوٹ کی لپیٹ میں آ جائے گا۔

آج کی بے خدا تہذیبوں نے دنیا کو یہی پٹی پڑھائی ہے کہ ہر شخص اور ہر طبقہ اپنے اپنے حق کا نعرہ لگائے اور زور زبردستی سے جو کچھ کسی کے ہاتھ آئے چھین کر لے جائے، نہ ملے تو کارخانے جلا دے، اکھاڑ پچھاڑ کرے، امن و امان تباہ کر ڈالے، آج دنیا میں حق طلبی کی یہ جنگ ہر جگہ برپا ہے اور پوری دنیا اس کی وجہ سے معرکہ کارزار اور میدانِ جنگ بنی ہوئی ہے۔

(صفحۂ اقرأ روزنامہ جنگ کراچی ۹ر جون ۱۹۷۸ء)

www.ahnafmedia.com

بے جا نمائش اور فضول خرچی
معاشرہ کے بگاڑ کا سبب ہے

ہمارے معاشرتی بگاڑ کا ایک بڑا سبب ہماری بے جا نمائش اور فضول خرچی ہے، اس کی تباہ کاریوں کا اندازہ صرف ایک مثال سے کیجئے، گزشتہ دنوں میرے ایک شناسا نے جو کسی سرکاری محکمے میں اوسط درجے کے افسر ہیں، اپنی بچی کی شادی کی، کھانے کی دعوت کا اہتمام ایک بڑے ہوٹل میں ہوا، موصوف کا صرف ایک وقت کے کھانے پر ساٹھ ستر ہزار روپیہ خرچ اٹھا، بات معمولی ہے، مگر میں سوچتا ہوں کہ یہ صاحب کوئی امیر کبیر نہیں، قارون کا خزانہ انہیں ہاتھ نہیں لگا، جنات ان کے مسخر نہیں، دست غیب یہ نہیں جانتے، فضول خرچی کے لئے اتنا بڑا سرمایہ انہوں نے کہاں سے اکٹھا کر لیا؟ یہ بھی سوچتا ہوں کہ جب شادی کی ایک وقت کی دعوت کا میزانیہ یہ ہے تو شادی کے جہیز، لین دین وغیرہ پر انہوں نے کل کتنا خرچ کیا ہوگا؟ اور ان کی زندگی کے باقی مصارف پر سالانہ کتنا روپیہ خرچ ہوتا ہوگا؟ یہ بھی سوچ آتی ہے کہ اگر مال کے ساتھ اللہ میاں نے ان کو عقل کی نعمت بھی دی ہوتی تو یہ روپیہ جو انہوں نے فضول برباد کیا اس سے کتنے خاندانوں کی کفالت کر سکتے تھے؟ کتنے بچوں کی تعلیم کا انتظام کر

سکتے تھے؟ کتنی بیواؤں کے سر پر دوپٹہ دے سکتے تھے؟ کتنی نادار والدین کی بچیوں کے ہاتھ پیلے کر سکتے تھے؟

ہاں یہ بھی سوچتا ہوں کہ ہمارے ملک عزیز میں یہی ایک صاحب تو نہیں، ان کی سطح کے لوگ تو لاکھوں ہیں، اگر ان سب کو شیطان نے فضول خرچی، نمود و نمائش میں لگا کر ان کی عقل کو اندھا نہ کر دیا ہوتا تو وطن عزیز میں کوئی بھوکا، کوئی ننگا، کوئی علاج سے محروم، کوئی مکان سے محروم، کوئی تعلیم سے محروم رہ جاتا؟ میرے خدا کی قسم یہ ملک اپنے برابر کے دو ملکوں کی بھی کفالت کر سکتا تھا۔

یہ بھی سوچتا ہوں کہ (اور یہ سوچ تو جان کھائے جاتی ہے) کہ جس قوم کے اعلیٰ سطح کے لوگ نہیں، بلکہ متوسط درجہ کے لوگ بھی اتنے عیاش اور فضول خرچ ہوں کہ شادی کی ایک معمولی دعوت پر ساٹھ ستر ہزار روپے برباد کر ڈالیں، یہ قوم ستر ارب روپے کے بیرونی قرضے جو ہم نے غیر ملکوں سے بھیک مانگ مانگ کر انہی سرکاری افسروں کے پیٹ کے جہنم میں جھونک دیئے ہیں، کب ادا کرے گی؟ کیسے ادا کرے گی؟ اور جس بھکاری کے ذمہ ستر ارب روپے لوگوں کے پہلے واجب الادا ہوں، وہ دوسروں کی نظر میں کتنا ذلیل اور رذیل ہوگا؟ وہ نئے قرضے لینے کس منہ سے جائے گا؟ اور بے شرم ہو کر جائے بھی تو اسے کون منہ لگائے گا؟ اب آپ کی سمجھ میں آیا کہ یہ مسئلہ کہ روس، امریکہ، فرانس، برطانیہ جرمنی وغیرہ ہی نہیں بلکہ ہمارے برادر اسلامی ممالک، ہمارے بجائے بھارت کو کیوں ترجیح دیتے ہیں؟ ہماری کہیں ساکھ نہیں، اور بھارت نے ہمارے پڑوس میں ساکھ جما رکھی ہے، اگر ہم میں ذرا بھی غیرت ہوتی تو ہم ان قرضوں کی ادائیگی کے لئے اپنی ساری دولت کے سارے خزانے حکومت کے حوالے کر دیتے اور خود بھوکوں مر جاتے مگر کبھی قرض نہ لیتے جتنی ترقی کرتے اپنے

www.ahnafmedia.com

وسائل سے کرتے۔

(افتتاحیہ صفحہ اقرأ روزنامہ جنگ کراچی ۱۶ رجون ۱۹۷۸ء)

فضول خرچی کا دوسرا بڑا سبب ہمارے سرکاری افسران کی غلط روش ہے

گزشتہ قسط میں فضول خرچی کی تباہ کاریوں کی طرف مختصراً اشارہ کیا گیا تھا، آیئے ذرا غور کریں کہ اس فضول خرچی کا سبب کیا ہے اور اس سے بچنے کے لئے ہم کیا تدبیر اختیار کر سکتے ہیں؟

ہمارے معاشرے میں فضول خرچی کے بڑے سبب دو ہیں ایک یہ کہ انسان کا نفس فطرتاً فرعونیت پسند واقع ہوا ہے، وہ سب سے اپنی برتری منوانا چاہتا ہے اور جب اس قسم کے بہت سے فرعون جمع ہوجاتے ہیں تو ان میں نمود و نمائش کا مقابلہ شروع ہوجاتا ہے اور ہر شخص ہر چیز میں اپنی برتری کا مظاہرہ دوسروں سے بڑھ چڑھ کر کرتا ہے اس کی حلال کمائی کافی نہیں ہوتی تو ناجائز ذرائع سے دولت اکٹھی کرتا ہے اور نمود و نمائش کے جوئے میں ہار دیتا ہے:

یہی تجھ کو دھن ہے رہوں سب سے بالا
ہو زینت نرالی، ہو فیشن نرالا
جیا کرتا ہے کیا یونہی مرنے والا
تجھے حسن ظاہر نے دھوکے میں ڈالا

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشہ نہیں ہے

جن لوگوں کو وسائل میسر ہوں وہ دولت کا سب سے بڑا مصرف یہی سمجھتے ہیں کہ اسے نمود و نمائش کے جہنم میں جھونک دیا جائے: ''مال حرام بود جائے حرام رفت'' (حرام کا مال تھا حرام کے راستے چلا گیا) اور جو نادار ہیں وہ سودی قرض لے کر فضول خرچی کرنا ضروری سمجھتے ہیں تاکہ ان کی ناک نہ کٹے۔

فضول خرچی کا دوسرا بڑا سبب ہمارے سرکاری افسران کی غلط روش ہے، ایک صاحب بتاتے تھے کہ وہ قمیض شلوار میں ایک ''صاحب بہادر'' سے ملاقات کے لئے گئے، مگر صاحب بہادر نے ان کی طرف نگاہ غلط بھی نہیں ڈالی، یہ بھانپ گئے کہ صاحب کو میرا لباس پسند نہیں آیا، اگلے دن سوٹ بوٹ میں ان کے دفتر پہنچے تو ''صاحب'' نے بے حد التفات و عنایت کا مظاہرہ کیا، چائے سے بھی تواضع کی، جس کام سے گئے تھے وہ کام بھی فوراً کردیا اور ساتھ ہی ارشاد فرمایا کہ دیکھو! آج تم آدمیوں کی شکل میں آئے ہو۔

اسلام سادگی، کفایت شعاری، قناعت پسندی اور ایثار و ہمدردی کی تعلیم دیتا ہے لیکن ہمارے کالے ''صاحب بہادر'' اسلام کے بجائے انگریز کی نقالی میں فخر محسوس کرتے ہیں، مثل مشہور ہے ''الناس علی دین ملوکھم'' کہ لوگ اپنے حکام کے طریقہ پر چلا کرتے ہیں اس لئے ہمارا پورا معاشرہ انہی ''صاحب بہادروں'' کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرتا ہے، اس کا نتیجہ ہے کہ ہر شخص اپنی بساط سے بڑھ کر خرچ کرنے کی کوشش کرتا ہے، اور چونکہ حلال آمدنی اس فضول خرچی کی متحمل نہیں ہوتی اس لئے آمدنی میں اضافہ کرنے کے لئے ہر جائز و ناجائز اور حلال و حرام وسیلہ ڈھونڈتا ہے۔

www.ahnafmedia.com

شیطان نے لوگوں کے کان میں یہ افسوں پھونک دیا ہے کہ ''معیار زندگی بلند کرو'' اور ہم نے حرام کمانے، حرام کھانے اور حرام راستے پر مال اڑانے کو معیار زندگی کی بلندی سمجھ لیا ہے، حالانکہ فضول خرچی اور نمود ونمائش سے کسی قوم کا معیار زندگی بلند نہیں ہوتا بلکہ اس کا دیوالیہ نکل جاتا ہے، اور وہ پستیوں میں جا گرتا ہے۔

فضول خرچی کا انسداد کیسے کیا جائے؟

فضول خرچی کا اصل علاج تو یہی ہے کہ خدا ہماری قوم کو عقل و بصیرت اور ہمارے سرکاری افسروں کو ہدایت دے کہ وہ غریبوں کی ہمدردی، ناداروں کی کفالت اور کمزوروں کی مدد کرکے مجموعی طور پر پوری قوم کے معیار زندگی کو بلند کرنے کی کوشش کریں، صرف اپنی اونچائی کی نمائش کے لئے اللے تللے خرچ نہ کریں، پوری قوم اور قوم کے قائدین مل کر اس دشمن کے خلاف جہاد کریں اور اس کے لئے مندرجہ ذیل تدابیر اختیار کی جاسکتی ہیں:

۱:..... سب سے پہلے تو فضول خرچی کے نقصانات ہر شخص کے ذہن میں بٹھائے جائیں مثلاً:

الف:..... فضول خرچی کرنے والوں کو قرآن کریم نے ''اخوان الشیاطین'' کا لقب دیا ہے، یعنی وہ شیطان کے بھائی ہیں۔

ب:..... فضول خرچی سے آدمی بڑا نہیں بنتا، بلکہ حقیر و ذلیل ہوجاتا ہے۔

ج:..... جس گھر میں فضول خرچی ہو اس گھر کا نظام تلپٹ ہوجاتا ہے، اور جس ملک میں فضول خرچی کا رواج ہو اس ملک کی معیشت درہم برہم ہوجاتی ہے۔

۲:..... کسی جگہ خرچ کرنے سے پہلے یہ سوچ لیا جائے کہ کل قیامت کے دن

مجھے اس کا حساب دینا ہوگا، اور جب یہ سوال ہوگا کہ مال اللہ تعالیٰ کا عطیہ تھا تم نے اس کو فضول کیوں برباد کیا؟ تو اس کا جواب میرے پاس کیا ہوگا؟

یہ بات خصوصیت سے سرکاری افسروں کے سوچنے کی ہے کہ قومی خزانہ ان کے پاس امانت ہے اگر بے ضرورت اس کو خرچ کریں گے تو امانت میں خیانت کے مرتکب ہونگے۔

۳:..... پوری قوم سادگی اور کفایت شعاری کو اپنا اصول بنائے، اور اس سلسلہ میں صدر مملکت، وزراء اور اعلیٰ افسران عملی نمونہ پیش کریں۔

۴:..... جو لوگ معاشرے میں فضول خرچی کے مرتکب ہوں ان کی حوصلہ شکنی کی جائے، اور ان کی مسرفانہ تقریبات کا بائیکاٹ کیا جائے، اگر قوم کا مجموعی مزاج فضول خرچیوں کو نفرت کی نگاہ سے دیکھے گا تو بڑی حد تک یہ بیماری جاتی رہے گی۔

۵:..... معاشرے کے غلط رسم و رواج کی ذرا بھی پابندی نہ کی جائے، نہ اس سلسلہ میں عورتوں کی فرمائش کو پورا کیا جائے، لوگ خواہ کچھ ہی کہتے رہیں نہایت سادگی اور کفایت شعاری سے شادی بیاہ کیا جائے۔

۶:..... بلا ضرورت کبھی قرض نہ لیا جائے، مقروض بننے سے بڑی پریشانی ہوتی ہے، چند روز واہ واہ کی خاطر دنیا میں ہمیشہ کی پریشانی ہوتی ہے اور آخرت میں عذاب سر لینا بڑی حماقت ہے۔

۷:..... سب سے پہلے گھر میں نظر ڈالو، جتنی چیزیں کام آتی ہوں ان کو رہنے دو اور جو چیزیں کام نہ آئیں وہ گھر سے خارج کردو، کسی ضرورتمند کو دیدو، صدقہ کردو، گھروں میں ایسی بہت چیزیں ہیں جو بے کار پڑی ہیں، کوئی سڑ رہی ہے، کسی کو دیمک لگ رہی ہے، ایسی ساری چیزوں کو اپنی ملکیت سے نکال دینا چاہئے۔

www.ahnafmedia.com

۸:..... روز مرہ معاشرت میں یہ اصول مقرر کرلیا جائے کہ کوئی کام بے سوچے سمجھے نہیں کریں گے، جو چیز خریدنی ہو پہلے اس بات کو سوچ لیا جائے کہ اس چیز کی کیا ضرورت ہے؟ اور اگر میں یہ چیز نہ خریدوں تو اس میں دنیا کا یا دین کا کیا نقصان ہوگا؟ اگر قابل اعتبار ضرورت سمجھ میں آئے تو وہ چیز خریدلی جائے، ورنہ نہ خریدی جائے۔

۹:.....جن لوگوں کے پاس اپنی ضرورت سے زائد مال ہو وہ بھی اسے عیاشی اور فضول خرچی میں نہ اڑائیں، بلکہ وہ یہ سوچیں کہ یہ مال حلال ہے یا حرام؟ اگر حرام کا ہو تو ان کے اصل مالکوں کو واپس کردیں، اور اگر حلال کا ہو تو اسے فضول کاموں میں اڑانے کے بجائے کسی اچھے اور مفید کام میں خرچ کریں، اس سے ان کا نام بھی روشن ہوگا (فضول خرچی بھی تو نام کی خاطر کی جاتی ہے) اور ملک وقوم کو بھی فائدہ پہنچے گا۔

ان ساری تجاویز کا خلاصہ یہ ہے کہ مسلمانوں کا ایک پیسہ بھی فضول خرچ نہیں ہونا چاہئے، روپیہ پیسہ اللہ تعالیٰ نے اس لئے نہیں دیا کہ اسے نفس پرستی، عیاشی اور نمود ونمائش میں اڑایا جائے، بلکہ اس مقصد کیلئے دیا ہے کہ آپ اپنی جائز ضرورتوں کو پورا کرنے کے ساتھ ساتھ دوسروں کی ضرورتوں کا بھی خیال رکھیں، رزق حلال میں فضول خرچی کی کوئی گنجائش نہیں، مؤمن نہ فضول خرچ ہوتا ہے، اور نہ بخیل ــــ جہاں خرچ کرنے کی ضرورت ہو وہاں دریغ نہ کرو، اور جہاں ضرورت نہ ہو وہاں ہرگز خرچ نہ کرو، پھر دیکھو دل کو اطمینان اور راحت کی کیسی دولت میسر آتی ہے۔

(افتتاحیہ صفحۂ اقرأ روزنامہ جنگ کراچی ۲۲/جون ۱۹۷۸ء)

نفرت اور محبت کا مدار

اللہ کی خوشنودی

"وعنه أی معاذ بن جبل رضی الله عنه انه سأل النبی صلی الله علیه وسلم عن أفضل الایمان، قال ان تحب لله وتبغض لله، وتعمل لسانک فی ذکر الله. قال وماذا یا رسول الله؟ قال وأن تحب للناس ما تحب لنفسک وتکره لهم ما تکره لنفسک. رواه أحمد."

ترجمہ:..... "حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ ایمان کا کون سا عمل سب سے افضل ہے؟ فرمایا: یہ کہ تم اللہ کے لئے محبت کرو، اللہ کے لئے بغض رکھو، اور اپنی زبان کو اللہ کے ذکر میں استعمال کرو۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! اس کے بعد؟ فرمایا:" اور اس کے بعد یہ کہ تم دوسروں کے لئے وہی چیز پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو، اور دوسروں کے لئے بھی وہی چیز ناپسند کرو جو اپنے لئے ناپسند کرتے ہو۔"

(مسند احمد، مشکوٰۃ ص: ۴۲۶)

www.ahnafmedia.com

ایمان کا نور جب دل میں سماجائے تو آدمی کی زندگی میں انقلاب برپا ہو جاتا ہے، اسے اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت کا ایک ایسا تعلق پیدا ہو جاتا ہے کہ محبوب حقیقی کی رضا کا حصول اس کی زندگی کا نصب العین بن جاتا ہے۔ اس حدیث پاک میں اس ''ایمانی انقلاب'' کی بڑی بڑی علامتیں بیان فرمائی گئی ہیں، پہلی علامت یہ ہے کہ آدمی کی محبت اور بغض کا پیمانہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات بن جائے، وہ کسی سے محبت کرے تو صرف اللہ تعالیٰ کی خاطر، اور کسی کے بغض رکھے تو وہ بھی صرف اللہ تعالیٰ کے لئے۔

ایک اور حدیث میں ارشاد ہے کہ:

''من أحب لله وابغض لله وأعطىٰ لله ومنع لله فقد استكمل الايمان.'' (الترغیب والترہیب ج:۴ ص:۲۴)

ترجمہ:..... ''جس نے محبت کی تو اللہ تعالیٰ کے لئے، کسی سے بغض رکھا تو اللہ تعالیٰ کے لئے، کسی کو کچھ دیا تو اللہ تعالیٰ کے لئے، اور نہ دیا تو اللہ تعالیٰ کے لئے، ایسے شخص نے اپنا ایمان مکمل کرلیا۔''

ایک اور حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن ایک منادی اعلان کرے گا کہ کہاں ہیں وہ لوگ جو صرف اللہ تعالیٰ کی خاطر آپس میں محبت کرتے تھے؟

یہ اعلان سن کر کچھ لوگ کھڑے ہو جائیں گے، اور ان کے لئے جنت میں جانے کا حکم ہوگا، اور باقی لوگوں کا حساب و کتاب شروع ہو جائے گا۔

دوسری علامت یہ بیان فرمائی کہ مومن کی زبان صرف ذکر الٰہی میں استعمال ہو، اور اس کی زبان سے کبھی کوئی ایسا لفظ نہ نکلے جو محبوب حقیقی کی ناراضی کا موجب

ہو، اللہ تعالیٰ کا ذکر ایمان کا زیور اور روح کی غذا ہے، دنیا میں ذکر الٰہی سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں اور ذکر الٰہی سے محرومی سے بڑھ کر کوئی عذاب نہیں، جو شخص ذکر الٰہی کی لذت سے ناآشنا ہے اس کی روح ہمیشہ مضطرب اور اس کا دل ہمیشہ پریشان رہتا ہے۔

''ایمانی انقلاب'' کی تیسری علامت اس حدیث پاک میں یہ بیان فرمائی کہ مومن، دوسروں کے لئے بھی اسی چیز کو پسند کرتا ہے جسے اپنے لئے پسند کرتا ہے، اور جس چیز کو اپنے لئے پسند نہیں کرتا، اسے دوسروں کے لئے بھی پسند نہیں کرتا۔

پہلی دو علامتیں ''حقوق اللہ'' سے متعلق تھیں اور اس تیسری علامت کا تعلق ''حقوق العباد'' سے ہے، مطلب یہ کہ مومن، اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے لئے سراپا خیر بن جاتا ہے اس کی زبان سے، اس کے ہاتھ پاؤں سے، اس کے طور و طریق سے، اللہ تعالیٰ کے کسی بندے کو ایذا نہیں پہنچتی، جس طرح وہ یہ نہیں چاہتا کہ دوسرے لوگ اس پر زیادتی کریں اس کی عزت و آبرو پر ہاتھ ڈالیں، اسے ذلیل کریں، اسی طرح وہ خود بھی کسی پر ظلم و زیادتی اور کسی سے بے انصافی کا برتاؤ نہیں کرتا۔ ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ ''مومن سراپا الفت ہے، اور اس شخص میں کچھ بھی خیر نہیں جو نہ کسی سے الفت کرے اور نہ کوئی اس سے الفت کرے۔''

اس حدیث پاک میں جو تین علامتیں بیان فرمائی گئی ہیں یہ ہمارے ایمان کو جانچنے پرکھنے کے لئے صحیح پیمانے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس پیمانے پر پورا اترنے کی توفیق بخشیں۔

(اقرأ روزنامہ جنگ کراچی ۷ر جولائی ۱۹۷۸ء)

www.ahnafmedia.com

وصیت کے احکام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ما حق امری مسلم لہٗ شیء یوصی فیہ یبیت لیلتین الا ووصیتہ مکتوبۃ عندہٗ. متفق علیہ."

(مشکوٰۃ ص:۲۶۵)

ترجمہ:..... "حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ کوئی مسلمان آدمی، جس کے پاس کوئی قابل وصیت چیز ہو اس کے لئے مناسب نہیں کہ وہ دو راتیں بھی ایسی حالت میں گزارے کہ اس کی وصیت اس کے پاس لکھی ہوئی نہ ہو۔"

تشریح:..... حدیث پاک کا مدعا یہ ہے کہ مسلمان آدمی کو اپنا روزنامچہ ہمیشہ صاف رکھنا چاہئے، اگر کسی سے لین دین ہو، یا کوئی اور معاملہ ہو اسے قید تحریر میں لاکر اس کی وصیت کردینی چاہئے، مقصد یہ کہ ایک مسلمان آدمی کو دنیا میں ایسا رہنا چاہئے جیسا کہ محاذ پر سپاہی ہوتا ہے، اسے جس لمحہ بھی یہاں سے منتقل ہونے کا حکم ہو وہ اس کے لئے پہلے ہی سے تیار ہو۔ یہاں وصیت کے چند مسائل ذکر کردینا مناسب ہوگا۔

آدمی کے ذمہ جو حقوق واجب ہوں ان کی وصیت کرنا بھی واجب ہے، مثلاً ایک شخص کا دوسرے کے ذمہ قرضہ ہے، تو مقروض کے ذمہ یہ وصیت کرنا ضروری ہے

کہ اس کے مال سے اس کا قرضہ ادا کردیا جائے، بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ اس قرضہ کا گھر کے لوگوں کو پتہ نہیں ہوتا، آدمی مرجاتا ہے اور گھر کے لوگ بے خبری کی وجہ سے اس کا قرض ادا نہیں کرتے اور یہ اس میں پکڑا جاتا ہے، جب تک قرض ادا نہ ہو اس کی رہائی نہیں ہوسکتی۔

جس شخص کی کچھ نمازیں یا روزے قضا ہوگئے ہوں، ان کو زندگی میں ادا کرلینا چاہئے، اور اگر خدانخواستہ ان کے ادا کرنے کی نوبت نہیں آئی تو وصیت کرنا فرض ہے کہ میرے ذمہ اتنے روزے ہیں، یا اتنی نمازیں ہیں، ان کا فدیہ ادا کردیا جائے، اگر اس نے یہ وصیت بھی نہیں کی تو سخت گناہگار ہوگا۔

کسی شخص کے ذمہ کئی سال کی زکوٰۃ واجب تھی اور اس نے مالدار ہونے کے باوجود زکوٰۃ ادا نہیں کی تھی تو اس پر لازم ہے کہ گزشتہ سارے سالوں کا حساب کرکے زکوٰۃ ادا کرے اور اگر زندگی میں ادا نہیں کرسکتا تو مرنے سے پہلے وصیت کرجائے کہ زکوٰۃ کی اتنی رقم میرے ذمہ قرض ہے اس کو ادا کردیا جائے، ورنہ گنہگار ہوگا۔

مسئلہ:..... کسی شخص کے ذمہ حج فرض تھا، مگر وہ ادا نہیں کرسکا تو اس کے ذمہ فرض ہے کہ وہ یہ وصیت کرجائے کہ اس کی طرف سے "حج بدل" کرادیا جائے، اگر وصیت نہیں کی تو دوہرا جرم ہوگا، ایک جرم یہ کہ فرض ادا نہیں کیا، اور دوسرے یہ کہ مرنے سے پہلے وصیت نہیں کی۔

مرنے والے کی وصیت کو پورا کرنا ضروری ہے، بشرطیکہ اس نے کسی گناہ کے کام کی وصیت نہ کی ہو، اگر کسی ناجائز کام کی وصیت کی تو اس کا پورا کرنا حرام ہے۔

اگر کسی شخص کے ذمہ قرض ہو اور وہ اس کے ادا کرنے کی وصیت کرگیا ہو تو اس قرض کا ادا کرنا ضروری ہے چاہے اس کا سارا مال اس میں کھپ جائے۔

www.ahnafmedia.com

اگر کسی نے وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد میرا مال فلاں نیک کام میں لگا دینا، مثلاً مسجد بنا دینا، یا دینی مدرسہ میں لگا دینا، یا قرآن مجید خرید کر تقسیم کر دینا، یا بیواؤں اور یتیموں کو اتنا مال دے دینا تو اس کے کفن دفن کے بعد اس کے کل تہائی مال کے اندر اندر تو وصیت کا پورا کرنا لازم ہے، وارث اگر اس وصیت کو پورا نہیں کریں گے تو گناہگار ہوں گے، اور اگر یہ وصیت تہائی مال سے زیادہ بنتی ہو تو زائد حصے کا پورا کرنا لازم نہیں، وارثوں کی خوشی ہے اور اگر وارثوں میں کوئی نابالغ بھی ہو تو اس کے حصے میں سے تہائی سے زائد وصیت کا پورا کرنا جائز ہی نہیں، اور اگر وارث عاقل و بالغ ہوں تو ان کی رضامندی کے ساتھ تہائی سے زیادہ میں بھی وصیت نافذ کر سکتے ہیں۔

اگر کسی کے ذمہ نماز، روزہ یا حج و زکوٰۃ واجب تھی اور وہ ان کو ادا کرنے کی وصیت کرے گا تو تہائی مال کے اندر اندر تو اس کو پورا کرنا فرض ہے، اور تہائی سے زائد میں فرض تو نہیں لیکن جو وارث عاقل بالغ ہوں تو ان کو اپنے حصے میں سے ادا کر دینی چاہیے۔

جن لوگوں کو اس کے مرنے کے بعد اس کی جائیداد میں سے حصہ نہیں پہنچتا اور یہ ان کو ضرورت مند سمجھتا ہے اور اس کا خیال ہے کہ اس کی جائیداد ان کو بھی ملنی چاہیے تو یہ تہائی مال کے اندر اندر وصیت کر سکتا ہے کہ میرا اتنا مال یا اتنی جائیداد فلاں کو دے دی جائے، مثلاً ایک شخص کے چار لڑکے ہیں، ان میں سے ایک کا انتقال اس کی زندگی میں ہو گیا اور باقی تین اس کی وفات کے وقت زندہ تھے تو اس کے مرنے کے بعد اس کی جائیداد اس کی زندہ اولاد کو منتقل ہو گی، جو لڑکا اس کی زندگی میں مر چکا ہے اس کے نام یا اس کی اولاد کے نام اس کی جائیداد شرعاً منتقل نہیں ہو گی، اب اگر یہ چاہتا ہے کہ اس مرحوم لڑکے کی اولاد کو بھی اس کی جائیداد میں سے حصہ ملنا چاہیے تو ان کے حق میں وصیت کر دے کہ میری اتنی جائیداد یا جائیداد کا اتنا حصہ ان کو دیا

جائے، گویا مرحوم بیٹے کی اولاد کے حق میں یہ تہائی جائیداد کی وصیت کر سکتا ہے۔ چونکہ وصیت کسی وارث کے حق میں جائز نہیں تو اس کا پورا کرنا بھی لازم نہیں۔

(مضمون صفحہ اقرأ روزنامہ جنگ کراچی ۲۵ اگست ۱۹۷۸ء)

www.ahnafmedia.com

میاں بیوی کے حقوق

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: خیرکم خیرکم لاھلہ وانا خیرکم لاھلی."

(مشکوٰۃ ص:۲۸۱)

ترجمہ:..... "حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے اچھا اور بھلا آدمی وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے حق میں اچھا ہو، اور میں اپنے گھر والوں کے حق میں تم سب سے اچھا ہوں۔"

"عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: اکمل المؤمنین ایمانًا احسنھم خلقًا وخیارکم خیارکم لنساءھم. رواہ الترمذی"

(مشکوٰۃ ص:۲۸۲)

ترجمہ:..... "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمانوں میں سب سے کامل الایمان وہ ہے جو سب سے زیادہ خوش خلق ہو اور تم میں سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو اپنی بیویوں کے حق میں زیادہ اچھے ہوں۔"

تشریح:..... اس مضمون کی اور بھی احادیث وارد ہوئی ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آدمی کی اچھائی، بھلائی کا خاص معیار اور نشانی یہ ہے کہ اس کا برتاؤ اپنی بیوی کے ساتھ کتنا اچھا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے ازدواجی تعلق کو میاں بیوی دونوں کی راحت وسکون اور عفت وعصمت کا ذریعہ بنایا ہے، اور اس تعلق کو اپنے خاص انعامات میں سے شمار فرمایا ہے۔ اگر میاں بیوی دونوں ایک دوسرے کے حق کی رعایت کریں تو یہ ازدواجی تعلق پورے ماحول کو خوشگوار اور گھر کو رشکِ جنت بنا دیتا ہے، اور اگر خدانخواستہ اس تعلق میں کجی آجائے تو ماحول میں تلخی گھول دیتا ہے، زندگی ایک بوجھ بن کر رہ جاتی ہے اور رفتہ رفتہ میاں بیوی کی راحت وسکون ہی کو نہیں بلکہ دین وایمان اور دنیا وآخرت کو برباد کردیتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ شیطان کو جتنی خوشی میاں بیوی کے درمیان منافرت پھیلانے اور ایک دوسرے کے خلاف ابھارنے سے ہوتی ہے، اتنی اور کسی چیز سے نہیں ہوتی۔ صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ:

"عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ان ابلیس یضع عرشہ علی الماء ثم یبعث سرایاہ یفتنون الناس فادناھم منہ منزلۃ اعظم فتنۃ یجیء احدھم فیقول: فعلت کذا کذا، فیقول: ماصنعت شیئًا!، قال: ثم یجیء احدھم فیقول: ما ترکتہ حتی فرقت بینہ وبین امرأتہ، قال: فیدنیہ منہ ویقول: نعم! انت."

(مشکوٰۃ ص:۱۸)

ترجمہ:..... "شیطان پانی پر اپنا تخت بچھاتا ہے، پھر اپنے چیلوں کو لوگوں کے بہکانے کے لئے بھیجتا ہے، جو جس قدر

www.ahnafmedia.com

لوگوں کو زیادہ بہکائے اسی قدر شیطان کی بارگاہ میں کامیابی پاتا ہے، شیطان ان سب کی کارگزاری سنتا ہے، ایک آکر کہتا ہے کہ میں نے آج فلاں فلاں گناہ کرادیئے ہیں شیطان کہتا ہے: ''تو نے کچھ نہیں کیا!'' پھر دوسرا آتا ہے، وہ کہتا ہے کہ میں فلاں شخص کے پیچھے پڑا رہا، اور اسے بیوی کے خلاف اور بیوی کو اس کے خلاف بہکاتا رہا، یہاں تک کہ ان کے درمیان تفریق کرا کے آیا ہوں، شیطان یہ سن کر اس کو گلے لگالیتا ہے اور کہتا ہے: ''شاباش! تو نے کام کیا۔''

شیطان کو میاں بیوی کی تفریق سے اسی لئے خوشی ہوتی ہے کہ ان کے ازدواجی تعلق کا بگاڑ ان کی، ان کے اہل وعیال کی، ان کے خویش واقربا کی اور ان کے دوست احباب کی زندگی میں زہر گھول دیتا ہے، اور اس کے نتیجے میں بیسیوں خرابیاں جنم لیتی ہیں۔

ازدواجی تعلق کی اسی اہمیت کے پیش نظر آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں کو ایسی ہدایات دی ہیں کہ اگر ان پر ٹھیک ٹھیک عمل کیا جائے تو میاں بیوی کی گھریلو الجھنوں سے نجات مل سکتی ہے، اور یہ تعلق ہزاروں سعادتوں کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

ان میں سب سے اہم تر ہدایت یہ ہے کہ آدمی اہل خانہ کے ساتھ خوش خلقی کے ساتھ پیش آئے، گھر میں قانون کی حکومت نہیں چلتی بلکہ الفت ومحبت اور اخلاق و مروت کا سکہ چلتا ہے، جو لوگ گھر میں ذرا ذرا بات پر قانون کی مین میخ نکالتے ہیں اور درشتی اور دھمکی کے زور سے ازدواجی پہیئے کو گردش دینا چاہتے ہیں وہ خشک دماغی کے عارضے میں مبتلا ہیں، خوش اخلاقی کے ساتھ پیش آنا بیوی کا سب سے بڑا حق ہے، اور کمالِ ایمان کی علامت ہے۔

آنحضرت ﷺ کی یہ ہدایت اگرچہ براہ راست مردوں کو ہے، اور گھر میں

خوش اخلاقی کی فضا پیدا کرنے کی ذمہ داری بھی سب سے بڑھ کر انہی پر عائد ہوتی ہے، مگر خواتین اسلام بھی اس مقدس ہدایت سے راہنمائی حاصل کرسکتی ہیں، اور انہیں کرنی چاہئے، میاں بیوی میں سے کامل الایمان وہی ہوگا جو دوسرے سے بڑھ کر خوش اخلاقی کو شعار بنائے، خوش اخلاقی کا ایک تقاضہ یہ ہے کہ اپنے حقوق طلب کرنے کے بجائے دوسرے کے حقوق ادا کرنے کی کوشش کرے، اگر میاں بیوی میں سے ایک کسی موقع پر رنجیدہ اور آزردہ خاطر ہو تو دوسرا فریق بھی مقابلے میں تندی و تیزی کا مظاہرہ نہ کرے بلکہ نرمی وخوش اسلوبی سے تحمل کرے۔ علامہ عبدالوہاب شعرانیؒ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنے شیخ سے بیوی کی زبان درازی کی شکایت کی، جواب میں شیخ نے لکھا کہ ''جو شخص بیوی کی ایذاؤں پر صبر نہیں کرسکتا وہ اس سے برتری کا دعویٰ کیسے کرتا ہے؟'' ازدواجی زندگی میں خوش خلقی کا عنصر جتنا غالب ہوگا اس کے نتائج اسی قدر خوشگوار ہوں گے۔ اور میاں بیوی میں سے جو شخص بھی خوش اخلاقی کے زیور سے آراستہ ہوگا، اس کی شخصیت دوسرے سے زیادہ وزنی اور پرکشش ہوگی۔ خوش اخلاقی ہی وہ نسخہ کیمیا ہے جس سے ازدواجی راحت وسکون کی اکسیر میسر آسکتی ہے۔

(نور نبوت صفحہ اقرأ روزنامہ جنگ کراچی ۱۳/ اکتوبر ۱۹۷۰ء)

www.ahnafmedia.com

اسلامی اخوت اور شیطانی تدابیر

قرآن کریم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان کے بعد امت مسلمہ کے حق میں سب سے بڑی نعمت اتفاق و اتحاد ہے، اور سب سے بڑا عذاب ان کا باہمی انتشار و افتراق ہے، قرآن کریم، مسلمانوں کو گروہ بندیوں کا حکم نہیں دیتا، بلکہ انہیں حکم دیتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھیں اور انہیں حق تعالیٰ کا یہ انعام یاد دلاتا ہے کہ دیکھو! تم اسلام سے پہلے ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے، اللہ نے تم پر احسان فرمایا کہ تمہارے دلوں کو جوڑ دیا (آل عمران:۱۰۳)۔ اور مسلمانوں کو یہ بھی فہمائش کرتا ہے کہ رسول کی اطاعت کو لازم پکڑو، اور اختلاف پیدا نہ کرو، ورنہ تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی، تمہارا رعب و دبدبہ جاتا رہے گا اور تم دشمنوں کی نظر میں ذلیل و خوار اور بے قیمت ہو جاؤ گے۔ (الانفال:۴۶)

قرآن کریم مسلمانوں کے اختلاف مٹانے کی تدبیر بھی بتاتا ہے اور اس کے لئے یہ کلیہ تجویز کرتا ہے کہ اگر تمہارے درمیان کسی مسئلہ میں نظریاتی اختلاف پیدا ہو جائے تو اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر کے سب اس کے فیصلے پر راضی ہو جاؤ (الشوریٰ:۱۰) اور اپنے تنازعہ کو نمٹانے کے لئے اسے خدا و رسول کی عدالت میں پیش کرو (النساء:۵۹) پھر خدا تعالیٰ کی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق جو فیصلہ بھی سامنے آئے اس پر سر تسلیم خم کر دو۔ (النساء:۶۵)

دو مسلمانوں کے درمیان اگر ذاتی اور نجی امور میں باہمی رنجش پیدا ہو جائے تو قرآن کریم اسلامی برادری کو حکم دیتا ہے کہ عدل و تقویٰ کے تقاضوں کو ٹھیک ٹھیک ملحوظ رکھتے ہوئے دو روٹھے ہوئے بھائیوں کے درمیان صلح صفائی کرا دو۔ (الحجرات:۱۰) اور اگر خدانخواستہ یہ رنجش گروہی جنگ کی شکل اختیار کر لے، اور اہل ایمان کی دو پارٹیاں آپس میں آمادۂ پیکار ہو جائیں تو قرآن کریم اسلامی معاشرہ پر یہ فرض عائد کرتا ہے کہ وہ رنگ و نسل، قوم و وطن، قبیلہ و برادری کے تمام تعلقات سے بالاتر ہو کر یہ دیکھے کہ ان دونوں میں سے حق پر کون ہے؟ اور زیادتی کس کی طرف سے ہو رہی ہے، پس جو فریق زیادتی پر اتر آئے اس سے پورے معاشرے کو نمٹنا چاہئے، اور جب تک وہ اپنی زیادتی کو چھوڑ کر حکم الٰہی کے آگے جھکنے پر آمادہ نہ ہو اس سے مسلمانوں کی صلح نہیں ہونی چاہئے۔ (الحجرات:۹)

قرآن کریم نے ان اسباب و ذرائع کی بھی نشاندہی کی ہے جن کے ذریعہ شیطان مسلمانوں کو آپس میں لڑاتا ہے، اور جو ان کے انتشار و افتراق کے لئے زمین ہموار کرتے ہیں، ان میں سب سے پہلی چیز اسلامی اخوت کے رشتہ کا کمزور پڑ جانا اور مسلمانوں کا خدا و رسول کی اطاعت سے روگردانی کرنا ہے۔ جب اسلام کی عظمت و تقدس کا لحاظ نہ رہے تو ظاہر ہے کہ اسلامی اخوت و اسلامی اتحاد کا احترام بھی اٹھ جاتا ہے، اس صورت میں مسلمان آپس میں دست و گریبان ہونے میں کوئی قباحت محسوس نہیں کریں گے۔

دوسری چیز جو اسلامی اخوت کی روح کو کچل دیتی ہے وہ ایک مسلمان کی دوسرے مسلمان سے بدگمانی ہے، اسی لئے قرآن کریم نے بدگمانی سے احتراز کرنے کی ہدایت فرمائی ہے اور مسلمانوں کو بتایا ہے کہ جس بدگمانی کا صحیح منشاء موجود نہ ہو وہ گناہ

www.ahnafmedia.com

ہے، حدیث پاک میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''بدگمانی سے احتراز کیا کرو کیونکہ بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے۔''

تیسری بات جو بدگمانی سے جنم لیتی ہے وہ غیبت اور بہتان ہے۔ جب ایک شخص کو دوسرے شخص سے سوءِ ظن ہوجاتا ہے تو اظہارِ نفرت کے لئے اس کی برائیوں کی داستان بڑے مزے لے کر بیان کرتا ہے، ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان کی پس پشت برائی کرنا غیبت کہلاتا ہے۔ اور یہ قرآن کریم کی نظر میں مردہ بھائی کا گوشت کھانے کے مترادف ہے، غیبت ایسا خبیث گناہ ہے کہ بڑے بڑے پرہیزگار لوگ اس میں نہ صرف مبتلا ہوجاتے ہیں بلکہ اس کو اچھی چیز سمجھنے لگتے ہیں، کیونکہ دوسرے کی برائیاں بیان کرنے میں نفس کو لذت ملتی ہے، اور وہ ایسے زہر کو میٹھی گولی سمجھ کر شوق سے کھاتا ہے اسی بنا پر حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ ''غیبت زنا سے بھی زیادہ سنگین جرم ہے۔'' عرض کیا گیا یا رسول اللہ! یہ زنا سے سنگین جرم کیوں ہے؟ فرمایا: بدکار بدکاری کرتا ہے تو اسے برا سمجھ کر کرتا ہے اور کرنے کے بعد اس پر پشیمان ہوتا ہے، اس سے توبہ کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتا ہے، مگر غیبت کرنے والے کو احساس ہی نہیں ہوتا کہ وہ کوئی گناہ کررہا ہے۔ اس لئے اس کبیرہ گناہ سے توبہ کرنے کی بھی اسے توفیق نہیں ہوتی۔''

چوتھی چیز غلط خبروں کی اشاعت ہے جب آدمی کو کسی سے نفرت ہوجائے تو بسا اوقات وہ صرف غیبت ہی پر اکتفا نہیں کرتا ہے بلکہ افسانہ طرازی بھی شروع کردیتا ہے اور محض اپنے قیاس اور اندازے کو تخیلات میں ڈھال کر واقعہ بنالیتا ہے۔ اور کبھی اصل بات کچھ اور ہوتی ہے مگر اس میں رنگ آمیزی اور حاشیہ آرائی کرکے اسے کچھ کا کچھ بنالیا جاتا ہے۔ یہ حرکت بہت سے کبیرہ گناہوں کا مجموعہ ہے۔ جھوٹ،

بہتان، غیبت، کسی مسلمان کی دل آزاری و رسوائی جیسے سب گناہ اس میں سمٹ آتے ہیں اس لئے قرآن کریم نے مسلمانوں کو ہدایت فرمائی ہے کہ جب انہیں کسی مسلمان کے بارے میں کوئی خبر ملے تو اس پر بغیر تحقیق کے نہ تو یقین کیا کریں، اور نہ اس پر اپنے کسی ردِعمل کا اظہار کریں، قرآن کریم ایسی خبریں اڑانے والوں کو ''فاسق'' کہہ کر انہیں ناقابلِ اعتبار قرار دیتا ہے۔

پھر جب ایسی خبریں عام طور پر ایک دوسرے کے خلاف شائع ہونے لگتی ہیں تو طرفین میں عداوت کے شعلے بھڑک اٹھتے ہیں اور مسلمانوں کو اپنی جو قوت کفر کے مقابلہ میں خرچ کرنی چاہئے تھی وہ آپس کی گناچنی میں صرف ہونے لگتی ہے، ہر فریق دوسرے فریق کو نیچا دکھانے کے لئے اپنی ساری صلاحیتیں خرچ کردیتا ہے اس طرح مسلمانوں کی قوت، ان کا وقت، ان کا مال، انکی دماغی وجسمانی صلاحیتیں آپس کی سرپھٹول کی نذر ہونے لگتی ہیں۔ اسلام اور مسلمانوں کے دشمن اطمینان کا سانس لیتے ہیں اور انہیں مسلمانوں سے مقابلہ و مقاومت کا کوئی خطرہ باقی نہیں رہ جاتا۔ یہ ہے وہ سب سے بڑا عذاب جس سے اسلامی معاشرہ دوچار ہے۔

شیطان نے مسلمانوں کو لڑانے کے لئے جو بے شمار ذرائع ایجاد کئے ہیں ان میں بہت سی چیزیں ایسی ہیں۔ جن کی قباحت کی طرف کسی کی نظر ہی نہیں جاتی، وہ اس کے لئے کبھی مذہبی میدان ہموار کرتا ہے اور چند سرپھروں کو نئے نئے شوشے چھوڑنے پر اکساتا ہے، کبھی اس کے لئے سیاسی میدان تیار کرتا ہے۔ اور مسلمانوں کو مختلف ٹکڑیوں میں بانٹ کر سیاسی دنگل میں اتار دیتا ہے۔ کبھی قوم و وطن اور قبیلہ و برادری کا بت تراش کر چند سامریوں کو اس کا سرپرست بنادیتا ہے، اور وہ اسلامی اخوت کے تمام رشتے کاٹ پھینکتے ہیں، کبھی طبقاتی کشمکش برپا کرکے مسلمانوں کو ایک

www.ahnafmedia.com

دوسرے کے خون سے عداوت و دشمنی کی پیاس بجھانے کی تدبیر بجھاتا ہے۔ اور یہ ساری چیزیں اسلامی معاشرے کو جہنم کا نمونہ بنا دیتی ہیں، بدقسمتی سے آج ہمارے گردوپیش یہی شیطانی الاؤ روشن ہیں اور مسلمان اس کا ایندھن بنتے جارہے ہیں۔ حق تعالیٰ شانہ اہل اسلام کو اسلامی اخوت کے رشتہ میں منسلک رہنے کی توفیق عطا فرمائے، اور تمام شیطانی تدابیر سے انہیں محفوظ رکھے۔

(صفحۂ اقرأ روزنامہ جنگ کراچی ۲۹ رجون ۱۹۷۹ء)

جرم وسزا کا قانونِ الٰہی

دنیا کی یہ خصوصیت تو ہمیشہ سے سنتے آئے ہیں کہ یہ پریشانیوں کا گہوارہ ہے، مصائب و آلام کا گھر ہے اور افکار و حوادث کی آماجگاہ ہے۔ مگر نئے زمانے کے نئے تقاضوں نے جن آفتوں کو جنم دیا (اور جن میں روز افزوں ترقی ہو رہی ہے) ان کی مثال شاید کسی پہلے زمانے میں ڈھونڈنا عبث ہے۔ اور خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ ابھی کیا کیا نقشے پیش آنے والے ہیں۔ صحیح بخاری میں زبیر بن عدی سے روایت ہے کہ ہم حضرت انس بن مالک صحابی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور ان سے حجاج کی چیرہ دستیوں کی شکایت کی تو فرمایا:

"اصبروا فانہ لا یاتی علیکم زمان الا الذی بعدہ اشر منہ حتی تلقوا ربکم سمعتہ من نبیکم صلی اللہ علیہ وسلم"

(مشکوٰۃ ص ۴۶۲)

ترجمہ: "صبر کرو! کیونکہ تم پر جو زمانہ بھی آئے گا اس کے بعد کا زمانہ اس سے بدتر ہوگا یہاں تک کہ تم اپنے رب سے جاملو، یہ بات میں نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے"۔

دنیا میں پیش آنے والی آفات کی بظاہر دو قسمیں ہیں۔ بعض تو وہ ہیں جن کے اسباب اختیاری ہیں، اور بعض بظاہر انسانی قدرت و اختیار سے خارج ہیں، اور اگر

www.ahnafmedia.com

دقت نظر سے جائزہ لیا جائے تو بیشتر آفات و مصائب جو غیر اختیاری نظر آتے ہیں وہ بھی درحقیقت ہماری ہی بد عملیوں کی سزا ہوا کرتی ہے۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے :

وما اصابکم من مصیبة فبما کسبت ایدیکم و یعفوا عن کثیر۔

(الشوریٰ ر ۳۰)

ترجمہ :"اور جو پڑے تم پر کوئی سختی سو وہ بدلہ ہے اس کا جو کمایا تمہارے ہاتھوں نے' اور معاف کرتا ہے بہت سے گناہ"۔

(ترجمہ شیخ الہندؒ)

اس زمانے میں بہت سی آفات تو ہم نے اپنے اوپر باختیار خود لاد رکھی ہیں۔ اور جن آفتوں کا نزول ہماری بد عملیوں کی بدولت ہو رہا ہے ان کا تو کوئی شمار ہی نہیں۔

حق تعالیٰ کے یہاں قانون یہ ہے کہ جیسا جرم ہو سزا اس کے مناسب دی جاتی ہے۔ جرم خفیہ ہو تو سزا بھی خفیہ' اور جرم اعلانیہ ہو تو سزا بھی اعلانیہ۔ جرم انفرادی ہو تو سزا بھی انفرادی اور جرم اجتماعی ہو تو سزا بھی اجتماعی رنگ میں دی جاتی ہے۔ آج جو سزائیں پورے اجتماع و معاشرے کو بلکہ کہنا چاہئے کہ کم و بیش پوری دنیا کو مل رہی ہیں۔ اور جن کی وجہ سے کیا امیر' کیا غریب' کیا مرد' کیا عورت' کیا چھوٹے' کیا بڑے' کیا اچھے اور کیا برے سبھی پریشان و فریاد کناں ہیں' یہ سب ہمارے اجتماعی گناہوں کا ثمرہ ہیں۔ جب فسق و فجور علانیہ ہو رہا ہو' جب خدا تعالیٰ کی باندھی ہوئی حدوں کو کھلے بندوں توڑا جانے لگے۔ جب خدا اور رسولؐ کی شان میں بے ادبیاں عام طور سے گلی کوچوں میں ہونے لگیں۔ اور جب شر کے شرارے چاروں طرف پھیل جائیں اور کوئی ان کی روک تھام کرنے والا نہ ہو تو خدا کا اٹل قانون حرکت میں آتا ہے اور مجرموں کے ساتھ نیک لوگوں کو بھی آفات اور فتنوں کی چکی میں پیس دیا جاتا ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ امہات المومنینؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک موقعہ پر دریافت کیا تھا "انهلک وفینا الصالحون" کیا ہم ایسی حالت میں ہلاک کر دیئے جائیں گے جب کہ ہمارے درمیان نیک لوگ موجود ہوں؟" جواب میں آپ نے فرمایا نعم اذا کثر الخبث "جی ہاں! جب برائی اور خباثت کی کثرت ہو جائے تو یہی ہو گا"۔

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

"اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے یا تو تمہیں بھلائی کا حکم کرنا ہو گا' اور برائی سے باز رکھنا ہو گا۔ ورنہ بہت جلد اللہ تعالیٰ تم پر اپنا عذاب مسلط کر دیں گے۔ پھر تم دعائیں کرو گے تو تمہاری دعائیں بھی نہیں سنی جائیں گی"۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ :

" لوگ جب برائی کو پھیلتا ہوا دیکھیں اور قدرت کے باوجود اسے بدلنے اور مٹانے کی کوشش نہ کریں تو بہت جلد اللہ تعالیٰ ان کو عذاب عام کی لپیٹ میں لے لیں گے"۔

(مشکوٰۃ ص ۴۳۶)

اس مضمون کی اور بھی بہت سی احادیث ہیں جن سے اہل علم واقف ہیں۔

ایک طرف ان ارشادات نبوت کو رکھیں اور دوسری طرف خود اپنا اور اپنے معاشرے کا جائزہ لیں۔ وہ کون سی برائی ہے جو اس وقت وبائے عام کی طرح پھیلتی نظر

www.ahnafmedia.com

نہیں آتی۔ اور کتنے لوگ ہیں جو برائیوں کے مٹانے کے لئے کمربستہ ہیں؟۔ دوسری برائیاں تو اپنی جگہ رہیں' ہماری آنکھوں کے سامنے لوگ مرتد ہو رہے ہیں اور قریب قریب وہ نقشہ بن رہا ہے جس کی اطلاع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ارشاد میں دی تھی :

بادروا بالاعمال فتنا کقطع اللیل المظلم یصبح الرجل مومنا و یمسی کافرا و یمسی مومنا ویصبح کافرا یبیع دینہ بعرض من الدنیا۔

(صحیح مسلم ۔مشکوٰۃ ص ۴۶۲)

ترجمہ": ان فتنوں سے پہلے اعمال کی طرف سبقت کرو' جو سیاہ رات کے ٹکڑوں کی مانند ہوں گے 'آدمی صبح کو مومن اٹھے گا۔ شام کو کافر ہوگا۔ شام کو مومن ہوگا اور صبح کو کافر اٹھے گا وہ دنیا کے چند ٹکوں کے بدلے اپنا دین بیچتا پھرے گا"۔

لیکن ان تمام روح فرسا حالات کو دیکھنے کے بعد بھی دیندار حضرات میں کوئی حس و حرکت محسوس نہیں ہوتی۔ اور جو لوگ اپنے جہل و حماقت کی وجہ سے دین و ایمان سے محروم ہو رہے ہیں ان کے بچانے کے لئے کوئی فکرمند نظر نہیں آتا۔ اور یہ دردناک صورتحال پوری قوم پر عذاب الٰہی کو دعوت دے رہی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کو حکم فرمایا کہ فلاں بستی کو اس کے مکینوں سمیت الٹ دو 'انہوں نے عرض کیا' بارالٰہا! وہاں تیرا فلاں بندہ بھی رہتا ہے جس نے آنکھ جھپکنے کی مدت میں بھی کبھی تیری نافرمانی نہیں کی۔ حکم ہوا کہ اس کے سمیت اس بستی کو الٹ دو 'اس لئے کہ اس کی پیشانی پر میری خاطر کبھی شکن نہیں پڑی۔

(مشکوٰۃ ص ۴۳۹)

اس وقت ہمارا روئے سخن ان لوگوں کی طرف نہیں جو خود جرائم میں مبتلا ہیں۔ بلکہ ان نیک پاک اور مقدس حضرات کی طرف ہے جو حاجی نمازی اور دیندار کہلاتے ہیں۔ مگر انہیں اپنے انفرادی اعمال کے بعد شر اور برائی کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکنے کی کوئی فکر نہیں۔ ان کے پڑوس میں لوگ بے نمازی مرتے ہیں تو مرتے رہیں' بے کلمہ مرتے ہیں تو مرا کریں' مرتد ہوتے ہیں تو ہوا کریں' علانیہ فسق و فجور میں مبتلا ہیں تو ہوتے رہیں' وہ سمجھتے ہیں کہ ان پر کسی کی کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی۔

بالخصوص حضرات علمائے کرام سے گزارش کرنا ہے کہ جو امانت نبوت کے حامل ہیں' اور امت کی اصلاح 'معروف کے پھیلانے اور منکرات کے مٹانے کی ذمہ داری جن پر بطور خاص عائد کی گئی ہے۔ وہ جس بستی میں 'جس شہر میں 'جس محلے میں رہتے ہیں' کیا انہوں نے خلق خدا کی راہنمائی اور دعوت الی اللہ کا کوئی ٹھوس نظام قائم کر رکھا ہے؟۔ کیا ان کی ساری توانائیاں اور ان کی ساری صلاحیتیں باطل کو مٹانے اور برائی کا قلع قمع کرنے میں خرچ ہو رہی ہیں؟ کیا انہوں نے گھر گھر جا کر اور ایک ایک کو بلا کر موعظت و نصیحت اور خیرخواہی کے سارے اسلوب آزما دیکھے ہیں؟ افسوس ہے کہ اس کا جواب نفی اور یکسر نفی میں ہے۔ بلاشبہ دینی معاہد کام کر رہے ہیں' کوئی شک نہیں کہ مسجدوں میں بھی کچھ لوگ آجاتے ہیں اور یہ بھی درست ہے کہ جلسوں 'کانفرنسوں 'خطبوں 'مجلسوں اور وعظوں کی شکل میں بھی دین کی تھوڑی بہت باتیں کانوں میں ڈالی جا رہی ہیں مگر شر کا سیلاب جس رفتار سے بڑھ رہا ہے۔ بدی کی قوتیں جس عزم و ہمت اور منصوبہ بندی کے ساتھ اپنی دعوت منظم شکل میں پھیلا رہی ہیں۔ اور شیطان نے خلق خدا کو بہکانے کے لئے جس طرح قدم قدم پر اپنے جال پھیلا رکھے ہیں ۔اہل خیر و صلاح کی کوششیں (اگر ان کو کوششوں کا نام دینا صحیح

www.ahnafmedia.com

ہو) اس سطح کی تو کیا ہوتیں' اس کا عشر عشیر بھی نہیں ہیں۔

اور پھر جو کچھ ہے وہ بھی خاص اس حلقے کے لئے ہے جو دین کی طلب اپنے اندر رکھتا ہے۔ اور جو خود طالب بن کر دین کا کوئی مسئلہ معلوم کرنے کے لئے آتا ہے۔ لیکن بدقسمتی سے قوم کو "سقوط اشتہا" کا مرض لاحق ہے۔ اس کے اندر دین کی طلب اور پیاس ہی باقی نہیں رہی۔ ایک تندرست شخص کے لئے آپ نے خورد و نوش کا سارا سامان مہیا کر دیا۔ اسے جب بھوک پیاس ستائے گی وہ از خود غذا کے لئے بے قرار ہوگا۔ لیکن جس مریض کی اشتہا ساقط ہو چکی ہو اور اسے غذا کی رغبت کے بجائے اس سے نفرت ہو گئی ہو اس کے لئے اچھے سے اچھے کھانوں کا اہتمام بے سود ہے۔ اس کی خیرخواہی یہی ہو سکتی ہے کہ اس کی اشتہا بحال کرنے کی تدبیر کی جائے۔ اسے کسی معالج کے پاس لے جائیں اور اگر اس کا وہاں جانا ممکن نہ ہو تو معالج کو گھر پر بلا لائیں' تبدیلی آب و ہوا کی ضرورت ہو تو اس کا ماحول بدلیں' اور جب اس کی اشتہا عود کر آئے تو اسے مناسب غذائیں دینا شروع کریں۔ ٹھیک یہی حالت اس وقت مسلمان معاشرے کی ہے۔ اس کے ذہن اور تصور پر مادیت اور شیطانی ماحول کا اس قدر تسلط ہے کہ دین کی رغبت و اشتہا کالعدم ہے۔ دینی مراکز موجود ہیں' اس کی تعلیم و تربیت کا پورا سامان مہیا ہے۔ مگر اسے دین ہی سے نفرت و بیزاری ہو چلی ہے' اور مرض نے بڑھتے بڑھتے خوفناک شکل اختیار کر لی ہے۔ ایسی حالت میں ناخدایان ملت کا فرض یہ ہے کہ مسلمانوں میں دین کی طلب و اشتہا پیدا کرنے کی تدبیر کی جائے' اور جس طرح ایک وبائی مرض پر قابو پانے کے لئے تمام ممکنہ تدابیر بروئے کار لائی جاتی ہیں' اور اس کے لئے پوری قوم فکر مند ہوتی ہے اسی طرح موجودہ صورت حال کی اصلاح کے لئے ملت کے ایک ایک فرد کو فکر مند ہونے اور خدا کے بندوں کو اس سیلاب وبا سے بچانے کے لئے فکر مند ہونے کی ضرورت ہے۔

ہماری موجودہ کوششیں پیاسے کو سیراب کرنے کے لئے تو کافی ہیں۔ مگر جو مسکین پیاس ہی سے محروم ہو چکے ہیں ان کے لئے نہ مساجد کی کوئی اہمیت ہے' نہ مدارس کی' نہ علم کی نہ علما کی' نہ دین کی' نہ دینداروں کی ------ اس کا نتیجہ ہے کہ معاشرے پر برائی کا دباؤ برابر بڑھ رہا ہے' اور بڑے بڑے جری اور حق گو حضرات بھی پاشکستہ ہو کر "سکوت مصلحت آمیز" میں عافیت سمجھتے ہیں' اور اسی کا نتیجہ ہے کہ والد بزرگوار اگر عالم و فاضل حاجی نمازی اور تہجد گزار تھے تو اولاد کٹر بے دین' ملحد اور عقل و شرافت تک سے عاری ہو رہی ہے ------ اور اسی کا نتیجہ ہے کہ بہت سی برائیوں کی نفرت ہی دل سے نکل گئی ہے۔ کل جو کام شہدوں اور لچوں' لفنگوں کے سمجھے جاتے تھے۔ اور جنہیں معاشرہ بے حد نفرت کی نظر سے دیکھتا تھا (بلکہ کہنا چاہئے کہ دیکھ نہیں سکتا تھا) آج وہ شرفا کے گھروں میں' دیندار' حاجی نمازیوں کے گھروں میں بغیر کسی روک ٹوک کے ہو رہے ہیں۔ خصوصاً عورتوں کی بے حجابی اور ریڈیو' فلم' ٹی وی اور وی سی آر کے فتنوں نے عقل و شرافت کی ساری قدروں کو پامال کر ڈالا ہے۔

بعض لوگوں کے کان میں شیطان نے یہ پھونک دیا کہ "میاں! آج برائی کی اصلاح ممکن نہیں' زمانہ بُرا آگیا ہے۔ تم لاکھ کہو کون کسی کی سنتا ہے' بس تم اپنے کام سے کام رکھو" ـــــ اس القائے شیطانی کا اثر ہے کہ باطل اور شر نئے حوصلے' نئے عزم اور نئے ولولے کے ساتھ آگے بڑھ رہا ہے' مگر حق کے حاملین میدان وفا سے راہ فرار اختیار کر رہے ہیں اگر فسق و فجور کی پیش قدمی اور شر و باطل کی یلغار اسی طرح رہی' اور داعیان حق ایک ایک کر کے گوشہ عافیت میں پناہ لیتے رہے تو نوشتۂ دیوار سامنے ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ان تمام گزارشات کا مدعا یہ ہے کہ خیر و صلاح کے تمام حاملین اور بالخصوص

www.ahnafmedia.com

علمائے امت پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اس آفت زدہ معاشرہ کو خدا کے غضب سے بچانے کے لئے آگے بڑھیں۔ جب پورے محلے اور بستی میں آگ پھیل جائے تو اس کا بجھانا ہر اس شخص پر فرض ہوجاتا ہے جس میں اس کی ذرا بھی صلاحیت اور ہمت ہو جب کسی شہر اور بستی پر غنیم (دشمن کی فوج) حملہ آور ہوجائے اس وقت میدان جہاد میں کود جانا ہر شخص پر فرض عین ہے۔ جسے فقہ کی زبان میں ''نفیر عام'' کہتے ہیں۔ آج اسلامی معاشرہ فسق و فجور اور کفر و الحاد کی آگ میں جل رہا ہے، اور اس آگ کے شرارے گلی گلی اور کوچے کوچے پھیل رہے ہیں۔ آج اسلامی معاشرہ پر شر و باطل فسق و فجور کا غنیم حملہ آور ہے۔ اور وہ تابڑ توڑ حملوں سے اسلامی عقائد' اسلامی اقدار' اسلامی اخلاق اور اسلامی معاشرت کو صفحہ ہستی سے مٹانے پر تلا ہوا ہے' آج ہر اس شخص پر جو ذرا بھی مالی' بدنی' لسانی طاقت رکھتا ہو' یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اس آگ کو بجھانے اور اس غنیم کا منہ توڑنے کے لئے اپنی صلاحیتیں بروئے کار لائے۔ اب بے فکری' عافیت کوشی اور ہاتھ پیر توڑ کر بیٹھنے کی کوئی گنجائش نہیں:

وگرنہ نہ دیکھنا ساحل پہ سارے ڈوب جائیں گے

رہا یہ کہ ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اپنی ہمت و بساط کے مطابق خود بھی تبلیغ سے جڑ جایئے' اور جہاں تک اپنا حلقہ تعارف ہے' اس کو بھی دعوت کے کام میں جوڑا جائے۔ واللہ الموفق۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد
وآلہ واصحابہ وبارک وسلم

(ذوالحجہ ۱۳۹۹ھ)

تعلیم برائے تعلیم نہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پندرہویں صدی کے استقبال کی دو سالہ تقریبات کے پروگراموں میں ایک بات یہ بھی شامل ہے کہ ان دو سالوں میں تعلیم کو عام کیا جائے گا، بلاشبہ تعلیم انسانیت کا وہ خصوصی کمال ہے جس کی وجہ سے حضرت آدم علیہ السلام کو مسجود ملائکہ بنایا گیا اور ان کے لئے خلافت ارضی کی مسند آراستہ کی گئی۔ قرآن کریم نے علم کو حیات سے اور جہل کو موت سے تعبیر کیا ہے، اور آخری وحی آسمانی کا پہلا پیغام ہی ''اِقْرَأْ'' سے شروع ہوکر ''وَعَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ.'' پر ختم ہوتا ہے، اس لئے نئی صدی کے استقبال کے لئے تعلیمی مہم کو بطور خاص پیش نظر رکھنا لائق تحسین انداز فکر ہے، لیکن اسی کے ساتھ، ہمیں یہ فراموش نہیں کرنا چاہئے کہ اسلام ''تعلیم برائے تعلیم'' کا نہیں بلکہ بامقصد تعلیم کا قائل ہے، اس لئے تعلیم کو عام کرنے کی مہم اس وقت کامیاب ہوسکتی ہے جب کہ ہماری تعلیم کا ایک نظریاتی مقصد متعین بھی ہو اور ہماری تعلیمی مہم اس مقصد کے حصول میں معین و مفید بھی ہو، اس لئے اہم ترین سوال یہی ہے کہ ہماری تعلیم کا مقصد کیا ہے اور تعلیمی پالیسی اس مقصد کے حصول کے لئے کس حد تک مفید ہے؟

اس نکتہ میں دو رائیں نہیں ہوسکتیں کہ ایک مسلمان کی حیثیت سے ہماری

www.ahnafmedia.com

تعلیمی سرگرمیوں کا مرکز ومحور اسلامی نظریہ ہے، اور اسلام و عالم اسلام کی سربلندی اس کا پہلا اور آخری مقصد ہے۔ غالباً اس نکتہ میں کسی صاحب بصیرت کو اختلاف نہیں ہوگا کہ دنیا کا موجودہ تعلیمی نہج، تعلیم وتربیت کے وہ تقاضے پورے نہیں کرتا جو اسلام کی سربلندی کے لئے ناگزیر اور عالم اسلام کے لئے لائق فخر کہلا سکتے ہیں، بلکہ دنیا کی موجودہ تعلیمی وبا نے اضطراب و بے چینی، جنسی انارکی و بے راہ روی، اساتذہ کی توہین اور مار پٹائی، انسانی اخلاق سے آزادی جیسے امراض کو عام کردیا ہے، الغرض تعلیمی نہج کے بگاڑ نے انسانیت کی کوئی خدمت نہیں کی، بلکہ تخریب پسندی کے جذبات کو فروغ دیا ہے، مغرب تو مدت سے اس نہج پر رواں دواں ہے، اب مغرب کی تقلید میں مشرق بھی اسی نہج پر چل نکلا ہے، کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ موجودہ نظام تعلیم کو فروغ دینے (یا دوسرے لفظوں میں تعلیم کو عام کرنے سے) کسی خیر کی توقع کی جاسکتی ہے؟

ہم ان کالموں میں تعلیمی بگاڑ کے اسباب وعلل کی نشاندہی اور اس کی اصلاح کے لئے تجاویز پیش کرتے رہے ہیں، مگر نقار خانے میں طوطی کی آواز کسے سنائی دیتی ہے؟ ہم ایک بار پھر مخلصانہ گزارش کریں گے کہ جب تک تعلیم، نظام تعلیم کو اسلامی خطوط پر مرتب نہیں کیا جاتا، جب تک ہمارے تعلیمی اداروں اور دانش گاہوں کو لادین عناصر سے پاک نہیں کیا جاتا، جب تک مخلوط تعلیم کے رواج کو یکسر ختم نہیں کیا جاتا، جب تک تعلیم پانے والی نئی نسل کی اسلامی اخلاق، اسلامی اعمال اور اسلامی نظریات کے مطابق تہذیب وتربیت کا صحیح انتظام نہیں کیا جاتا اس وقت تک ہماری تعلیمی مہم حصول مقصد میں ناکام رہے گی۔

تعلیم کی لائن میں ایک اور بات کی طرف بھی توجہ ضروری ہے، آج تقلید مغرب میں خواتین کی تعلیم بھی جدید نہج پر فرض سمجھ لی گئی ہے، اور کسی بندۂ خدا کو

خواتین کی مغربی تعلیم کے بھیانک نتائج کا احساس تک نہیں ہورہا، آج سے نصف صدی قبل کے زمانے پر نظر دوڑایئے وہی مائیں جنہیں آج کی مہذب دنیا ''ان پڑھ'' ''ناخواندہ'' اور ''جاہل'' کہتی ہے، انہوں نے کتنی بڑی بڑی بلند و بالا شخصیتوں کو جنم دیا، سیاسی قائدین میں علامہ اقبال، قائداعظم محمد علی جناح، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا محمد علی جوہر، مولانا حسرت موہانی، مولانا ظفر علی خان اور مذہبی قائدین میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ، مولانا اشرف علی تھانویؒ، مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا مفتی محمد شفیعؒ وغیرہ جو سیکڑوں نہیں ہزاروں نابغہ شخصیتیں ابھری ہیں انہوں نے کن ماؤں کی آغوش میں تعلیم وتربیت پائی تھی؟ اور اس کے مقابلے میں کالج اور یونیورسٹی کی تعلیم یافتہ مہذب خواتین کی آغوش میں کون سی بلند پایہ شخصیتیں پروان چڑھی ہیں، آپ دقت نظر سے ان دونوں کا موازنہ کریں گے تو اندازہ ہوگا کہ خواتین کی موجودہ تعلیم جدید انسانیت کے لئے کس قدر ''زرخیز'' ثابت ہوئی ہے؟

فنی اور تکنیکی دائرے میں ہم بے خدا قوموں سے بھی استفادے کرسکتے ہیں، لیکن دینی، اخلاقی، تہذیبی اور معاشرتی دائرے میں ہمیں کسی غیر قوم سے استفادے کی ضرورت نہیں، ہمارے نبی آخر الزماں ﷺ کی تعلیمات وہدایات نے ہمیں اس قدر مستغنی کردیا ہے کہ ہم پوری دنیا کے معلم ومرشد کے فرائض انجام دے سکتے ہیں، جب کہ قرآن کریم نے ''كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ'' میں اس کی صراحت فرمائی ہے، لیکن ہماری حالت اس کے برعکس یہ ہے کہ آج ہماری دینی تعلیم کا سلسلہ نسب بھی مغرب کے یہودی مستشرقین تک پہنچتا ہے، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں دینی موضوعات بھی ان اساتذہ کے سپرد کئے جاتے ہیں جو مستشرقین کے بلا واسطہ یا بالواسطہ شاگرد ہوں، اور جنہوں نے کسی مغربی یونیورسٹی میں یا مغرب کے نہج پر مشرقی دانش گاہ میں ڈاکٹریٹ

www.ahnafmedia.com

کیا ہو، اور پھر یہ سلسلہ مزید آگے بڑھایا جارہا ہے، اور انہی حضرات کی کچی پکی دینی معلومات کو ریڈیو، ٹی وی اور دیگر ذرائع ابلاغ کے ذریعہ قوم کے کانوں میں ڈالا جارہا ہے، اگر تعلیم کو اسلامی نظریہ سے ہم آہنگ کرنا اور اس کے ذریعہ ایک ایسی نسل تیار کرنا مقصود ہے جو اسلامی تقاضوں کے مطابق انسانیت کی نازک ذمہ داریوں کو سنبھال سکے، تو ضروری ہے کہ اس صورت حال کی اصلاح کی جائے، اس لئے کہ جن حضرات نے یہودی اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کئے ہوں، وہ اسلام اور اسلامی تعلیمات کو کبھی نہیں سمجھ سکتے۔

(افتتاحیہ صفحہ اقرأ روزنامہ جنگ کراچی ۷/ دسمبر ۱۹۷۹ء)

معاشرتی برائیوں کی اصلاح

گزشتہ مہینے کے "بصائر و عبر" میں جس درد دل کا اظہار کیا گیا تھا اور اہل علم اور اہل دین حضرات سے جس زخم کا مرہم تلاش کرنے کی درخواست کی گئی تھی۔ آج کی صحبت میں چند معروضات اسی سلسلہ میں پیش خدمت ہیں۔

ع "من قاش فروش دل صدپارہ خویشم"

محرم الحرام ۱۴۰۰ھ سے چودھویں صدی کا آخری سال شروع ہو رہا ہے اور حکومتی و بین الاقوامی سطح پر پندرھویں صدی کے استقبال کی دو سالہ تقریبات اسی سے شروع ہو رہی ہیں۔ جن کا منشا امت مسلمہ کی اصلاح و ترقی اور اسلام کی سربلندی کی تدابیر سوچنا ہی ہو سکتا ہے۔ اس لئے ۔ " تقریب سخن" کے طور پر اس مختصر سے اداریے کے چند فقرے دہرا دینے کو جی چاہتا ہے۔ جو راقم الحروف نے آج سے سات برس پہلے محرم الحرام ۱۳۹۳ھ کے شمارے میں "شذور" کے عنوان سے سپرد قلم کیا تھا۔

"محرم الحرام سے نئے سال کا آغاز ہوتا ہے۔ گویا ہجرت نبوی (علیٰ صاحبہا الصلوۃ والسلام) سے اب تک (۱۳۹۳ھ کے آغاز تک) زمانہ گردش ایام کی تیرہ سو بانوے منزلیں طے کر چکا ہے اور آج سے ٹھیک آٹھ سال بعد زمانہ صد سالہ کروٹ بدل کر چودھویں

www.ahnafmedia.com

صدی سے پندرھویں صدی میں منتقل ہو جائے گا"۔

"صدی کا آخری حصہ عموماً تنزل و انحطاط کا دور ہوتا ہے' گزشتہ چند سالوں میں امت جن حوادث سے دوچار ہوئی' انسانی قدریں جس تیزی سے پامال ہوئیں' انسانیت کے آلام و مصائب میں جس سرعت سے اضافہ ہوا' اور ملت اسلامیہ پر ابتلا و آزمائش کے جو پہاڑ ٹوٹے' اگر آئندہ آٹھ سالوں میں پستی و تنزل کی یہی رفتار رہی تو نہیں کہا جا سکتا کہ چودھویں صدی کے اختتام تک دنیا انحطاط کے کس نقطہ تک جا پہنچے گی"۔

"..... اب یہ امت فتنوں کے مقابلہ میں خم ٹھونک کر کھڑا ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔ بلکہ ہر موقعہ پر طوفان کے رخ بہنے کی خوگر ہو چکی ہے۔ ادھر اس کے اطبا و معالجین اس جاں بلب مریض کی غلط چارہ سازی میں مصروف ہیں ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا کہ آخر اس کا کیا کیا جائے۔ کہیں جمہوریت کے انجکشن سے اس کی بحالی صحت کی امید کی جا رہی ہے۔ کہیں یہودیت و مغربیت کا تریاق اس پر آزمایا جا رہا ہے۔ کہیں سائنس اور مادیت کے کیپسول اس کے حلق سے اتارے جا رہے ہیں۔ کہیں سوشلزم کے مارفیا سے اسے چند لمحے تسکین دلانے کی کوشش کی جا رہی ہے' مگر صد حیف کہ یہ برخود معالجین نہ اس امت کے مزاج شناس ہیں۔ نہ اس کے مرض و اسباب مرض کی صحیح تشخیص کر پاتے ہیں' اور نہ اس کے علاج کی اہلیت و صلاحیت رکھتے ہیں۔ ایسے میں یہ مریض

مرے گا نہیں تو اور کیا ہوگا۔ وکان امر اللہ قدراً مقدورا۔

"..... آج جب کہ بگڑی ہوئی انسانیت میں اپنے خالق سے بغاوت و برگشتگی کی فضا عام ہے' احکام الٰہیہ کو توڑا جا رہا ہے' مادیت کا فتنہ اطراف عالم کو محیط ہے۔ ایسے حالات میں جو لوگ اپنے کریم آقا سے وفاداری کا ثبوت پیش کریں گے انہیں بیش بہا انعامات کی دولت سے نوازا جائے گا۔"

"..... مگر خود مادیت کے گرداب سے نکل کر ایمان و یقین کی لائن پر پڑنا' اور بندگان خدا کو اس کی دعوت دینا بغیر اس کے ممکن نہیں کہ وقفہ وقفہ کے بعد کچھ وقت نکال کر اللہ والوں کی پاکیزہ مجلسوں میں حاضری دی جائے۔ ہر محلہ کی مسجد کو محلہ والوں کی دینی ضروریات' اور ایمان و عمل کی دعوت کا مرکز بنایا جائے۔ ہر گھر کو ذکر و تلاوت سے معمور کیا جائے۔ اور اس کے لئے اتنی محنت کی جائے کہ ہر مسلمان کا رابطہ مسجد سے استوار ہو جائے۔ بس یہ ہے آج امت کی سب سے بڑی ضرورت"۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے :

اول صلاح هذه الامة اليقين والزهد واول فسادها البخل والامل۔

(مکتوب ص ۴۵۰)

www.ahnafmedia.com

ترجمہ :" اس امت کی درستگی و اصلاح کا آغاز آخرت کے یقین اور دنیا سے بے رغبتی سے ہوا' اور اس کے بگاڑ کی ابتدا بخل اور لمبی امید سے ہوگی"۔

آج الّا ماشاء اللہ امیر و غریب 'مرد و زن 'چھوٹے بڑے اور عالم و جاہل سب میں "زہد و یقین" کا وصف دھندلا چکا ہے' اور اس کی جگہ دنیا کے مال و جاہ "منصب و اعزاز' سازوسامان اور یہاں کی شان و شوکت ہی کو اصل مقصد بنا لیا گیا ہے۔ ایک مومن کی زندگی کا ایک ایک لمحہ محض رضائے خداوندی کے حصول اور آخرت کی تیاری میں صرف ہونا چاہئے' مگر ہماری زندگی کا شاید ہی کوئی لمحہ اس کے لئے فارغ ہو۔ دنیوی مشاغل 'دنیوی آسائش کی فکر 'دنیوی عزت و جاہ کے حصول کی دھن 'اور دنیا کی لغویات میں ایک دوسرے سے برتری کا جذبہ کچھ ایسا غالب ہے کہ آخرت کے سب سے بڑے امتحان کی تیاری اور اس میں کامیابی و ناکامی کا خیال بھی (خوش نصیب لوگوں کے سوا) مدتوں نہیں آتا۔ تاجر اپنی تجارت میں 'ملازم اپنی نوکری میں 'کاشتکار اپنی کھیتی باڑی میں 'صنعت کار اپنی صنعت میں 'مزدور اپنی مزدوری میں 'امیر اپنی امارت کے نشہ میں اور غریب اپنی غربت کے غم میں کچھ ایسا مگن ہے کہ اس کے شب و روز کے نظام الاوقات میں آخرت کی تیاری کے لئے بظاہر گنجائش ہی نہیں ـــــ اور عجیب تر بات یہ ہے کہ آخرت اور صرف آخرت کی بات کرنے والا اور خدا اور صرف خدا کی دعوت دینے والا احمق سمجھا جاتا ہے ـــــ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

دین سے یہ غفلت و بے پروائی 'محاسبۂ آخرت سے اس قدر بے فکری اور دنیا کی لذات میں اس قدر انہماک بڑے خطرے کی نشاندہی کر رہا ہے' جیسا کہ قرآن کریم میں ہے "کلا بل ران علی قلوبھم" یہی غفلت بڑھتے بڑھتے دلوں کا زنگ بن جاتی

ہے۔ اور جن قلوب کو غفلت کی دیمک چاٹ جائے وہ بالآخر متاع ایمان کے بچانے کی صلاحیت بھی کھو بیٹھتے ہیں۔ اس لئے آج امت کو ایک ایسی ایمانی دعوت کی ضرورت ہے جو اسے خواب غفلت سے بیدار کردے۔

اسے تعلق مع اللہ اور شوق آخرت کے ایک ایسے والہانہ ولولے کی ضرورت ہے جو اس کے دنیوی مشاغل پر غالب آنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ اسے ایسے نور بصیرت کی ضرورت ہے جو حق تعالیٰ شانہ کی خالقیت و رزاقیت اور اسباب سے بالا تر اس کی حکیمانہ ربوبیت کا مشاہدہ کرا سکے اور یہ بات دل کی گہرائیوں میں اتر جائے کہ معیشت کے تمام اسباب و ذرائع محض "اسباب" کی حیثیت رکھتے ہیں حق تعالیٰ کی ربوبیت ان اسباب کی محتاج نہیں۔ بلکہ یہ اسباب خود مشیت الٰہی کے تابع ہیں۔ اگر حق تعالیٰ سے بندے کی عبدیت کا رشتہ صحیح ہو تو حق تعالیٰ ان اسباب کے بغیر بھی اس کی پرورش فرما سکتے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کے زمانہ کی شدت کا تذکرہ فرمایا تو صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ایسی شدت اور ایسے سخت ابتلا کے وقت مسلمانوں کا کیا حال ہوگا؟ فرمایا :

یجزءھم مایجزی اھل السماء من التسبیح والتقدیس۔ (مشکوۃ شریف صفحہ ۴۷۷)

ترجمہ :"جو تسبیح و تقدیس آسمان والوں کو کام دیتی ہے وہی ان کو بھی کافی ہوگی"۔

اگر مسلمانوں کو ایسی ایمانی فضا اور ایسی ایمانی تحریک سے وابستہ ہونے کی سعادت نصیب ہو جائے تو یہود و نصاریٰ اور بے خدا قوموں کی تقلید جس پر آج فخر کیا جاتا ہے ـــ ان کے لئے موجب ننگ و عار اور باعث شرم و خجالت بن جائے۔ اور

www.ahnafmedia.com

رحمتہ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز زندگی ـــــ جسے آج حقیر سمجھا جاتا ہے۔ اس کی قیمت ہفت اقلیم کی دولت سے بالاتر نظر آنے لگے۔

دین سے غفلت و بے پروائی کا ایک افسوسناک پہلو یہ ہے کہ دنیا کی معمولی سے معمولی چیز کے بارے میں تو ہمارا تصور یہ ہے کہ وہ گھر بیٹھے بٹھائے نہیں مل جاتی۔ بلکہ اس کے لئے محنت لازم ہے۔ دنیا کا کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ کسب اور پیشہ بھی سیکھے بغیر نہیں آتا۔ بلکہ اس کے لئے ناک رگڑنے کی ضرورت ہے۔ مگر دین کے بارے میں یہ تصور قائم کر لیا گیا کہ نہ اس کے سیکھنے کی ضرورت ہے۔ اور نہ جدوجہد و عمل کی۔ بس گھر بیٹھے بٹھائے ہمیں یہ دولت حاصل ہے۔ یہ دین کی حقیقت سے ناآشنائی اور اس کی عظمت سے بے خبری کی دلیل ہے۔ اور اس تصور کا منشا دراصل یہ ہے کہ ہمیں دین کی ضرورت کا احساس نہیں۔ چونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ یہ زندگی دین اور دینی مشاغل کے بغیر بھی بہرحال گذر جاتی ہے۔ اور اگلی زندگی پردہ غیب میں ہے۔ اس لئے بہت سے لوگوں کے لئے یہ سمجھنا بھی مشکل ہو رہا ہے کہ آخر دین کے حصول کے لئے محنت کرنے، جان و مال کھپانے، خون پسینہ ایک کرنے اور دربدر کی ٹھوکریں کھانے کی ضرورت ہی کیا ہے، اسی تصور اور اسی احساس کا نتیجہ ہے کہ دینی اعمال و اشغال ہماری زندگی سے نکل رہے ہیں مگر ہمیں ان پر کوئی قلق نہیں۔ افسوس! کہ جو چیز سب سے زیادہ ضرورت کی تھی، جس پر ہماری ساری کامیابیوں کا انحصار تھا اور جس پر ابدالاباد کے لئے ہماری قسمت کا فیصلہ ہونے والا ہے، آج ہمارے ذہن کا ایک ایک گوشہ اس ضرورت کے تصور سے خالی ہوتا جا رہا ہے۔

(اسلامی صفحہ اقرأ روزنامہ جنگ کراچی دسمبر ۱۹۷۹ء)

احساسِ ذمہ داری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

زندگی احساس و شعور کا نام ہے اور احساس و شعور باقی نہ رہے تو اسے موت سے تعبیر کیا جاتا ہے، قوموں کی زندگی کا پیمانہ بھی ذمہ داریوں کا شعور ہے، ایک زندہ قوم وہی کہلاتی ہے جس کا ہر طبقہ بلکہ ہر فرد اپنے فرائض کا شعور رکھتا ہو اور پوری ذمہ داری کے ساتھ اپنے فرائض کو بجا لاتا ہو، اس کے برخلاف جب قوم اپنے فرائض کے شعور سے محروم ہو جائے تو یہ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ وہ ایک زندہ قوم کی طرح اپنے اندر تگ و دو کی صلاحیت نہیں رکھتی۔

قومیں اپنے افراد و طبقات کے فرائض، رسم و رواج اور احوال و ظروف کے پیمانے سے متعین کرتی ہیں، لیکن مسلمانوں کی یہ خصوصیت ہے کہ ان میں سے ہر فرد اور ہر طبقہ کے فرائض صرف معاشرتی رسوم و قیود کے رہین منت نہیں بلکہ وحی آسمانی نے وہ فرائض ان کے ذمہ عائد کئے ہیں، اس لئے مسلمانوں کی قومی زندگی کی نشوونما اس پر منحصر ہے کہ ان میں سے ہر فرد اور ہر طبقہ ان حقوق و فرائض کو کہاں تک بجا لاتا ہے، جو احکم الحاکمین کی طرف سے اس پر عائد کئے گئے ہیں، اور پھر دوسری قوموں کے سامنے فرائض بجا لانے یا نہ لانے پر محاسبۂ آخرت کا کوئی تصور نہیں، لیکن ایک

www.ahnafmedia.com

مسلمان کے لئے ہر قدم پر اس کا دھڑکا ہے کہ اس سے اس کی باز پرس ہوگی، آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے:

"عن عبداللہ ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ. فالامام الذی علی الناس راع وھو مسئول عن رعیتہ، والرجل راع علی اھل بیتہ وھو مسئول عن رعیتہ، والمرأۃ راعیۃ علی بیت زوجھا وولدھا، وھی مسئولۃ عنھم، وعبدالرجل راع علی مال سیدہ وھو مسئول عنہ، الا فکلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ. متفق علیہ."

(مشکوۃ ص:۳۲۰)

ترجمہ:..... "یاد رکھو! تم میں سے ہر شخص کو نگہبان مقرر کیا گیا ہے، اور تم میں سے ہر شخص سے اس کی ماتحت رعیت کے بارے میں باز پرس ہوگی، پس سربراہ مملکت جو سب لوگوں کا حاکم ہے وہ ان سب کا نگہبان ہے اور اس سے رعیت کے ایک ایک فرد کے بارے میں باز پرس ہوگی، ایک عام آدمی اپنے گھر والوں پر نگران ہے، اس سے اپنے زیر رعیت لوگوں کے بارے میں باز پرس ہوگی، عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کی اولاد پر نگراں ہے، اس سے ان کے بارے میں باز پرس ہوگی، اور گھر کا نوکر اپنے آقا کے مال کا نگران ہے، اس سے اس کے بارے میں باز پرس ہوگی، یاد رکھو! کہ تم میں سے ہر شخص نگراں ہے، اور

ہر شخص سے اس کی ماتحت رعیت کے بارے میں باز پرس ہوگی۔"

ایک مسلمان اپنے فرائض ٹھیک ٹھیک اسی وقت ادا کرسکتا ہے جب کہ اسے یہ علم ہو کہ اس کے منصب وعہدہ کے مطابق اس کے ذمہ احکم الحاکمین کی طرف سے کیا فرائض عائد کئے گئے ہیں؟ اور اسی کے ساتھ اسے یہ شعور واحساس بھی ہو کہ اگر میں نے اپنے فرائض کی ادائیگی میں غفلت ولاپرواہی یا خیانت وبددیانتی روا رکھی تو کل مجھے سب سے بڑی عدالت میں اس کی جوابدہی کرنی ہوگی، اسی لئے شیخ سعدیؒ نے اپنے بادشاہ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ ایسے لوگوں کو افسر نہ بنایئے جو آپ سے ڈرتے ہوں، بلکہ ایسے لوگوں کو بنایئے جو خدا سے ڈرتے ہوں، کیونکہ آپ کی نظر سے ان کی کاروائی اوجھل ہوسکتی ہے، مگر وہ خدا کی نظر سے چھپ کر کہیں نہیں جاسکتے۔

مسلمانوں کا کوئی فرد جو اپنے فرائض کا شعور واحساس بھی رکھتا ہو اور "یوم الدین" کے حساب پر اس کا یقین بھی ہو وہ جانتا ہے کہ وہ اپنے فرائض کی ادائیگی میں کسی غفلت یا بددیانتی کا مرتکب نہیں ہوسکتا اسے اگر رشوت پیش کی جائے تو اس کا دین وتقویٰ اس کے ہاتھ پکڑ لے گا، اور اسے یہ احساس دلائے گا کہ یہ زہر ہے، اور زہر کھانے کے بعد ممکن نہیں کہ وہ تمہارے پورے وجود میں سرایت نہ کرجائے، وہ سرکاری خزانے کو خدا کی امانت تصور کرے گا اور اسے یہ شعور ہوگا کہ اگر وہ اس امانت میں ایک پائی کی خیانت کا بھی مرتکب ہوا تو احکم الحاکمین کی عدالت میں اسے اگلنا ہوگی، وہ دفتر میں کام کے اوقات کو گپ شپ چائے نوشی اور محفل آرائی میں ضائع نہیں کرے گا، کیونکہ اسے شعور ہوگا کہ اس کی تنخواہ اسی وقت حلال ہوگی جب کہ وہ اس وقت کو جو اس کے فرائض کی انجام دہی کے لئے مقرر کردیا گیا ہے، خدا کی امانت سمجھ کر استعمال کرے، اگر اس نے ان مقررہ اوقات میں اپنا "فرضِ وقت" ادا نہ کیا تو

www.ahnafmedia.com

وہ خدا کی عدالت میں خائن شمار ہوگا اور اس کی تنخواہ مدحرام میں تصور کی جائے گی، اور اس خیانت اور حرام خوری پر اس سے باز پرس ہوگی۔

۱:.....انسان جب اس عالم رنگ و بو میں قدم رکھتا ہے تو تعلقات کی ایک وسیع دنیا ساتھ لاتا ہے، یہی دوطرفہ تعلقات حقوق و فرائض کا تعین کرتے ہیں، وہ بیٹا ہے تو اس پر ماں باپ کے حقوق عائد ہوتے ہیں، باپ ہے تو اولاد کے حقوق اس پر لازم ہیں، شوہر ہے تو بیوی کے حقوق کا طومار اس کی پشت پر ہے، بیوی ہے تو شوہر کے حقوق کا ہار اس کے گلے میں ہے، حاکم ہے تو زیر حکومت رعایا کے حقوق کے طوفان کا اس کو سامنا ہے اور محکوم ہے تو حاکم کے حقوق کا تاوان اس کے سر ہے۔ الغرض بنی نوع انسان کا کوئی فرد ایسا نہیں کہ مختلف قسم کے حقوق و مطالبات کی زنجیروں میں بندھا ہوا نہ ہو۔

۲:.....جو حقوق لوگوں کے آپ کے ذمہ ہیں وہ آپ کے لئے ''فرائض'' کی حیثیت رکھتے ہیں، اور جو حقوق آپ کے لوگوں کے ذمہ ہیں وہ دوسروں کے ''فرائض'' میں شامل ہیں۔ گویا ایک ہی چیز ایک حیثیت سے ''حق'' کہلاتی ہے اور دوسری حیثیت سے فرض۔ مثلاً بیوی کا نان ونفقہ اس کا حق ہے، اور شوہر کے ذمہ اس کی ادائیگی فرض و لازم ہے۔ شوہر کی اطاعت و فرمانبرداری اس کا حق ہے اور یہ بیوی کے ذمہ فرض ہے، ماں باپ کی خدمت و تعظیم ان کا حق ہے اور اولاد کا فرض ہے۔ بچوں کی تعلیم و تربیت ان کا حق ہے اور ماں باپ کا فرض ہے۔ رعایا کی نگہداشت اور اسے ظلم و عدوان سے بچانا، رعایا کا حق ہے اور حاکم کا فرض ہے۔ اور جائز امور میں حاکم وقت کی اطاعت اس کا حق ہے اور رعایا پر فرض ہے۔

۳:.....اگر پورا معاشرہ یا کم از کم اس کی غالب اکثریت اپنے وہ حقوق و

فرائض بجا لاتی ہو جو دوسروں کے اس کے ذمہ ہیں تو دنیا میں کسی کو کسی سے شکایت نہیں رہے گی۔ کیونکہ جب والدین، اولاد کے تمام حقوق پورے احساس ذمہ داری کے ساتھ ادا کر رہے ہوں، اولاد ماں باپ کے حقوق ٹھیک ٹھیک بجا لا رہی ہو، شوہر بیوی کے اور بیوی شوہر کے حقوق میں کسی غفلت و کوتاہی کی مرتکب نہ ہو۔ حکام اپنے ماتحتوں کے اور ماتحت اپنے حکام کے حقوق نہایت اخلاص اور تندہی سے پورے کر رہے ہوں تو کسی کو کسی سے شکایت نہیں رہے گی۔

۴:.....ظلم و عدوان اور بے انصافی کا دروازہ اس وقت کھلتا ہے جب آدمی اپنے حقوق کا مطالبہ تو خوب شد و مد کے ساتھ کرے، لیکن خود اس کے ذمہ جو حقوق عائد ہیں اور جن کا ادا کرنا اس کے فرائض میں شامل ہے، جن پر اس سے باز پرس ہوگی اور جب تک اہل حقوق اپنے حقوق وصول نہیں کر لیتے یا اسے معاف نہیں کر دیتے اس کی رہائی کی کوئی صورت نہیں۔ ان کے ادا کرنے کی کوئی فکر نہ کرے۔

۵:.....اسلام کے فلسفۂ اجتماع اور دور جدید کی تحریکوں کے درمیان بنیادی فرق یہی ہے۔ اسلام لوگوں کو حق طلبی پر نہیں اکساتا ہے بلکہ ہر شخص کی گردن دبا کر اس سے لوگوں کے حقوق ادا کرنے کا خود مطالبہ کرتا ہے۔ مثلاً وہ حاکم وقت کو آگاہ کرتا ہے کہ:

''ما من رجل یلی امر عشرة فما فوق ذلک الا اتاه الله عز و جل مغلولًا یوم القیامة یدهٗ الی عنقه فکه برهٗ او اوبقه اثمهٗ.'' (مشکوٰۃ ص:۳۲۳)

ترجمہ:.....''جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے دس آدمیوں پر بھی حاکم بنایا وہ قیامت کے دن بارگاہ خداوندی میں اس طرح

www.ahnafmedia.com

لایا جائے گا کہ اس کے دونوں ہاتھ اس کی گردن میں حمائل
ہوں گے، پھر یا تو اس کا عدل و انصاف اس کو رہائی دلا دے گا،
یا اسکا ظلم اس کو ہلاک کر دے گا۔"

اسلام نے یہ اعلان کر کے رعایا کو مطالبات کا جھنڈا اٹھانے سے بے فکر کر دیا اور حق ادائی کی ساری ذمہ داری حاکم پر ڈال دی کہ اس کے دور حکومت میں جن جن لوگوں کی بھی حق تلفی ہوئی ہوگی، احکم الحاکمین کی سب سے بڑی اور آخری عدالت میں اسے ایک ایک کا حساب چکانا ہوگا۔ اسی طرح اسلام بیویوں کے حقوق متعین کرتا ہے اور شوہروں سے ان کے ادا کرنے کا مطالبہ کرتا ہے، وہ مزدوروں اور محنت کشوں کے حقوق متعین کرتا ہے، اور آجروں سے ان کی ادائی کا مطالبہ کرتا ہے۔ وہ ہمسایوں کے حقوق متعین کرتا ہے اور ان کی ادائی کا مطالبہ کرتا ہے۔ الغرض اسلام کا فلسفۂ اجتماع یہ ہے کہ وہ حق طلبی کی ذہنیت پیدا نہیں کرتا، بلکہ ذمہ داریوں کا احساس دلا کر ہر شخص کو اس کے ذمہ عائد شدہ فرائض ادا کرنے پر مجبور کرتا ہے۔ اسلام کے نظام حقوق و فرائض کی فہرست اس قدر طویل اور اتنی دلکش ہے کہ اس پر ایک نظر ڈال لینے سے یہ یقین راسخ ہو جاتا ہے کہ ان حقوق و فرائض کا ٹھیک ٹھیک تعین خدا تعالیٰ کے علم محیط کے سوا کوئی دوسرا نہیں کر سکتا۔

۶:..... اس کے بالکل برعکس دور جدید کا فلسفہ ہے جو "حقوق، حقوق" کا شور محشر تو برپا کرتا ہے، مگر کسی کو حق ادائی پر برانگیخت نہیں کرتا۔ وہ محنت کشوں سے کہتا ہے کہ تم اپنے حقوق کے لئے جنگ کرو مگر کام بالکل نہ کرو۔ اس کے نزدیک ہڑتال، تالہ بندی اور کام چھوڑ تحریک ہی کا نام مزدور کے حقوق کی حفاظت ہے۔ وہ سرمایہ کاروں سے کہتا ہے کہ محنت کشوں کے خون کا آخری قطرہ بھی نچوڑ لو۔ مگر ان کے

حقوق ادا کرنے کا کوئی احساس نہیں دلاتا اور جب تک ڈنڈے کے زور سے حقوق نہ مانگے جائیں تب تک ان کا کوئی مطالبہ قابل پذیرائی نہیں، وہ عورتوں کو تلقین کرتا ہے کہ شوہروں کے مقابلے میں صف آرا ہو جائیں۔ اور اپنے حقوق کا مطالبہ لیکر سڑکوں پر نکلیں، مگر عورتوں کو یہ تلقین کبھی نہیں کرتا کہ خود ان کے ذمہ جو حقوق ہیں ان کی بجا آوری کی بھی کچھ فکر کریں۔ خلاصہ یہ کہ دور جدید کا فلسفہ مطالبات اور حقوق طلبی کی آگ تو بھڑکاتا ہے مگر معاشرے کے کسی فرد کے ضمیر پر دستک دے کر اسے اس بات پر آمادہ نہیں کرتا کہ وہ اپنے ذمہ عائد شدہ حقوق ادا کرے۔

۷:..... اب اسلام کے فلسفۂ اجتماع اور دور جدید کے فلسفہ کا تقابلی مطالعہ کیجئے۔ جب تک مسلمان اسلام کے پیدا کردہ احساس ذمہ داری سے آراستہ رہے، دنیا امن و سکون کا گہوارہ تھی، اور معاشرہ کا ہر فرد اپنی جگہ مطمئن تھا۔ لیکن جب سے احساس ذمہ داری کا فقدان ہوا، اس کی جگہ خود غرضی اور حق طلبی کا طوفان برپا ہوا معاشرہ کا ہر فرد اپنی جگہ پریشان اور ایک دوسرے سے دست و گریبان ہے۔

(روزنامہ جنگ صفحہ اقرأ ۴ر جنوری ۱۹۸۰ء)

www.ahnafmedia.com

دورِ جدید کی مظلوم ترین صنف!

دور جدید کے ترقی یافتہ انسان کو بعض لوگ انسانی تاریخ کا سب سے زیادہ خوش قسمت انسان سمجھتے ہیں لیکن ہمارا مشاہدہ یہ ہے کہ آج کی نئی دنیا میں نئی تہذیب، نئی تعلیم، نئی معاشرت اور نئی ایجادات کی بدولت انسان جس قدر مظلوم ہے شاید تاریخ کے کسی دور میں نہیں رہا ہوگا اور آج وہ (سب کچھ موجود ہونے کے باوجود) جس طرح خود اپنے ہاتھ سے روشن کئے ہوئے الاؤ میں جل رہا ہے شاید اس سے پہلے کسی نے اس حماقت کا کبھی تجربہ نہیں کیا ہوگا!

دور جدید کا انسان نہیں جانتا کہ راحت وسکون کس چیز کا نام ہے؟ دل کا قرار، روح کی شادمانی، آنکھوں کی ٹھنڈک اور جمعیت قلب کسے کہتے ہیں؟ وہ شاندار بنگلے بناتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اس سے سکون قلب ملے گا، عمدہ سے عمدہ فرنیچر اور پر تکلف ساز وسامان سے گھر کو سجاتا ہے۔ سوچتا ہے کہ یہ چیزیں راحت پہنچائیں گی۔ بہترین فرش وفروش ہے، شاندار گاڑیاں ہیں، نوکر ہیں، لاؤلشکر ہے، کروفر ہے، نمود و نمائش ہے، سب کچھ ہے۔ لیکن لذت وسکون عمر بھر میں کبھی ایک لمحہ کے لئے بھی نصیب نہیں۔ حد یہ ہے کہ رات کی نیند بھی نہیں، بلکہ خواب آور گولیوں کے ذریعہ لائی جاتی ہے، آج کا انسان خوشنما چیزوں اور راحت کے ظاہری اسباب میں راحت و

سکون کا متلاشی ہے، وہ نہیں جانتا کہ یہ چیزیں اسباب راحت نہیں بلکہ موجب پریشانی ہیں۔

نئی دنیا میں سب سے زیادہ مظلوم نئی نسل خصوصاً لڑکیاں ہیں جن کی ہر انسانی قدر کو نئی تہذیب، نئی تعلیم اور نئے سماج کے بے رحم پہیے نے پیس ڈالا ہے اور ان کے ''اندر کے انسان'' کو نمود ونمائش اور ظاہری سج دھج کی قربان گاہ پر ذبح کر دیا ہے۔ اس کی بدولت بہت سی لڑکیاں ہیں جو جوہر نسوانی سے محروم ہوگئیں، بہت سی الجھنوں کے جال میں پھنسی ہوئی ہیں، بہت سی اندھے ماں باپ کی سلگائی ہوئی بھٹی میں جل رہی ہیں۔ اسی طرح کی ایک مظلوم لڑکی کا خط پڑھئے:

''میں ایم، ایس، سی کرنے کے بعد ایک مقامی اسکول میں پڑھا رہی ہوں، تین بھائی بڑے ہیں، میں اکلوتی بیٹی ہوں۔ ابا جان ریٹائرڈ ہیں، خدا کے فضل سے گھر میں ہر چیز ہے، خوش حال ہیں، لیکن پریشانی اس بات کی ہے کہ بھائی تو اپنا اپنا رشتہ کروا چکے ہیں، اپنی مرضی سے۔ اب میرے بارے میں تو کوئی کبھی سوچتا ہی نہیں ہے۔ ویسے ہمارے خاندان میں تمام لڑکیاں کنواری ہی ہیں (اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسا ہی حکم ہوگا یا پھر والدین کوشش ہی نہیں کرتے) نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ بھائی اپنی بیویوں کے ساتھ خوش رہتے ہیں، بہنیں ان کی محتاج بوڑھی ہوتی جارہی ہیں۔ ہمارے ماں باپ کی آپس میں کچھ زیادہ بات چیت بھی نہیں۔ اب پریشانی یہ ہے کہ میں بھی یونہی بوڑھی ہوتی جارہی ہوں، اور جب ماں باپ کی آنکھ کھلے گی تو رشتہ دیکھنے

www.ahnafmedia.com

والے بڑی عمر کی لڑکی کہہ کر ٹھکرا دیں گے۔ اب آپ خدارا مجھے یہ بتایئے کہ میں کیا کروں، والدین کی مرضی مجھے سب سے زیادہ مقدم ہے، اور زندگی میں کبھی کوئی ایسا ویسا کرنے کی ذہن میں لاتی ہی نہیں ہوں، ہر وقت اللہ تعالیٰ سے دعا کرتی ہوں کہ وہ مجھے نیک کرے۔ مجھے شادی کا قطعاً کوئی شوق نہیں، بلکہ صرف یہ سوچتی ہوں کہ ماں باپ کے بعد میرا بھی وہی ہوگا جو کہ دوسری لڑکیوں کا ہو رہا ہے۔ سارا وقت بس یہی پریشانی لگی رہتی ہے۔ اور گھر میں سب یہی کہتے ہیں کہ تم ناشکری ہو۔ اب دل کی بات تو میں کسی کو نہیں بتاتی، کہیں وہ لوگ میرے بارے میں غلط فہمی نہ لے آئیں۔ ساری داستان سنانے کا مقصد آپ سے یہ معلوم کرنا ہے کہ میں کیا کروں؟''

یہ ان بے شمار خطوط میں سے ایک خط ہے جو ہمیں آئے دن بچیوں کی طرف سے موصول ہوتے ہیں۔ اس بچی نے جس سنگین مسئلہ کی طرف اشارہ کیا ہے ہمیں معلوم ہے کہ اس میں آج ہماری ہزاروں بچیاں مبتلا ہیں، اس نے سیکڑوں خاندان تباہ کر ڈالے ہیں اور اس کی وجہ سے بہت سے شریف خاندانوں کی عزت خاک میں مل گئی ہے۔

اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ لڑکی بالغ ہو جائے تو فوراً اسے اس کے گھر آباد کر دیا جائے، لیکن مسلمانوں کا عمل یہ ہے کہ والدین کی آنکھیں تب کھلتی ہیں جب لڑکی اپنا راستہ خود تلاش کر لیتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ اس سماجی الجھن کے اسباب کیا ہیں؟ اور اس کی ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے؟

ہمارے نزدیک اس کا پہلا سبب وہ جھوٹا غرور و پندار ہے جس کی وجہ سے بہت سے لڑکے، لڑکیاں اور ان کے والدین اپنے آپ کو عام دنیا سے ایک الگ مخلوق سمجھنے لگتے ہیں، اور انہیں کوئی رشتہ پسند ہی نہیں آتا۔ نہ وہ کسی کو اپنے معیار کا آدمی تصور کرتے ہیں، اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ رشتہ طے کرنے کا طبعی وقت گزر جاتا ہے اور پھر کوئی ''غیر معیاری'' رشتہ بھی میسر نہیں آتا۔

ایک سبب نمود و نمائش اور معیار زندگی کو بلند دیکھنے کا جذبہ ہے، جب تک شادی پر لاکھوں کا خرچ نہ ہو شادی کو عار سمجھتے ہیں، اس نمائش کے لئے ہر جائز و ناجائز ذریعہ سے حرام کا مال جمع کیا جاتا ہے اور سودی قرض لینا ضروری سمجھا جاتا ہے۔ لڑکے والوں کے لئے شادی کرنا ہاتھی باندھنے کے مترادف سمجھا جاتا ہے، اور لڑکی والوں کے لئے جہیز کی تیاری وبال جان بن جاتی ہے، گویا ہمارے یہاں شادی، خانہ آبادی کا نام نہیں، بلکہ خانہ بربادی کا مظہر ہو کر رہ گئی ہے حالانکہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد یہ ہے کہ:

''سب سے بابرکت شادی وہ ہے جس پر سب سے کم اخراجات ہوں''

لیکن ہمارا جھوٹا جذبۂ نمائش ہمیں ارشاد نبویؐ پر عمل کرنے نہیں دیتا، سادگی کے ساتھ سنت نبویؐ کے مطابق شادی کرنا عار سمجھا جاتا ہے۔

ایک سبب یہ ہے کہ آج کل لوگوں پر لڑکیوں کو پڑھانے لکھانے کا جنون سوار ہے، سولہ سترہ سے لے کر بیس بائیس برس تک پڑھائی میں خرچ ہو جاتے ہیں، پھر تعلیم سے فراغت کے بعد والدین چاہتے ہیں کہ جس کی تعلیم پر لاکھوں روپیہ خرچ ہوا ہے اب وہ انہیں کچھ کما کر بھی کھلائے۔ یہ جنون بھی تقلید مغرب کی پیداوار ہے،

www.ahnafmedia.com

اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ لڑکیوں کو بس ان کے دینی و عائلی فرائض کی تعلیم دی جائے اور ان کی اصلاح و تربیت اس انداز سے کی جائے کہ وہ اپنے گھر کو نمونۂ جنت بنا سکیں اور اولاد کی صحیح تربیت کر سکیں۔ ان ساری گزارشات کا مقصد یہ ہے کہ بچیوں کو جوان ہونے کے بعد خانہ آبادی سے محروم رکھنا ایک بدترین ظلم ہے، جسے اسلام کسی قیمت پر گوارا نہیں کرتا، آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

"جس کی اولاد جوان ہوگئی اس نے ان کا عقد نہ کیا اور وہ کسی گناہ میں ملوث ہو گئے تو اس کا وبال والدین کی گردن پر بھی ہوگا۔"

اس لئے والدین کا فرض ہے کہ جب بچی پندرہ سال کی ہوجائے تو نمود و نمائش کے سارے قصوں کو چھوڑ کر فوراً اس کا عقد کر دیا جائے۔

(روزنامہ جنگ صفحہ اقرأ ۱۸ر جنوری ۱۹۸۰ء)

دین و شریعت کا کھلا مذاق

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کچھ عرصہ سے ہمارے یہاں ربیع الاول میں سیرت کانفرنس منعقد کرنے کا جو سلسلہ شروع ہوا ہے اس میں صحیح مقصد، صحیح جذبے اور صحیح طریقے سے سرکار دو عالم ﷺ کی سیرت سننے اور سنانے کا اہتمام ہوتا تو نہ صرف ہم سب کے لئے وہ باعث سعادت ہوتا بلکہ اس سے ہماری بگڑی ہوئی زندگی سنور سکتی تھی، سیرت طیبہ کی تو خاصیت یہ ہے کہ اگر اسے صحیح جذبے اور صحیح طریقہ سے سنا اور سنایا جائے تو اس کا ایک ایک لفظ زندگیوں میں انقلاب برپا کرنے کے لئے کافی ہے لیکن مشاہدہ یہ ہے کہ ہم سالہا سال سے ربیع الاول کے مہینے میں نہایت دھوم دھام سے سیرت کانفرنس منعقد کرتے ہیں لیکن ہماری زندگی میں ان اجتماعات کا کوئی معمولی اثر بھی ظاہر نہیں ہوتا۔

غور طلب بات یہ ہے کہ کیا ان کانفرنسوں کے منعقد ہونے کے بعد کانفرنس کے معزز مقالہ نگار حضرات اور سامعین میں سے کسی نے بھی اپنی عملی زندگی، اپنے عادات و اطوار، اپنے کردار و عمل، اپنی سیرت و صورت، اپنے طرز معاشرت، لباس و پوشاک، وضع قطع غرض کسی چیز میں کوئی تبدیلی کبھی پیدا کی؟

انتہائی حسرت و افسوس اور غیرت و شرم کا مقام ہے کہ جب کبھی ہم اپنے

www.ahnafmedia.com

گریبانوں میں منہ ڈال کر اس سوال کا جواب تلاش کرتے ہیں تو ہمیشہ جواب نفی میں ملتا ہے، لہٰذا ہمارے لئے سب سے بڑا لمحۂ فکریہ یہ ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ کی جو سیرت طیبہ زندگیوں میں انقلاب پیدا کرنے کے لئے آئی تھی، اور جس نے صدیوں تک یہ انقلاب پیدا کرکے دکھایا ہے، آج اسی سیرت کے نام پر منعقد ہونے والی یہ زرق برق مجلسیں اس قدر بے اثر کیوں ہوکر رہ گئی ہیں؟

اگر ہمارا اس بات پر ایمان ہے، اور یقیناً ہے کہ سرکار دو عالم رحمۃ للعالمین ﷺ کی سیرت طیبہ اس روئے زمین پر شرافت و انسانیت کا سب سے زیادہ جامع، مکمل اور دلکش نمونہ ہے، تو پھر ہماری سیرت کانفرنسوں کے بے اثر ہونے کی کوئی وجہ اس کے سوا نہیں ہوسکتی کہ ان کانفرنسوں کو منعقد کرتے وقت ہمارا مقصد، ہماری نیت، ہمارا جذبہ اور ہمارا طریق کار درست نہیں ہوتا، ہم یہ کانفرنسیں اس لئے منعقد نہیں کرتے کہ ان سے کوئی عملی سبق حاصل کریں، بلکہ ہم ان بے دین قوموں کی ریس میں شامل ہونا چاہتے ہیں جن کا مذہب صرف اپنے آباؤ اجداد کے نام پر کچھ تہوار منا لینے سے عبارت ہے، ہم ان کانفرنسوں میں اس غرض سے شریک نہیں ہوتے کہ سیرت طیبہ کی روشنی میں اپنی زندگیوں کا جائزہ لے کر اپنی عملی گمراہیوں اور غلطیوں کا سدباب کریں، بلکہ صاف گوئی معاف! ہمارے پیش نظر اپنے علم و فضل اور زور بیان کی نمائش ہوتی ہے، ہم ان کانفرنسوں کے سامعین میں اس غرض سے شامل نہیں ہوتے کہ سیرت طیبہ سے رہنمائی حاصل کرکے ہی اپنے انداز زندگی کو بدلیں گے، بلکہ ہمارا مقصد عام طور پر ایک رسمی خانہ پری سے زائد کچھ نہیں ہوتا۔

یہ باتیں محض بدگمانی پر مبنی نہیں ہیں، بلکہ ہمارا طرز عمل اس کا گواہ ہے، جس کی کھلی کھلی دلیلیں مندرجہ ذیل ہیں:

۱:..... سیرت النبی ﷺ کے مقدس نام پر منعقد ہونے والی ان مجلسوں کے عین درمیان ہم کھلم کھلا حضور سرور دو عالم ﷺ کے واضح احکام کی خلاف ورزی کرتے ہیں، مثلاً ان کانفرنسوں میں مردوں اور عورتوں کا مخلوط اجتماع ہوتا ہے جس میں مردوں کے ساتھ عورتیں بھی بے محابا، بے پردگی اور زینت و آرائش کے ساتھ موجود ہوتی ہیں، جو حضور سرور دو عالم ﷺ کے احکام کی کھلی خلاف ورزی ہی نہیں بلکہ سیرت النبی ﷺ کے ساتھ (غیر شعوری طور پر ہی سہی) ایک سنگین مذاق معلوم ہوتا ہے۔

۲:..... ان کانفرنسوں کے انتظام و انصرام اور ان کی رسمی کارروائیوں کی تکمیل میں بسا اوقات نمازوں کا اہتمام نہیں ہوتا، جماعت کا اہتمام تو درکنار، بعض اوقات انفرادی نمازیں بھی قضا ہوجاتی ہیں اور جس کانفرنس میں نماز جیسا دین کا ستون منہدم کردیا جائے، اس کا سیرت وسنت سے کیا تعلق ہوسکتا ہے؟ اور اس کے مؤثر ہونے کی کیا امید کی جاسکتی ہے؟

۳:..... مقالہ نگاروں کے لئے دس دس منٹ کا مختصر وقت معین کرکے انہیں اس وقت کا پابند بنا دینا بھی سیرت نبوی ﷺ کے ساتھ ایک رسمی خانہ پری معلوم ہوتی ہے، ورنہ اس وقت کی پابندی سے کسی بھی شخص کو سیرت وسنت کے بارے میں کوئی مؤثر یا نتیجہ خیز بات کہنے کا موقع نہیں مل سکتا، حالانکہ مقالہ نگاروں کی تعداد بڑھانے کے بجائے، پیش نظر یہ ہونا چاہئے کہ جو مقالہ پیش ہو یا جو تقریر کی جائے وہ وقت کے تقاضوں کے مطابق عملاً مؤثر اور مفید ہو۔

۴:..... عام طور پر حکومتی سطح پر سیرت کی جو کانفرنس منعقد کی جاتی ہے اس کے لئے ایسی جگہ منتخب کی جاتی ہے جہاں سامعین زیادہ نہیں آسکتے، چنانچہ اس میں

www.ahnafmedia.com

داخلہ دعوت ناموں کے ذریعہ ہوتا ہے اور یہ دعوت نامے عموماً صرف بڑے لوگوں کو تقسیم ہوتے ہیں، اور عام مسلمان وہاں نہیں پہنچ سکتے، حالانکہ سیرت وسنت کا پیغام کسی خاص طبقے کے ساتھ مخصوص ہونے کے بجائے تمام انسانوں کے لئے عام ہونا چاہئے۔

۵:..... یہ بھی مشاہدہ میں آرہا ہے اور اظہر من الشمس ہے کہ ایک طرف تو سیرت نبوی کے جلسے منعقد ہورہے ہیں اور دوسری طرف گرد وپیش میں مکانوں اور دکانوں پر ریڈیو کے ذریعہ راگ راگنی اور منکرات وفواحش نشر کئے جارہے ہیں، یہ ہماری شامت اعمال نہیں تو اور کیا ہے؟

۶:..... اسی طرح ربیع الاول کے ماہ مبارک کے احترام کا حالی مشاہدہ ہے کہ روزانہ ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر ہر طرح کے خلاف شرع پروگرام پر عمل ہورہا ہے، اور غضب بالائے غضب یہ ہے کہ بڑے جذبۂ تقدس کے ساتھ نوجوان عورتیں برہنہ سر، غیر شرعی لباس میں اللہ تعالیٰ کی حمد اور نبی کریم ﷺ کی نعت، نہایت ترنم اور خوش گوئی کے ساتھ سامعین کے سامنے بے محابا پیش کرتی ہیں، حالانکہ اللہ اور اس کے رسول کے صریح احکامات ناطق ہیں کہ عورت کا بے محابا نامحرموں کے سامنے آنا گناہ کبیرہ ہے۔

۷:..... ایک قیامت بالائے قیامت یہ بھی برپا ہے کہ سیرت نبوی ﷺ کے موقع پر بڑے شاندار جلوس نکالے جاتے ہیں اور نعرۂ تکبیر کی آوازیں بلند ہوتی ہیں جس کے آگے مساجد کی اذانیں پست ہوجاتی ہیں، اور مسجدیں خالی رہتی ہیں، اور سڑکوں پر ہنگامہ آرائی ہوتی ہے، جگہ جگہ خانۂ کعبہ اور روضۂ مبارک کی شبیہ بنائی جاتی ہیں، اور جاہل عورتیں اور مرد ان پر نذرانے پیش کرتے ہیں، ان جاہلانہ رسموں کا نہ

صرف یہ کہ دین سے کوئی تعلق نہیں بلکہ یہ ساری باتیں لہو ولعب کا ذریعہ بنانے کے مرادف ہیں۔

۸:..... ایک ستم یہ ہے کہ سیرت طیبہ کے نام پر کئے جانے والے ان جلسوں جلوسوں اور کانفرنسوں میں اس مقدس موضوع کا بھی کوئی احترام نہیں کیا جاتا، چنانچہ مقررین وسامعین ٹائی پتلون اور بوٹ سوٹ میں ملبوس تشریف لاتے ہیں، دعوت نامے انگریزی میں جاری ہوتے ہیں، مقالے انگریزی میں پڑھے جاتے ہیں، محفل سیرت کو انگریزی وضع پر سجایا جاتا ہے، الغرض زبان وتہذیب لباس وپوشاک، محفل ومجلس اور ہر چیز پر چھاپ سیرت طیبہ کے بجائے انگریزیت کی نمایاں نظر آتی ہے، کاش! جس ذات عالی صفات کی سیرت پر یہ سارا زبانی جمع خرچ کیا جارہا ہے، ان کے اسوۂ حسنہ کو علم وعمل اخلاق وکردار اور تہذیب ومعاشرت کے دائرہ میں عملی طور پر اپنانے کی بھی کسی بندۂ خدا کو توفیق ہوجاتی۔

(افتتاحیہ صفحہ اقرأ روزنامہ جنگ کراچی ۳۱ر جنوری ۱۹۸۰ء)

www.ahnafmedia.com

خدارا! اس کا تدارک کیجئے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حق تعالیٰ شانہ کسی قوم پر اچانک عذاب نازل نہیں کرتا، بلکہ بار بار تنبیہ کی جاتی ہے اور مختلف طریقوں سے اسے آگاہ کیا جاتا ہے، اس کے باوجود بھی جب وہ خواب غفلت سے بیدار نہیں ہوتی تو عذاب الٰہی اپنی خوفناک شکل میں آتا ہے، اور اس وقت کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی، دنیا میں جتنے مصائب پیش آرہے ہیں وہ سب حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے تنبیہات ہیں اور ہماری بداعمالیوں کی پاداش ہے۔ قرآن کریم میں ہے:

"وَمَآ اَصَابَكُم مِّن مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيكُمْ وَيَعْفُوا عَنْ كَثِيرٍ." (الشوریٰ:۳۰)

ترجمہ:..... "اور تم کو جو کچھ مصیبت پہنچتی ہے تو وہ تمہارے اپنے ہی ہاتھوں کے کئے ہوئے کاموں کی بدولت ہوتی ہے اور بہت سی باتوں سے تو اللہ تعالیٰ درگزر ہی کر دیتا ہے۔"

اللہ تعالیٰ کا عذاب مختلف شکلوں میں نازل ہوتا ہے، کبھی رزق کی تنگی کی شکل میں، کبھی لڑائی جھگڑا اور سر پھٹول کی صورت میں، کبھی پریشانی و بے اطمینانی کی شکل میں، کبھی آفتوں اور حادثوں کی شکل میں، کبھی دکھوں اور بیماریوں کی شکل میں، کبھی مقدموں اور عدالتوں کے چکروں کی شکل میں، کبھی فتنہ و فساد کی شکل میں، کبھی ظالم

حاکموں کے تسلط کی شکل میں، کبھی قحط، وبا، طاعون، ہیضہ جیسی ہوشربا چیزوں کی شکل میں۔ الغرض جس طرح انسان کی بدعملیاں بے شمار ہیں اسی طرح ان کی پاداش میں عذاب الٰہی کے نازل ہونے کی صورتیں بے شمار ہیں۔

عذاب الٰہی کی ایک شکل بہت خطرناک ہے جس کے سمجھنے میں لوگوں کو اکثر غلطی ہو جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ عذاب الٰہی نعمت کی شکل میں نازل ہو اور آدمی یہ محسوس ہی نہ کر پائے کہ وہ عذاب الٰہی میں گرفتار ہے قرآن کریم میں ہے:

"فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰى اِذَا فَرِحُوا بِمَا اُوْتُوْا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ." (الانعام:۴۴)

ترجمہ:..... "پس جب انہوں نے بھلا دیا اس بات کو جس کی ان کو نصیحت کی گئی تھی تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیے، یہاں تک کہ جب وہ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں پر اترانے لگے تو ہم نے ان کو ایسے طریقہ سے پکڑا کہ انہیں پتہ بھی نہ چلا۔"

اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص خدا تعالیٰ کا نافرمان ہو، اس کے باوجود اس کے جان و مال، عزت و آبرو اور اہل و عیال میں ترقی ہو رہی ہو، تو وہ شخص عذاب الٰہی میں گرفتار ہے، جو اس پر نعمت کی شکل میں نازل ہو رہا ہے، اور چونکہ اس کو یہ احساس بھی نہیں ہو پاتا کہ اس پر حق تعالیٰ شانہ کا قہر نازل ہو رہا ہے، اس لئے اسے توبہ و انابت کی طرف توجہ ہی نہیں ہوتی اور وہ اپنی بدمستیوں اور خوش فعلیوں میں بڑھتا چلا جاتا ہے، حق تعالیٰ شانہ کا ایک قانون یہ بھی ہے کہ انفرادی اعمال کی جزا و سزا تو

www.ahnafmedia.com

انفرادی طور پر ملتی ہے لیکن پورے کا پورا معاشرہ یا اس کی مؤثر و غالب اکثریت کسی بگاڑ میں مبتلا ہوجاتی ہے تو اس پر پورا معاشرہ قہر خداوندی کی لپیٹ میں آجاتا ہے اور اس وقت اگر کچھ اچھے لوگ بھی ہوں، مگر معاشرتی بگاڑ اور اجتماعی گناہوں کو روکنے کی کوشش نہ کریں تو ان کی بھی پروا نہیں کی جاتی۔

ان امور کو سامنے رکھ کر آج ذرا اپنے معاشرے کا جائزہ لیجئے ہم نے ایک عرصہ کی جدوجہد کے بعد یہ خطۂ پاک اس مقصد کے لئے حاصل کیا تھا کہ ہم یہاں ایک مثالی اسلامی معاشرہ تشکیل دیں گے، جس میں احکام الٰہیہ کا نفاذ ہوگا اور مسلمانوں کی زندگی خدا تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے ارشادات مقدسہ کے سانچے میں ڈھلے گی، ہم اپنے قول و فعل، عقیدہ و عمل، ظاہر و باطن اور قلب و قالب ہر لحاظ سے پکے سچے مسلمان بنیں گے، لیکن جو کچھ ہوا، اور جو کچھ ۳۳ سال میں ہم نے کیا اسے ہر شخص سر کی آنکھوں سے دیکھ سکتا ہے، بلاشبہ ہم نے فیکٹریاں بنائیں، انڈسٹریاں چلائیں، سڑکیں بنائیں، سر بفلک عمارتیں کھڑی کیں، درآمد و برآمد میں ترقی کی، بیرونی ممالک سے سفارتی تعلقات قائم کئے، ترقیاتی منصوبے بنائے، سودی قرضے لے لے کر مصنوعی ترقی کی نمائش کی، بینک کھولے، انشورنس کا جال پھیلایا، تھیٹر بنائے، سینما چلائے، اچھے اچھے ہوٹل تعمیر کئے ریڈیو اسٹیشن قائم کئے، ٹی وی اسٹیشن لگائے، الغرض وہ سب کچھ کیا جو آج خدا فراموش قوموں کا طرۂ امتیاز ہے۔ ہم نے کبھی مدنی تمدن مدنی معاشرت، مدنی اخلاق و آداب اور مدنی سیاست و معیشت کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا، ہمارا کارنامہ بس گمراہ، بے دین اور مغضوب علیہ قوموں کی بھونڈی نقالی کرنا ہے، جوئے، شراب، گانے بجانے اور کھیل تماشے میں دوسری قوموں کو پیچھے چھوڑنے کی کوشش کی، عورتوں کو برہنہ کیا، سیرتوں کو بگاڑا، صورتوں کو مسخ کیا، گانے

بجانے والے طائفوں کو درآمد و برآمد کیا، لاکھوں کروڑوں روپے بے حیائی و عریانی کو فروغ دینے پر برباد کئے، گھر گھر سے راگ رنگ اور رقص و سرود کی آوازیں بلند ہونے لگیں، عورتوں کے سر سے دوپٹہ چھین کر بازاروں، محفلوں، دفتروں، کلبوں میں حسن عریاں کے جلوے دیکھے، ہر کفر و الحاد کی حوصلہ افزائی کی، سچائی کو دبایا، جھوٹ کو اچھالا، رشوت کا بازار گرم کیا، حق کو باطل اور باطل کو حق بنانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی، ظالموں کے آگے جھکنے اور غریبوں، مزدوروں اور مظلوموں کو دبانے اور لوٹنے کو اپنا شعار بنایا، مسجدیں ویران اور سینما ہال آباد کئے ـــــ خدا را بتایئے کہ قہر الٰہی کو دعوت دینے والی وہ کون سی معصیت ہے جو ہم نے نہیں اپنائی؟ کیا ہم توقع رکھتے ہیں کہ ہماری اس قہر آلود زندگی پر خدا تعالیٰ کی رحمت نازل ہوگی؟ خدا کا قانون قدرت اٹل ہے، جو زہر ہلاہل کھائے گا وہ مرے گا، جو شعلہ فشاں آگ میں کودے گا وہ جلے گا، جو متلاطم سمندر کی موجوں میں چھلانگ لگائے گا وہ ڈوبے گا، اور جو قوم خدا سے سرکشی و بغاوت کا راستہ اختیار کرے گی اس پر قہر الٰہی کا کوڑا ضرور برسے گا۔ "نعوذ باللہ من غضب اللہ و غضب رسولہ"

آج ہماری ان بدعملیوں کی سزا ہمیں مل رہی ہے نہ زمیندار کو راحت ہے نہ کسان کو، نہ کارخانہ دار کو سکھ ہے نہ مزدور کو، نہ دوکاندار مطمئن ہے نہ ملازم، گرانی میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے، سامان خورد و نوش سے برکت اٹھ گئی ہے، اخراجات اتنے پھیل رہے ہیں کہ آمدنی ان کا ساتھ دینے سے قاصر ہے، حوادث کی رفتار روز افزوں ہے، ہسپتالوں اور عدالتوں میں جا کر دیکھو تو ایسا لگتا ہے گویا پورا شہر یہیں امڈ آیا ہے، ڈاکہ، چوری، غصب، بربریت اور قانون شکنی کی وجہ سے نہ کسی کی جان محفوظ ہے نہ مال، نہ عزت و آبرو۔

www.ahnafmedia.com

ہم اپنی ہوس زرکشی میں پاگل ہو رہے ہیں، ادھر روس کا سیلاب پاکستان کی دیواروں سے ٹکرا رہا ہے، یہ ملک جو پہلے ہی سے دولخت کیا جاچکا ہے، اب پھر بین الاقوامی خطرات اور سازشوں کی آماجگاہ ہے، لیکن صد حیف! کہ مسلمانوں کو کسی واقعے سے عبرت نہیں ہوتی، کوئی حادثہ انہیں خواب غفلت سے بیدار نہیں کرتا، کوئی تازیانہ عبرت بھی ان کے نشۂ معصیت کو اتارنے کے لئے کافی نہیں ہوتا، یہ حالت بہت ہی دردناک ہے، اللہ تعالیٰ اس قوم اور اس ملک پر رحم فرمائے۔

ہم پاکستانی معاشرے کے تمام اکابر و اصاغر کی خدمت میں نہایت درد و دلسوزی سے درخواست کرتے ہیں کہ خدارا! قہر الٰہی کو مزید دعوت نہ دیجئے، خواتین اسلام کو شرعی پردہ لازم ہے اور ان کا بن ٹھن کر برہنہ سر بازاروں میں نکلنا، اسلامی شریعت اور انسانی غیرت دونوں کے لحاظ سے گناہ کبیرہ ہے، اس کا انسداد کیجئے، مرد و زن کا اختلاط تمام فواحش کی جڑ ہے، گانا بجانا ان فواحش کی غذا ہے، خدارا! اس کا تدارک کیجئے۔ ریڈیو، ٹیلی ویژن، ریکارڈنگ وغیرہ کی لعنت عام قوم پر مسلط کردی گئی، اس سے چھٹکارا حاصل کرنے کی تدبیر کیجئے، عذاب الٰہی کا سیلاب ہماری طرف بڑھ رہا ہے، اس سے بچاؤ کی ایک ہی صورت ہے کہ اپنی زندگی میں تبدیلی پیدا کرکے خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں رجوع ہوں، احکام الٰہیہ کی پابندی کریں، خدا کے گھروں کو آباد کریں، فحاشی کے اڈوں کو ہٹادیں، اے اللہ! اس قوم اور اس ملک پر رحم فرما، اے اللہ! ہماری ساری غلطیوں اور گناہوں کو معاف فرما اور اپنے قہر و غضب سے محفوظ فرما۔

(افتتاحیہ صفحہ اقرأ روزنامہ جنگ کراچی ۲۹ فروری ۱۹۸۰ء)

اصلاحِ معاشرہ، لائحہ عمل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اخبارات میں ایک چھوٹی سی خبر چھپی ہے کہ صدر جنرل محمد ضیاء الحق نے چترال کے علاقے میں یونین کونسل کے ارکان سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اس ماہ کے آخر میں اسلام آباد میں علما اور مشائخ کا ایک کنونشن ہوگا جس کی سفارشات کے مطابق معاشرے کی اصلاح کے لئے لائحہ عمل وضع کیا جائے گا۔

اس خبر میں جہاں مسرت کا یہ پہلو ہے کہ ہمارے مقتدر حضرات کو ''اصلاح معاشرہ'' کی ضرورت کا نہ صرف ابھی تک احساس ہے، بلکہ وہ اس کے لئے ''لائحہ عمل'' مرتب کرنے کی تیاریاں بھی کررہے ہیں، وہاں یہ نہایت، رنجیدہ پہلو بھی سامنے آتا ہے کہ ۳۳، ۳۴ سال تک معاشرے کے بگاڑ کی تو سینکڑوں شکلیں چالو ہوئیں لیکن اصلاح کی ایک بھی صحیح تدبیر نہیں کی گئی، ہمارے اس طرز عمل کے نتیجے میں آج ہمارے معاشرے کی کیفیت اسی فارسی شعر کی مصداق ہے:

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہ
باز می گوئی کہ دامن تر مکن ہشیار باش

معلوم نہیں کہ ہمارے ان دانشوروں کے ذہن میں جن کا کنونشن اسلام آباد میں بلایا جارہا ہے، ''اسلامی روایات کے مطابق اصلاح معاشرہ'' کا کیا تصور ہے؟ وہ اس کے لئے کیا لائحہ عمل وضع فرمائیں گے؟ اور ہمارا معاشرہ جو ہمہ جہتی بگاڑ کا شکار ہے اور جو فساد کی آخری حدوں کو چھو رہا ہے، اسے اس ''لائحہ عمل'' پر گامزن کرنے کے

www.ahnafmedia.com

لئے کیا تدابیر کی جائیں گی؟ اور یہ کہ اصلاح کا عمل کس نقطہ سے شروع کیا جائے گا اور اس کا آخری ہدف کیا ہوگا؟ نیز یہ کہ یہ کنونشن ہماری تاریخ کے دھاروں کو بدلنے کے لئے کوئی ٹھوس موثر اور قابل عمل پروگرام وضع کرنے میں کامیاب ہوگا، یا ہماری عام روایات کے مطابق ''نشستند و خوردند و برخواستند'' تک اس کی سرگرمیاں محدود رہیں گی؟ بہر حال ہماری دعا ہے کہ دانشوروں کے اس کنونشن کو اصلاح کے صحیح و موثر اقدامات تجویز کرنے اور ہماری حکومت اور معاشرت کو ان کی تعمیل کرنے کی توفیق نصیب ہو۔

حکیم مشرق علامہ محمد اقبال مرحوم نے قوموں کے عروج و زوال کی تشخیص یہ فرمائی ہے:

آ تجھ کو بتاتا ہوں، تقدیر امم کیا ہے
شمشیر و سناں اول، طاؤس و رباب آخر

گویا جو قوم جہد و جہاد کے میدان میں سراپا عمل بن جائے، سمجھنا چاہئے کہ اس کے مقدر کا ستارہ عروج پر ہے، اس کے برعکس جو قوم کھیل تماشوں اور طاؤس و رباب سے دل بہلانے لگے تو سمجھو کہ اس کا مقدر گہن میں ہے، اس اصول تشخیص کو ہم اپنے معاشرے پر چسپاں کریں تو معلوم ہوسکتا ہے کہ ہم صحیح سمت کی طرف سفر کر رہے ہیں یا ہمارا قافلۂ حیات الٹی سمت جا رہا ہے، ہمارا رخ ترقی و عروج کی طرف ہے یا پستی و زوال کی طرف؟

آج اس ملک کی یہ حالت ہے کہ طاؤس و رباب کی لعنت سے خدا کے گھر تک محفوظ نہیں، مسجد میں نماز ہو رہی ہے، مگر امام کی قرائت کے بجائے مقتدیوں کے کانوں سے ریکارڈنگ کی آوازیں ٹکرا رہی ہیں، گھر گھر میں ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر ایمان سوز اور حیا سوز نغمے سنے جا رہے ہیں اور اگر خوش قسمت گھر طاؤس و رباب کی

اس لعنت سے پاک ہے تو ہمسایوں کے گھر سے اسے یہ سوغات مل رہی ہے، گویا پاکستان میں کسی مؤمن کو اس سے امان نہیں، اور کوئی عالم و درویش اور زاہد و متقی ایسا نہیں جس کے کانوں میں یہ گندگی زبردستی نہ ٹھونسی جا رہی ہو، ذہن و قلب تک اچھی یا بری غذا پہنچانے کے دو ہی راستے قدرت نے رکھے ہیں، ایک کان اور دوسری آنکھیں، کانوں کا حال آپ نے سن لیا، اب ذرا آنکھوں پر بھی نظر ڈال لیجئے، ہمارے ملک میں ملعون و مغضوب قوموں کی تقلید میں عریانی و بے حجابی کا جو طوفان برپا ہے، وہ خطرہ کے نشان سے اوپر بہہ رہا ہے، مگر ابھی تک اس میں کمی کے کوئی آثار نظر نہیں آتے، بلکہ اس کی شدت روز افزوں ہے اس کی وجہ سے آج کون سی نظر ہے جو نامحرم سے آلودہ نہ ہو، جو معاشرہ چنگ و رباب، مرد و زن کے بے حجابی کے سیلاب میں بہہ رہا ہو، اسلام آباد میں دانشوروں کا کنونشن اس کی اصلاح کی کیا تدبیر کرے گا؟

ان آفتوں کے علاوہ اس وقت ہمارے معاشرے پر گھٹیا لٹریچر کی یلغار ہے، اخباروں، رسالوں اور ڈائجسٹوں میں عریاں تصاویر، جنسی فیچروں اور جاسوسی و ڈرامائی کہانیوں نے نوجوانوں کو برباد کر ڈالا ہے، سینماؤں کی پکچر اور کلبوں میں رقص و سرور کی محفلیں الگ ستم ڈھا رہی ہیں اور تخریب معاشرہ کا یہ سارا سامان ''تفریح'' کے خوشنما عنوان سے کیا جا رہا ہے۔ ہمارے دانشوروں کو اصلاح معاشرہ کا لائحۂ عمل وضع کرتے وقت سوچنا چاہئے کہ جب تک شر و فساد کے یہ دہانے بند نہیں کئے جاتے، اس وقت تک ان کی اصلاحی تدابیر کیا کر سکتی ہیں؟ اصلاح کا پہلا قدم تو یہی ہوتا ہے اور یہی ہونا چاہئے کہ سب سے پہلے شر و فساد اور تخریب کے راستوں کو بند کیا جائے، قومی راہنماؤں کا فرض ہوتا ہے کہ وہ قوم کو غلط راستہ پر نہ چلنے دیں، اور حسن تدبیر سے انہیں صحیح راہ پر ڈالیں، مگر ہمارے ہاں قوم کی راہنمائی کا مفہوم یہ لیا گیا ہے کہ قوم کی جائز و

www.ahnafmedia.com

ناجائز خواہشات کی گاڑی جس سمت جارہی ہو اسے نہ صرف چلنے دیں، بلکہ اس کی تیز رفتاری میں مدد و معاون ہوا کریں:

اپنی ملت کو قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی

پس اگر ہمارے راہنما اور دانشور حضرات صدق دل سے اس معاشرہ کی اصلاح چاہتے ہیں، اگر وہ قوم کو پستی و ذلت کی گراوٹ سے نکال کر عزت و وجاہت کی رفعتوں سے ہمکنار دیکھنا چاہتے ہیں، اور وہ اس معاشرے کو جھوٹ، فریب، کھوٹ اور منافقت سے پاک کرنا چاہتے ہیں تو انہیں اقوام مغرب کے معاشرے کو نہیں، بلکہ اس معاشرے کو نمونہ بنانا ہوگا جو خدا کے آخری نبی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے تشکیل دیا تھا اور انہیں معاشرے سے ان تمام چیزوں کی نفی کرنا ہوگی جن کو آنحضرت ﷺ نے موجب لعنت ٹھہرایا ہے، جب تک یہ نہیں ہوتا اصلاح معاشرہ کی کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوگی، بلکہ:

"ایں خیال است ومحال است وجنوں"

اصلاح معاشرہ کے سلسلہ میں یہ نکتہ بھی ہمارے دانشوروں کو نہیں بھولنا چاہئے کہ عوام، طرز معاشرت میں اپنے حکمرانوں کی تقلید کیا کرتے ہیں، اسی بنا پر کہا گیا ہے "الناس علی دین ملوکھم" یعنی لوگ اپنے حکمرانوں کا طور وطریق اپنایا کرتے ہیں، بگاڑ جب بھی آتا ہے اس کی ابتداء خوش حال، متمول اور بااثر طبقہ ہی سے ہوتی ہے، اس لئے اصلاحی پروگرام کی ابتداء بھی سب سے پہلے اسی طبقہ سے ہونی چاہئے، اگر یہ طبقہ آمادۂ اصلاح ہوجائے تو پورے معاشرے کی اصلاح آسانی سے ہوسکتی ہے۔ (افتتاحیہ صفحۂ اقرأ روزنامہ جنگ کراچی ۱۸ اپریل ۱۹۸۰ء)

خاتونِ جنت کا پیغام

بڑے لوگوں کے یوم ولادت و یوم وفات منانا ایک رسم ہے۔ گزشتہ ہفتہ میں حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کے یوم ولادت پر بھی بعض اخبارات نے خصوصی ضمیمے شائع کئے، اور اہل قلم نے ان کی حیات طیبہ کا مرقع قلم بند کیا۔

جگر گوشۂ رسول ﷺ کی عظمت و رفعت اور ان کے فضائل و مناقب احاطۂ تصور سے بالاتر ہیں۔ انہیں لسان نبوت سے "سیدۃ نساء العالمین" کا خطاب ملا ہے۔ اور ان کی زندگی خواتین اسلام کے لئے ایک مثالی نمونہ ہے۔ ان کے نکاح پر شہنشاہ مدینہ ﷺ نے سیدۂ عالم کو جو جہیز دیا وہ بان کی چارپائی، چمڑے کا گدا، جس کے اندر روئی کے بجائے کھجور کے پتے تھے۔ ایک چھاگل، دو مٹی کے گھڑے، ایک مشکیزہ اور دو چکیاں۔

آنحضرت ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے درمیان تقسیم کار کا اصول یہ طے فرمادیا تھا کہ گھر سے باہر کے کام حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ذمہ ہوں گے، اور گھر کے اندر کے کاموں کی ذمہ داری حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر ہوگی۔

سیدۂ عالم کی خانگی زندگی کا نقشہ یہ تھا کہ چکی پیتے پیتے ہاتھوں میں چھالے پڑگئے تھے۔ مشک میں پانی بھر بھر کر لانے سے سینے پر گٹے پڑ گئے تھے۔ لیکن

www.ahnafmedia.com

باایں ہمہ جب انہوں نے آنحضرت ﷺ سے ایک بار گھر کے کاروبار کے لئے خادمہ مانگی اور ہاتھ کے چھالے دکھائے تو ارشاد ہوا کہ ''جان پدر! بدر کے یتیم تم سے پہلے اس کے مستحق ہیں'' اور آپ ﷺ نے حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ دونوں کو ان تمام مشقتوں کا مداوا یہ بتایا کہ رات کو سوتے وقت ۳۳ بار سبحان اللہ، ۳۳ بار الحمد للہ، ۳۴ بار اللہ اکبر پڑھ لیا کرو۔ یہ کلمات ''تسبیحات فاطمہ'' کے نام سے معروف ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب سے آنحضرت ﷺ نے ان تسبیحات کے پڑھنے کا حکم فرمایا، میرا یہ معمول کبھی قضا نہیں ہوا۔

صرف یہی نہیں کہ آنحضرت ﷺ خود ان کو آرائش و آسائش اور زیب و زینت کی کوئی چیز نہیں دیتے تھے، بلکہ اس قسم کی کوئی چیز انہیں کسی دوسرے ذریعہ سے ملتی تو اسے بھی پسند نہیں فرماتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت علیؓ نے ان کو سونے کا ہار دیا، آنحضرت ﷺ کو معلوم ہوا تو فرمایا: ''کیوں فاطمہ! لوگوں سے یہ کہلوانا چاہتی ہو کہ رسول اللہ ﷺ کی بیٹی آگ کا ہار پہنتی ہے؟''

ایک دفعہ آنحضرت ﷺ کسی غزوہ سے واپس تشریف لائے، حضرت فاطمہؓ نے آپ ﷺ کے استقبال کے لئے گھر کے دروازوں پر پردہ اور حضرات حسنین کو چاندی کے کنگن پہنائے، آپ ﷺ حسب معمول حضرت فاطمہؓ کے یہاں آئے تو اس دنیاوی ساز و سامان کو دیکھ کر دروازہ ہی سے واپس تشریف لے گئے۔ حضرت فاطمہؓ کو آپ کی اس ناپسندیدگی کا علم ہوا تو پردہ چاک کر دیا اور بچوں کے ہاتھوں سے کنگن اتار دیئے۔ بچے روتے ہوئے آپ ﷺ کی خدمت میں آئے، آپ ﷺ نے حضرت بلالؓ کو حکم فرمایا کہ: ''فاطمہ کے لئے سیپ کا ہار اور ہاتھی دانت کے دو کنگن خرید لاؤ، میں نہیں چاہتا کہ میرے اہل بیت زخارف دنیا سے آلودہ ہوں

اور نعمتوں اور آسائشوں کو دنیا ہی میں برت لیں''۔

امام ابونعیم اصفہانی نے ''حلیۃ الاولیاء'' میں یہ واقعہ اپنی سند سے نقل کیا ہے کہ ایک موقع پر آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے دریافت فرمایا کہ ''عورت کی سب سے بڑی خوبی کیا ہے؟'' صحابہ کرامؓ اس کے جواب سے قاصر رہے۔

حضرت علیؓ چپکے سے اٹھے اور گھر جا کر حضرت فاطمہؓ سے اس سوال کا تذکرہ کیا۔ انھوں نے برجستہ فرمایا: ''آپ نے یہ جواب کیوں نہ دیا کہ عورت کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ نہ اس کی نظر کسی غیر مرد پر پڑے اور نہ کسی غیر کی نظر اس پر پڑے۔'' حضرت علیؓ نے واپس آکر یہی جواب بارگاہ رسالت میں عرض کر دیا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ''یہ جواب تمہیں کس نے بتایا ہے؟''، انھوں نے حضرت فاطمہؓ کا نام لیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیوں نہ ہو؟ آخر فاطمہ ہے بھی تو میرے جگر کا ٹکڑا''۔

حضرت فاطمہؓ پر شرم و حیاء کا اس قدر غلبہ تھا کہ مرض وفات میں حضرت علیؓ کو وصیت فرمائی کہ میرا جنازہ رات میں اٹھایا جائے۔ اور کسی کو اس کی اطلاع نہ دی جائے۔ تاکہ نامحرم نظریں ان کے جنازے کے پردہ پر بھی نہ پڑیں۔

یہ ہے سیدہ عالم، خاتون جنت اور جگر گوشہ رسول ﷺ، حضرت فاطمہ بتول رضی اللہ عنہا کی زندگی کا نقشہ اور ان کی سیرت طیبہ کا پیغام۔ ہمیں سوچنا چاہئے کہ کیا امت کی بیٹیاں، رسول اللہ ﷺ کی بیٹی کے نقش قدم پر چل رہی ہیں؟ حیف! صد حیف!! کہ تہذیب جدید کی لعنت نے خاتون خانہ کے سر سے دوپٹہ تک نوچ لیا ہے، اور ''مسلمان خواتین'' گلے میں دوپٹے ڈالے برہنہ سر بازاروں اور سڑکوں پر گھوم رہی ہیں، اس عریانی اور بے حیائی پر نہ باپ کو غیرت آتی ہے نہ بھائی کو۔ مغرب کے

www.ahnafmedia.com

سوداگر نے اپنی دوکان چمکانے کیلئے عورت کو شرم و حیاء کے زیور سے محروم کیا۔ اس کی نسوانیت کو گلیوں اور بازاروں میں رسوا کیا، آج شاذ ہی کوئی عورت ایسی ملے گی جو نفسیاتی الجھنوں کا شکار نہ ہو اور چونکہ ''عورت، قفل زندگی کی کلید ہے'' اس لئے آج پوری کی پوری زندگی ــ الا ماشاء اللہ ــ ذہنی پریشانیوں اور نفسیاتی الجھنوں سے عبارت ہے۔ یہ نتیجہ ہے اس بغاوت کا، جو انسان نے انسانی فطرت سے روا رکھی ہے۔ مثل مشہور ہے'' بھاڑ پڑے وہ سونا، جس سے ٹوٹیں کان''۔ لعنت ہے اس تہذیب ومعاشرت پر جس نے انسانیت کو یہ'' تحفے'' دیئے ہیں۔ تف ہے اس تعلیم پر جس نے نصف انسانیت کو بازار کا بکاؤ مال بنا کر رکھ دیا ہے۔ حیف ہے اس ''معیار زندگی'' پر جس نے شرم وحیاء اور عفت وعصمت پر جھاڑو پھیر دی ہے، یہ جدید تعلیم، یہ جدید معاشرت، یہ جدید تہذیب، یہ جدید سامان تعیش و آرائش وہ قزاق ہے جس نے انسانیت سے سکون و اطمینان کی دولت لوٹ لی ہے۔ ہم بصد احترام اپنی بہنوں سے عرض کریں گے کہ وہ سیدۂ عالم حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے اس پیغام کو بگوش ہوش سنیں کہ:

''عورت کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ نہ وہ کسی
غیر کو دیکھے نہ کوئی غیر اسے دیکھے۔''

اور ہم اپنے ان بھائیوں سے، جن پر عورتوں کی نگرانی کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے، نہایت خلوص اور لجاجت سے عرض کریں گے کہ خدارا! مسلمان عورتوں کو بازار کا تماشہ نہ بناؤ، ان کے سروں پر دوپٹہ اور چہرے پر نقاب ڈالو۔

(روزنامہ جنگ صفحہ اقرا ۹ رمئی ۱۹۸۰ء)

پندرہویں صدی کا استقبال

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قومی اور بین الاسلامی سطح پر پندرہویں صدی کا پرجوش استقبال کیا جارہا ہے، اسلامی ممالک میں مزید ایک سال تک ''جشن استقبال'' منانے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ ہمارے یہاں جناب صدر کی ہدایت پر پندرہویں صدی کے پہلے دن شکرانہ کی نمازیں ادا کی گئیں اور طویل طویل دعائیں مانگی گئیں۔

یوں تو ہجرت نبویؐ کو چودہ صدیاں ہوچکی ہیں، لیکن جشن استقبال کا جو جوش وخروش پندرہویں صدی کے استقبال کے سلسلے میں دیکھنے میں آیا، وہ گزشتہ صدیوں کے مسلمانوں کے یہاں نہیں ملتا، اس کی وجہ شاید یہ ہو کہ بعض شاعروں نے اپنے غلط دعوؤں کی ترویج واشاعت کے لئے یہ پروپیگنڈا کیا تھا کہ چودھویں صدی آخری زمانہ ہے، اس لئے قرب قیامت کی جو علامات کبریٰ قرآن کریم اور حدیث نبوی میں بیان کی گئی ہیں (ظہور مہدی، خروج دجال، نزول عیسیٰ علیہ السلام، خروج یاجوج و ماجوج، دابۃ الارض اور سورج کا مغرب کی سمت سے نکلنا وغیرہ) وہ اسی صدی میں پوری ہوں گی، بہت سے ضعیف الاعتقاد لوگ اس پروپیگنڈے سے متاثر بھی ہوئے، چونکہ چودھویں صدی کے اختتام اور پندرہویں صدی کے آغاز سے ان تمام ہوائی دعوؤں کا

www.ahnafmedia.com

غلط ہونا ثابت ہوا اس لئے قدرتی طور پر پندرہویں صدی کے آغاز پر جوش وخروش کا اظہار بھی زیادہ کیا گیا۔

تاہم نئی صدی کے استقبال کی صحیح صورت یہ ہے کہ ہم اپنی قومی و نجی زندگی میں اس بات کا جائزہ لیں کہ گزشتہ صدی میں ہم سے کیا کیا غلطیاں سرزد ہوئیں؟ ہم نے خدا تعالیٰ سے بغاوت و نافرمانی کی کیا کیا طرح نو ایجاد کی؟ کن کن بدعتوں اور جدتوں کو فروغ دیا؟ اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی کون کون سے سنتوں کو مٹایا اور پامال کیا؟ ہم اپنی پوری زندگی کا جائزہ لے کر ان تمام گناہوں سے جو ہماری انفرادی و اجتماعی زندگی میں پیش آئے ہیں، استغفار کرتے، ان کی اصلاح کی فکر کرتے اور نئی صدی میں اللہ تعالیٰ کی مرضی و منشاء کے مطابق چلنے کا عہد کرتے۔

نیز نئی صدی کے استقبال کا ایک تقاضا یہ بھی تھا کہ نئی صدی جن متوقع فتنوں کو اپنے دامن میں لئے ہوئے ہے، ہم ان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنے کا اہتمام کرتے اور ان سے بچنے کی تدبیروں میں مشغول ہوتے۔

(افتتاحیہ صفحۂ اقرأ روزنامہ جنگ کراچی ۲۱ نومبر ۱۹۸۰ء)

مادیت کا سیلاب اور ہماری حالت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ :

اس وقت چاروں طرف مادیت کا سیلاب امنڈ رہا ہے' انسانی قدریں بڑی تیزی سے مٹ رہی ہیں۔ قلب و نگاہ کے زاوئے بدل چکے ہیں' یا بدل رہے ہیں۔ قلوب سے ایمان رخصت ہو رہا ہے اور انسانی عقلوں اور شکلوں پر مسخ کا عذاب نازل ہوتا ہوا صاف نظر آ رہا ہے' نسل نو کی بے چینی و بے راہ روی اور صنف نازک کی بے حجابی و بے شرمی جدید معاشرے کو خالص چوپایوں کے معاشرہ میں ——— اگر اسے معاشرہ کہنا صحیح ہے ——— تبدیل کر رہی ہے۔

بچپن میں یہ حکایت سنی تھی کہ کسی بادشاہ کو نجومیوں نے بتایا کہ فلاں تاریخ کو ایک ایسی مسموم ہوا چلے گی جس سے آدمی پاگل ہو جائیں گے۔ بادشاہ نے وزیر سے احتیاطی تدابیر کے بارے میں مشورہ کیا۔

اس نے کہا' جہاں پناہ! اس قدرتی آفت سے ساری رعایت کی حفاظت کی تو کوئی تدبیر نہیں ہو سکتی البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ بادشاہ سلامت اپنے خاص لوگوں کے ساتھ اس دن کسی تہ خانے میں چلے جائیں جہاں اس منحوس خارجی ہوا کے اثرات نہ پہنچ سکیں۔ بادشاہ نے وزیر کی تجویز کو پسند کیا اور اس منحوس گھڑی کے آنے سے پہلے اپنے خاص خاص لوگوں کو ہمراہ لے کر بادشاہ سلامت کسی تہ خانے میں روپوش ہو گئے

www.ahnafmedia.com

وقت گذرنے کے بعد جب باہر نکلے تو دیکھا کہ پورا ملک پاگل ہوچکا ہے، ستم یہ کہ یہ پاگل معاشرہ، ان معدودے چند افراد کو، جو مسموم ہوا سے محفوظ رہ گئے تھے، پاگل سمجھتا تھا۔

یہ حکایت ——— خواہ واقعی ہو یا فرضی ——— ہمارے موجودہ معاشرہ کی ٹھیک ٹھیک ترجمانی کرتی ہے۔ اسلام کی تعلیمات اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے آج کے معاشرے کا جب موازنہ کیا جاتا ہے تو ایسا لگتا ہے کہ اگر یہ تعلیمات اور یہ ارشادات برحق ہیں ———— تو آج کا پورا معاشرہ اور اس کے سارے طبقات ایک عمومی پاگل پن کا شکار ہیں، معدودے چند افراد کو مستثنیٰ کر کے اوپر سے نیچے تک پوری کی پوری قوم، خدا فراموش اور فکر فردا سے بے پروا ملعون قوموں کے نقش قدم پر چل رہی ہے۔ ہمارے نوجوان لڑکے اور لڑکیاں سنیماؤں کے ایکٹروں اور ایکٹرسوں کے لباس و پوشاک، وضع قطع اور چال ڈھال کی نقالی پر فخر کرتے ہیں، تعلیم اور دانشوری کے نام پر جدید تعلیم گاہوں میں نئی نسل کا قتل عام ہو رہا ہے اور مانع حمل ادویات کی بیشتر مقدار سے بن بیاہتے جوڑے مستفید ہو رہے ہیں۔ ایک طرف اسلام کا ڈھول شدت سے پیٹا جا رہا ہے دوسری طرف نی ہزار ۹۹۹ آدمی کلمہ اور نماز جیسے اسلام کے بنیادی ارکان سے محروم ہیں۔ فواحش و منکرات کا طوفان بڑھ رہا ہے۔ اور بدعات و الحاد کی تاریکیاں زیادہ گہری ہوتی جا رہی ہیں۔ جو لوگ صحیح ایمان کی نعمت سے بھی محروم ہیں انہیں مجدد اسلام کے خطابات دیئے جا رہے ہیں :

بسے نادیدنی را دیدہ ام من
مرا اے کاشکے مادر نہ زادے

(بینات ذوالقعدہ ۱۴۰۰ھ)

اسلام اور انسانی حقوق

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کویت یونیورسٹی کے زیر اہتمام ''اسلام میں انسانی حقوق'' کے موضوع پر منعقدہ چھ روزہ ورکشاپ میں افتتاحی مقالہ پیش کرتے ہوئے جناب اے، کے بروہی نے کہا کہ اسلامی قانون کی بنیاد انسانی حقوق پر ہے، اپنے مقالہ میں جناب اے، کے بروہی نے حضرت محمد ﷺ کے آخری خطبہ کو انسانی حقوق کا پہلا منشور قرار دیا، انہوں نے کہا کہ اسلام نے انسانی آزادی کا منشور لوگوں کے سامنے نہ صرف پیش کیا، بلکہ انہیں ان کی ذمہ داریوں اور فرائض سے بھی آگاہ کیا، انہوں نے انسانی حقوق کی تشریح کرتے ہوئے کہا کہ قرآن شریف فرقان بھی ہے وہ انسان کو تمیز اور تفریق کرنا سکھاتا ہے، وہ انسان کی ان راستوں پر راہنمائی کرتا ہے جو اس کے لئے کھلے رکھے گئے ہیں، وہ اسے اس عمل کی دعوت دیتا ہے کہ انسان کو حق کا ساتھ دینا چاہئے اور سچائی کو منتخب کرنا چاہئے اور برائی کے خلاف متحد ہونا چاہئے، انہوں نے مغربی دانشوروں پر تنقید کرتے ہوئے کہا کہ انہوں نے انسانی حقوق کو فرد واحد اور ریاست کے درمیان تعلق تک محدود کر دیا ہے اس کے مقابلے میں اسلام نے نہ صرف ان حقوق کو وضع کیا، بلکہ ان کی تشریح اور حفاظت بھی اس طرح کی کہ یہ خدا کے احکامات ہیں اور ان پر آخری رسول محمد ﷺ نے عمل کیا، لہٰذا ان کو تسلیم کرنا ہمارا فرض ہے۔

(روزنامہ جنگ ۱۵ر دسمبر ۱۹۸۰ء)

www.ahnafmedia.com

انسانی حقوق کی تعیین و تشریح کے سلسلے میں اسلام کو بہت سے ایسے امتیازات حاصل ہیں، جن میں دنیا کا کوئی دین و مذہب اور کوئی دستور و قانون اس سے چشم نمائی نہیں کرسکتا، اس کا پہلا امتیاز تو یہ ہے کہ اس نے انسانی حقوق کا دائرہ اس قدر وسیع رکھا ہے کہ پوری زندگی اس کے احاطہ میں آجاتی ہے، والدین کے حقوق، بیوی بچوں کے حقوق، عزیز و اقربا کے حقوق، پڑوسیوں ہمسایوں کے حقوق، دوست احباب کے حقوق، راعی، رعایا اور حاکم، محکوم کے حقوق، فرد اور ریاست کے حقوق، مزدوروں کے حقوق، نادار اور ضعفا کے حقوق، عام مسلمانوں کے حقوق، عام انسانوں کے حقوق، وغیرہ وغیرہ۔

اسلام نے صرف انسانی حقوق ہی کا دائرہ وسیع نہیں کیا، بلکہ چوپایوں اور حیوانات تک کے حقوق سے بھی آگاہ کیا ہے ـــــ اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو اسلام نام ہی حقوق اللہ اور حقوق العباد کے ادا کرنے کا ہے۔

اسلام کا دوسرا امتیاز یہ ہے کہ اس نے انسانی افراد کو حق طلبی کا خوگر نہیں بنایا بلکہ ادائے حقوق کی تلقین فرمائی ہے، آج کے نام نہاد مہذب معاشرے کا سب سے بڑا بگاڑ یہ ہے کہ ہر شخص اپنے حقوق کی فہرست لئے پھرتا ہے اور ہر روا و ناروا طریقہ سے ان کا مطالبہ کرتا ہے، لیکن اس کے ذمہ لوگوں کے جو حقوق واجب ہیں ان کی ادائیگی سے بے فکر ہے، جب معاشرے کا ہر فرد حق مانگنے والا بن جائے اور حق ادا کرنے والا کوئی نہ رہے تو اس کا نتیجہ وہی شر و فساد ہوگا جو آج کی دنیا میں رونما ہے۔ اسلام ہر فرد کو یہ احساس دلاتا ہے کہ تمہارے ذمہ جو حقوق ہیں ان کے ادا کرنے کا اہتمام کرو، اس لئے کہ فردائے قیامت تم سے ان کی باز پرس ہوگی، اسلام مردوں کو بتاتا ہے کہ ان کے ذمہ عورتوں کے کیا حقوق ہیں، عورتوں کو نہیں اکساتا کہ تم حقوق کا پلندہ لے کر

سڑکوں پر نکل آؤ، عورتوں کو یہ بتایا ہے کہ ان کے شوہروں کے ان کے ذمہ کیا حقوق ہیں، مردوں سے یہ نہیں کہتا کہ تم اپنے حقوق کے مطالبہ کے لئے کھڑے ہوجاؤ، اور گھر میں کسی کا جینا دوبھر کردو، اسلام آجروں کو تلقین کرتا ہے کہ اجیر کا حق اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کرو، مگر اجیروں کو یہ کہہ کر نہیں ابھارتا کہ تم کام چھوڑ کر بیٹھ رہو، خلاصہ یہ کہ اسلام ہر شخص کو یہ تلقین کرتا ہے کہ وہ یہ دیکھے کہ اس کے ذمہ کیا کیا حقوق ہیں؟ اور یہ کہ کیا وہ ان حقوق کو ٹھیک ٹھیک منشائے خداوندی کے مطابق ادا کررہا ہے؟ اس طرح اسلام پوری قوم اور پورے معاشرے کو سو فیصد حقوق ادا کرنے والے دیکھنا چاہتا ہے، اور یہ بات اسلام کے مزاج اور اس کی تعلیمات کے یکسر خلاف ہے کہ حقوق کی مانگ تو ہر شخص کی طرف سے ہو لیکن حقوق کی سو فیصد ادائیگی کسی ایک فرد کی طرف سے بھی نہ ہورہی ہو ـــــ آج مسلم معاشروں میں جو افراتفری اور بدامنی و فساد پایا جاتا ہے وہ اسلام کے اس مزاج سے انحراف کا نتیجہ ہے۔

اسلام کی تیسری خصوصیت یہ ہے کہ حقوق و فرائض کے سلسلہ میں وہ صرف قانون کا استعمال نہیں کرتا، بلکہ انسان میں ادائے حق کا ایک ایسا شعور اور ذمہ داری کی ایک ایسی حس بیدار کرتا ہے کہ آدمی محض قانون کی گرفت سے بچنے کے لئے نہیں بلکہ حق تعالیٰ شانہ کی رضا جوئی، اس کی ناراضی کے خوف اور محاسبۂ آخرت کے اندیشہ سے وہ اپنے ذمہ کے حقوق کو ٹھیک ٹھیک ادا کرے، اسلام بتاتا ہے کہ اگر دنیا میں کسی نے کسی کی حق تلفی کی تو قیامت کے دن اس سے ایک ایک ذرہ کا معاوضہ دلایا جائے گا، یہاں تک کہ اگر کسی سینگ والی بکری نے بے سینگ بکری کے دنیا میں سینگ مارا تھا تو قیامت کے دن دونوں کو زندہ کرکے بے سینگ بکری کا بدلہ دلایا جائے گا، جب بے شعور حیوانوں تک کے درمیان یہاں تک انصاف ہوگا، تو جن انسانوں نے عقل و شعور

www.ahnafmedia.com

کے باوجود لوگوں کے حقوق سلب کئے ان کا کیا حال ہوگا؟

الغرض اسلام اپنی پاکیزہ تعلیم کے ذریعہ انسانی حقوق کا اس قدر تحفظ کرتا ہے کہ بعض صورتوں میں انہیں حقوق اللہ سے بھی زیادہ سنگین قرار دیتا ہے، اور اہل اسلام میں ایسی حس پیدا کرنا چاہتا ہے کہ کسی کی حق تلفی کی انہیں کبھی جرأت نہ ہو، اور اگر خدانخواستہ کسی سے کسی کی حق تلفی ہو ہی جائے تو جب تک اس کی مکافات نہ کرلے اسے کسی کروٹ چین نہ آئے، آنحضرت ﷺ کے تربیت یافتہ حضرات، جنہیں ہم صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے مبارک نام سے یاد کرتے ہیں سو فیصد انسانی حقوق کے نگہبان اور ان کے ادا کرنے والے تھے اس لئے ان کے زمانۂ سعادت میں امن و سکون کا جو نظارۂ چشم فلک نے دیکھا انسانی تاریخ اسکی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے اور آج کی مہذب دنیا میں اگر مسلمان حقوق وفرائض میں تساہل سے کام لیتے ہیں تو یہ تہذیب فرنگ اور یہود ونصاریٰ کی نقالی کا اثر ہے، اس ملعون تہذیب کے نتیجے میں جب سے مذہب کی گرفت ڈھیلی ہوئی ہے مسلمان بھی اسی شقاق ونفاق اور بددیانتی و حق تلفی کو ہنر سمجھنے لگے ہیں جو بے خدا اور ملعون ومغضوب قوموں کا شعار ہے، اس لئے ضرورت ''اسلام اور انسانی حقوق'' پر مقالے پڑھنے اور جلسے منعقد کرنے کی نہیں، بلکہ اس بات کی ضرورت ہے کہ مسلمان عملی طور پر اپنے مذہب کا نمونہ پیش کریں اور یہود ونصاریٰ کی تقلید سے آزاد ہوکر محمد رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کو رہبر بنائیں۔

(افتتاحیہ صفحۂ اقرأ روزنامہ جنگ کراچی ۱۹؍دسمبر ۱۹۸۰ء)

نئی صدی... کیا کھویا؟ کیا پایا؟

حق تعالیٰ شانہ نے جب سے اس کائنات کی تخلیق فرمائی ہے، تب سے لیل ونہار کی گردش کا نظام جاری ہے، جس سے زمانے کی مقدار کا تعین کیا جاتا ہے۔ دن، ہفتہ، مہینہ، سال اور صدی اسی مقدار کے اصطلاحی نام ہیں۔ ورنہ زمانہ بذات خود ایک سیال چیز ہے جس کو ایک دم کے لئے سکون وقرار نہیں، بلکہ ہر آن اس میں آمد وشد، وجود وعدم اور فناء وبقا کا عمل مسلسل جاری رہتا ہے۔ اور اس کی کڑیاں باہم دیگر اس طرح پیوستہ ومربوط ہیں کہ جو لمحہ گزر جاتا ہے وہ کبھی لوٹ کر واپس نہیں آتا۔ زمانے کا یہ دھارا کب سے بہنا شروع ہوا اور کب تک بہتا رہے گا؟ یہ بات قطعی ویقینی طور پر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو معلوم نہیں، کیونکہ:

اول وآخر ایں کتاب کہنہ افتاد است

چونکہ زمانے کی ابتدا کا علم نہیں اس لئے اقوام عالم اپنی تقویم کا آغاز بڑے بڑے حوادث وواقعات سے کرتی ہیں۔ مسلمانوں میں سن ہجری رائج ہے، جس کی ابتدا حضرت امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے صحابہ

www.ahnafmedia.com

کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مشورے سے فخر عالم سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعہ ہجرت سے فرمائی تھی' کیونکہ ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام کے غلبہ واشاعت کا دور شروع ہوتا ہے۔ چنانچہ مسلمانوں کے یہاں سالوں اور صدیوں کا حساب ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا جاتا ہے۔

بتاریخ ۹ر نومبر ۱۹۸۰ء کی شام کو ۳۰ر ذی الحجہ کا آفتاب غروب ہوا تو زمانہ دفعۃً کروٹ لے کر چودھویں صدی سے پندرھویں صدی میں منتقل ہوا۔ اور چودھویں صدی پردۂ ماضی میں روپوش ہو کر تاریخ کا حصہ بن گئی :

نیکی کن اے فلان وغنیمت شمار عمر
زاں پیش کہ بانگے در آید فلاں در جہاں نماند

چودھویں صدی کئی اعتبار سے ہنگامہ خیز' ہیجان انگیز اور پر آشوب ثابت ہوئی' اس صدی میں مادی ترقی اپنے نقطہ عروج کو پہنچی۔ مگر انسانی وروحانی قدریں شدت سے پامال ہوئیں' انسانی محنت کا سارا زور انسان سازی کے بجائے اشیا سازی پر صرف ہونے لگا' اور مادیت کے عروج اور روحانیت کے فقدان سے انسانی مزاج کا توازن صحیح نہ رہا۔ انسانیت اور بہیمیت کے حدود مدغم پڑ گئے' اور یہ عدم توازن انسانیت کے لئے بے حد مہلک ثابت ہوا۔

مجموعی طور پر اس صدی کو جدیدیت کی صدی کہا جاسکتا ہے۔ جس کی زمام قیادت مغرب کے ہاتھ میں رہی' اور جدت پسندی کے شوق میں مشرق نے مغرب کی امامت وقیادت قبول کرلی۔ مغربی ذوق ومزاج' مغربی تہذیب وثقافت' مغربی تعلیم وتربیت' مغربی معیشت ومعاشرت' مغربی سیاست وقانون اور مغربی افکار ونظریات کا کابوس مشرق پر کچھ ایسا مسلط ہوا کہ وہ اپنی قومی وملی اور سماجی

ومعاشرتی روایات سے دستکش ہو کر مغرب کا تابع مہمل بن کر رہ گیا۔ اہل مغرب نے کہا تھا کہ "مشرق مشرق ہے اور مغرب مغرب' اور یہ دونوں کبھی جمع نہیں ہوسکتے"۔ لیکن مشرق نے ہر کج ادائی میں مغرب کی تقلید کرکے یہ ثابت کردیا کہ اگر خیر وفلاح اور انسانیت وروحانیت میں مغرب مشرق کا ساتھ نہیں دے سکتا تو شر وفساد اور شیطنت وبہیمیت کے ہر کام میں مشرق مغرب کے نقش قدم پر چلنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ چنانچہ چودھویں صدی میں مشرق نے اس صلاحیت کا بھرپور مظاہرہ کر دکھایا' اور وہ ہر نقل وحرکت میں مغرب کی اندھی تقلید اور ذہنی غلامی پر فخر کرنے لگا۔ اس وفادار شاگرد نے استاد مغرب کی ایسی نقالی کی کہ رنگ کے سوا "کالے صاحب" اور "گورے صاحب" کے درمیان کوئی فرق وامتیاز باقی نہ رہا۔

مشرق نے جب استاذ مغرب سے تعلیم جدید حاصل کی تو مغربی تعلیم وتربیت کے بطن سے نیچریت' عقلیت پرستی اور الحاد وتشکیک نے جنم لیا' اور یہ تعلیم یافتہ شاگرد عنید اپنے دین ومذہب کی ایک ایک بات کو شک وارتیاب کی نگاہ سے دیکھنے لگا۔ اسے اپنے اسلاف اور بزرگوں سے شرم آنے لگی' اور وہ دینی شعائر اور اہل دین سے گھن کھانے لگا۔ چنانچہ دین اور حاملین دین کا مذاق اڑانا ایک فیشن بن گیا۔ دینداری کی علامتوں کو "آثارِ قدیمہ" کہہ کر پائے استحقار سے ٹھکرادیا گیا۔ خدا ورسول کے فرمودات اور دین وشریعت کے احکام کی وقعت دلوں سے نکل گئی۔ یہ ایک ذہنی ارتداد تھا جو مغربی تعلیم وتربیت کے راستے سے آیا' اور اس مذہب بیزاری کی وبائے عام سے صرف وہی لوگ محفوظ رہے جن کو اہل حق کی صحبت میسر تھی' یا جن کا رابطہ وتعلق مشرقی روایات سے قائم رہا۔ باقی لوگ یا تو صاف صاف مرتد ہوگئے' یا انہوں نے اپنے ذہن میں اسلام کا ایک خود

www.ahnafmedia.com

ساختہ مصنوعی خاکہ تیار کرلیا' جو فلاسفہ کے ہیولی کی طرح قطعی مبہم تھا' اور جس میں ہر لادینیت کھپ سکتی تھی۔ اس کا جوڑ اگر نہیں بیٹھتا تو صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے۔

مغربی تعلیم وتربیت کے ہمدوش مشرق نے تہذیب وثقافت اور تمدن ومعاشرت کے اصول بھی استاذ فرنگ سے سیکھنے شروع کئے' جس نے وضع قطع' لباس وپوشاک' نشست وبرخاست اور رہن سہن تک میں مشرق کو مغرب کا مثنی بنادیا۔ مشرق کی ایک ایک چیز تہذیبِ فرنگ کا نمونہ بن کر رہ گئی۔ یہ عملی ارتداد تھا' جو چودھویں صدی میں مشرق کو مغرب سے تحفے میں ملا' آج اسلامی ممالک کی اکثریت اسلامی تہذیب وثقافت کا نمونہ نہیں' بلکہ مغرب کی نقال ہے۔

چودھویں صدی میں معیشت کا امام ومقتداء بھی مغرب تھا۔ مغرب کے نظام سرمایہ داری نے پورے کرۂ ارضی کو اپنی لپیٹ میں لے لیا' اور سودی بینکاری کا زہر معیشت کے رگ وریشے میں سرایت کرگیا۔ اس کی بدولت غریبوں کی دولت سمٹ سمٹ کر چند سرمایہ داروں اور بینکاروں کی تجوریوں میں جمع ہونا شروع ہوئی' اس سے طبقاتی منافرت اور معاشی ناہمواری کی بھیانک صورتیں سامنے آئیں۔ ادھر غریب اور پسماندہ ممالک کی دولت کا سیلاب ترقی یافتہ ممالک کی طرف بہنے لگا۔ بے دست وپا مشرق اس مصیبت عظمیٰ کا بھی کوئی مداوا نہ کرسکا۔ بلکہ ترقی پسند حضرات قرآن کھول کھول کر بینکاری سود کے جواز کے فتوے دینے لگے' اسی کا نتیجہ ہے کہ بدقسمت مشرق آج تک مغرب کا معاشی غلام ہے۔ اسلامی ممالک میں کوئی خوش قسمت ملک ہی ہوگا' جو اپنی اقتصادی ومعاشی ضروریات کے لئے مغرب کا دست نگر نہ ہو۔ "معیارِ زندگی" بلند کرنے کے جنون میں قرضوں پر قرضے لئے جارہے ہیں' اور ان داتاؤں کا قرض مختلف

شکلوں میں انہی کی جیب میں واپس لوٹ جاتا ہے۔ مگر قرض بمعہ سود پسماندہ ممالک کے ذمہ باقی رہ جاتا ہے۔ جو صبحِ قیامت تک ادا نہیں ہوسکتا۔ مشرق کی یہ حالتِ زار اس قدر لائق رحم ہے کہ اس کی ٹیسیں بعض اوقات ان کے خونخوار بھیڑیوں کو بھی متاثر کئے بغیر نہیں رہتیں' لیکن اسلامی ممالک اس سودی قرضے کی دلدل میں اس طرح پھنس کر رہ گئے ہیں کہ بظاہر اسباب ان کی رہائی کا کوئی امکان نظر نہیں آتا۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی ممالک بظاہر سیاسی طور پر آزاد ہونے کے باوجود آج بھی اقتصادی لحاظ سے غلام ومحکوم ہیں۔ وہ اپنی غربت وپسماندگی کا مرثیہ پڑھ کر رحم کی اپیلیں ضرور کرتے رہتے ہیں لیکن ان میں اتنی جرأت رندانہ نہیں ہے کہ مغرب کے اس دامِ تلبیس کو توڑ کر آزاد ہوجائیں۔

اسی صدی میں مغرب کے سرمایہ داری نظام کی کوکھ سے اشتراکیت کا کیوت پیدا ہوا۔ (جسے سرمایہ داری کا ردِ عمل کہا جاتا ہے) اس کے واضعین بھی مغرب کے یہودی تھے۔ مشرق' جو اپنے مرکز' اسلام' سے کٹ جانے کی وجہ سے ذہنی طور پر شکست خوردہ' مفلوج اور ناکارہ ہوچکا تھا' اور جس کا کام ہر نئی چیز کی طرف آنکھیں بند کرکے لپکنا رہ گیا تھا' اس سے قطع نظر کہ وہ مفید ہے یا مضر' تریاق ہے یا زہر۔ اس نے اشتراکیت کو بھی انسانیت کی نجات دہندہ سمجھ کر اس سے اپنا رشتہ جوڑنے کی کوشش کی۔ حالانکہ جن ممالک میں اشتراکیت کا تجربہ کیا جاچکا ہے ان کے حالات نے واضح کردیا ہے کہ اشتراکیت زخم خوردہ انسانیت کے لئے نجات دہندہ نہیں' بلکہ یہ بدقسمت انسانوں کی معاشی ومعاشرتی اور سیاسی حیثیت سے "اجتماعی غلام" بنانے کی ایک مہذب مگر ہولناک ترکیب ہے۔ اس کے لئے نعرہ تو "مزدور راج" کا بلند کیا جاتا ہے' لیکن عملاً جو کچھ ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ معیشت کے سارے وسائل حکمران ٹولے کے ہاتھ میں دے کر باقی سب

www.ahnafmedia.com

کو ان کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا جائے۔ گویا پورا ملک ایک جیل ہے جس کا جیلر حکمران طبقہ ہے' اور ملک کے تمام شہری قیدی کی حیثیت رکھتے ہیں' جن سے بیگار لی جاتی ہے' اور اس کے معاوضے میں ان بیگاریوں کی خوراک و پوشاک کا اپنی صوابدید کے مطابق انتظام کردیا جاتا ہے۔ آج اسلامی ممالک اشتراکیت اور سرمایہ داری کے دوراہے پر کھڑے ہیں وہ ایک اژدھا سے بھاگنے کی کوشش کرتے ہیں تو سامنے دوسرا عفریت کھڑا نظر آتا ہے۔ مگر ان میں اتنی صلاحیت نہیں کہ وہ ان دونوں سے ہٹ کر اپنا راستہ الگ اپنالیں۔

چودھویں صدی میں سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی نے دنیا کو بے شمار ایسی ایجادات سے روشناس کیا' جن کا تصور بھی گزشتہ زمانوں میں نہیں کیا جاسکتا تھا' مگر مغرب کی قیادت کی وجہ سے' چونکہ یہ ترقی ایمان واخلاق' روحانی اقدار اور فکرِ فردا کے احساس سے عاری تھی' اس لئے یہ جدید ایجادات انسانیت کے لئے راحت سکون کا ذریعہ بننے کے بجائے عذاب الٰہی کا مظہر بن کر رہ گئیں' یہی وجہ ہے کہ جس شخص کے پاس یہ اسباب راحت جتنے زیادہ ہوں گے وہ اسی قدر پریشان اور بے چین نظر آئے گا۔ یہاں تک کہ بہت سے افراد تمام تر اسباب راحت و آسائش کے باوجود طبعی بھوک اور طبعی نیند کی نعمت سے محروم ہیں۔ دوائیاں غذا کی طرح کھائی جارہی ہیں' اور تھوڑی دیر آرام کے لئے خواب آور دوائیوں' گولیوں اور انجکشنوں کا سہارا لیا جارہا ہے۔ اور بسا اوقات وہ بھی بے کار ثابت ہوتے ہیں۔ اس سے واضح ہوجاتا ہے کہ ان ترقیاتی ایجادات کے ساتھ خدا فراموشی کا زہر آمیزہ ہے' جو روح اور باطن کو ہر دم بے چین کئے رکھتا ہے۔ اجتماعی نقطہ سے دیکھئے تو آج انسانیت کے سر پر ایٹمی جنگ کی تلوار لٹک رہی ہے' اور شدید خطرہ کا احساس پیدا ہوچکا ہے کہ یہ ٹیکنالوجی کی ترقی کسی وقت بھی

انسانیت کو خودکشی کی راہ پر ڈال دے' اور دیکھتے ہی دیکھتے یہ جیتا جاگتا جہان کھنڈرات میں تبدیل ہوکر رہ جائے۔

فطرت کا اصول یہ ہے کہ جو چیز انسانوں کی سرکشی اور اللہ تعالیٰ سے بغاوت کا ذریعہ بن جائے اسی کو باغیوں کی گوشمالی کے لئے استعمال کیا جاتا ہے' یہ سائنسی ترقی' جس کے بھرّے پر خدا تعالیٰ سے بغاوت کی گئی' باذنِ الٰہی بگڑی ہوئی انسانیت کی تادیب کا کام دے سکتی ہے' اور وہ وقت شاید اب زیادہ دور نہیں۔

دیگر ایجادات کے علاوہ چودھویں صدی میں پریس عام ہوا' کاغذ اور قلم کی صنعتوں کو رواج ہوا' اور ہر کس وناکس کو ان سے فیضیاب ہونے کا موقع ملا' جس کے نتیجہ میں وہ فتنہ نمودار ہوا جسے احادیث طیبہ میں "فشو قلم" کا فتنہ کہا گیا ہے یعنی قلم کا پھیل جانا (اور بعض روایات میں علم کا پھیل جانا آیا ہے۔)

اس فتنہ کا ایک پہلو' جس کی طرف عموماً نظر نہیں جاتی ہے' اور جو واقعہ ہولناک ہے' یہ ہے کہ گلیوں میں' سڑکوں میں' کوڑے کے ڈھیروں پر' گندی نالیوں میں اور نجاست خانوں میں کاغذ کی بے ادبی عام ہوگئی ہے' روزانہ کروڑوں ایسے کاغذوں کو گندی جگہوں میں پایا جاتا ہے جن پر اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لکھے ہوتے ہیں' یا جن پر قرآنی آیات یا احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم لکھی ہوتی ہیں۔ خدا اور رسول کے نام اور قرآن کریم واحادیث شریفہ کی اس طرح بے حرمتی ہوتے ہوئے دیکھ کر دل کانپ جاتا ہے کہ کہیں اس بے ادبی پر قہرالٰہی نازل نہ ہوجائے' یہ بات بظاہر بہت معمولی سی معلوم ہوتی ہے' اور گناہ کی یہ خاصیت ہے کہ جب وہ عام ہوجاتا ہے تو معمولی نظر آنے لگتا ہے' لیکن خود مسلمانوں کے ہاتھوں اسلامی ممالک میں خدا اور رسول کے پاک ناموں کی بے ادبی بہت بڑا قہر ہے۔

www.ahnafmedia.com

اس شوقِ قلم کی فتنہ سامانیاں ہی کیا کم تھیں کہ چودھویں صدی میں ہمیں استاذ مغرب نے تصویر سازی' آواز بندی اور آواز رسانی کے جدید آلات بھی عنایت فرمائے' اور مشرق کو رفتہ رفتہ ان چیزوں کا خوگر بنایا۔ آج۔ الّا ماشاء اللہ۔ گھر گھر تصویریں آویزاں ہیں۔

خوبصورتی کے لئے جاندار چیزوں کے مجسمے مسلمانوں کے گھروں میں رکھے ہوئے ہیں' بازار میں کوئی چیز لینے جایئے تو پہلے تصویریں استقبال کرتی ہیں۔ چاروں طرف راگ باجے اور فلم کا طوفان برپا ہے' ریڈیو اور ٹیلی ویژن کی بدولت گلی گلی گانوں کی آوازیں سنائی دے رہی ہیں۔ ایک ایک گھر سینما ہال میں تبدیل ہوچکا ہے۔ تمام افرادِ خانہ مل کر رومانی گانوں سے دل بہلاتے ہیں' اور فلموں پر تبصرے کرتے ہیں۔ نہ باپ کو بیٹی سے شرم ہے' نہ ماں کو بیٹے سے' نہ بھائی کو بہن سے۔ کیونکہ ابلیس مغرب نے تفریح کے نام پر ان چیزوں کو رواج دیا تھا' اس لئے مشرق نے شرم وحیا اور غیرت وانسانیت کے سارے تقاضوں کو پشت انداز کرکے ان "تفریحات" سے لطف اندوز ہونا شروع کردیا ہے۔

اور جہل مرکب نے جو پر پرزے نکالے اس کی داستان طویل بھی ہے اور ناگفتنی بھی۔ جسے شیخ سعدیؒ نے ایک فقرہ میں ادا کردیا ہے:

"چہ مرد مانند کہ سنگہارا بستہ و سگہارا کشادہ"

چودھویں صدی کے بارے میں بعض خود غرض شاطروں نے اپنے غلط دعووں کی ترویج کے لئے یہ شوشہ چھوڑا تھا کہ چودھویں صدی آخری زمانہ ہے' اس لئے قرآن کریم اور حدیث نبویؐ میں قربِ قیامت کی جو بڑی بڑی علامتیں بیان کی گئی ہیں (مثلاً حضرت مہدی علیہ الرضوان کا ظہور' دجال کا نکلنا' عیسیٰ علیہ

السلام کا نازل ہونا' یاجوج وماجوج کا فساد' دابۃ الارض کا نکلنا' سورج کا مغرب کی سمت سے طلوع ہونا) وہ سب اسی صدی میں پوری ہوں گی' بہت سے خام عقل اور کم حوصلہ لوگ ان گندم نما جَو فروش مکاروں کے دھوکے میں آگئے اور نقد ایمان ان کے ہاتھ فروخت کر بیٹھے' بحمد اللہ چودھویں صدی بخیریت گزر گئی' اور اس میں قیامت کی بڑی بڑی قیامت خیز علامات میں سے کوئی علامت ظاہر نہیں ہوئی' بلاشبہ ان علامات کا ظہور اپنے مقررہ وقت پر ہوگا اور ضرور ہوگا' جس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ لیکن قرآن کریم اور حدیث نبویؐ میں ان علامات کے ظہور کا کوئی وقت متعین نہیں کیا گیا' اور نہ اس کا کسی کو علم دیا گیا ہے۔ اس لئے ان خود غرض نوسربازوں اور مذہبی قزاقوں نے قیامت کی علامات کبریٰ کے لئے چودھویں صدی کا جو زمانہ تجویز کیا تھا' یہ خالص جھوٹ اور افترا تھا' اور چودھویں صدی کے اختتام نے ثابت کردیا کہ ان لوگوں کا دعویٰ غلط تھا' اور جن لوگوں نے کم علمی یا سادگی کی بنا پر ان کے دعووں کو قبول کیا وہ فریب خوردہ تھے۔ اس قسم کے جھوٹے لوگوں کو' جو جھوٹ پر تاویل کا غلاف چڑھا کر اسے سچ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں' حدیثِ نبویؐ میں ان کو "دجّالون کذّابون" کا خطاب دیا گیا ہے۔

بدقسمتی سے چودھویں صدی کی سرحد عبور کرتے ہوئے ہم اپنے ایمان واخلاق اور انسانیت وشرافت کا بڑا قیمتی اثاثہ پیچھے چھوڑ آئے ہیں۔ اور ہماری مثال ان لٹے پٹے قافلوں کی سی ہے جو ۱۹۴۷ء کے غدر میں اپنا سب کچھ لٹاکر پاکستان کی سرحد میں داخل ہوئے تھے۔ ایمان واخلاق کی تباہی وبربادی کی طرف چند اشارے اوپر کئے جاچکے ہیں۔

نئی صدی کے بارے میں بڑے زور وشور سے یہ نعرے بھی لگائے جارہے

www.ahnafmedia.com

ہیں کہ یہ صدی اسلام کے غلبہ اور نشاۃ ثانیہ کی صدی ہوگی۔ اور مسلمان ذلت کی پستیوں سے نکل کر عزت و عظمت کی رفعتوں سے پھر ہمکنار ہوں گے۔ آرزو اور خیال کی حد تک یہ خیال بڑا مبارک اور خوش آئند ہے' اور ہر مسلمان کے سینے میں یہ خواہش ضرور موجزن ہوگی کہ وہ اپنی آنکھوں سے دنیا پر اسلام کی حکمرانی کا مشاہدہ کرلے' اور مسلمانوں کو مغرب کے مقتدی اور مقلد کی حیثیت سے نہیں بلکہ دنیا کے امام و قائد کی حیثیت میں انہیں دیکھے' کیونکہ حق تعالیٰ شانہ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو اقوام عالم کی امامت و پیشوائی کا منصب بخشا ہے اور "کنتم خیر امۃ اخرجت للناس" (تم ہو بہتر امت' بھیجی گئی عالم کے لئے)۔ کا تاج کرامت اس کے سر پر رکھا ہے' بشرطیکہ وہ "تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتومنون باللہ" (حکم کرتے ہو نیک کاموں کا' اور روکتے ہو برے کاموں سے' اور یقین رکھتے ہو اللہ پر) کی راہ پر گامزن ہو' لیکن موجودہ حالات میں بدی کی قوتیں جس تیزی سے بڑھ رہی ہیں' اور خیر و صلاح جس سرعت کے ساتھ سمٹ رہی ہے وہ کسی خوش فہمی کا یقین نہیں دلاتی' بلکہ کسی ہولناک خطرے کی نشاندہی کررہی ہے۔ اگر مسلمانوں کی غالب اکثریت صلاح و تقویٰ سے آراستہ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی علمبردار ہوتی تو کسی خطرے کی بات نہیں تھی' لیکن بدقسمتی سے عالم اسلام کی زمام قیادت جن لوگوں کے ہاتھ میں ہے' اور جن کا طرز عمل پورے اسلامی معاشرے کو متاثر کررہا ہے' وہ امر بالمعروف' نہی عن المنکر اور ایمان باللہ کے مفہوم ہی سے نا آشنا ہیں۔ وہ امر بالمنکر' نہی عن المعروف اور ایمان بالمغرب کو معراج انسانیت تصور کئے بیٹھے ہیں۔ ان کا وجود شر کو مٹانے اور خیر کے پھیلانے میں استعمال نہیں ہورہا' بلکہ دانستہ یا نادانستہ ان کے وجود سے شر پھیل رہا ہے اور

خیر و صلاح دم توڑ رہی ہے۔ اس لئے بظاہر اسباب کوئی توقع نہیں کی جاسکتی کہ یہ اپنی حالت کے تبدیل کرنے پر آمادہ ہوں' یا ان سے غلبۂ اسلام کا کام لیا جائے۔

پردۂ غیب میں کیا ہے؟ اس کا علم تو اللہ تعالیٰ ہی کو ہے' لیکن یوں نظر آتا ہے کہ جب بھی اللہ تعالیٰ کو غلبہ اسلام منظور ہوگا اس سے پہلے رائج الوقت نظاموں کو توڑ پھوڑ ڈالیں گے' اور ان کے تمام سرغنوں کو چن چن کر ہلاک کردیں گے۔ خدا کی زمین کو ان کے نجس وجود سے پاک کیا جائے گا' تب اللہ تعالیٰ اسلام کی نشاۃِ ثانیہ فرمائیں گے۔ موجودہ باطل نظاموں کی شکست و ریخت جب تک نہیں ہوتی' ان شیاطین کو' جنہوں نے تہذیب و ترقی کے فریب سے انسانیت کو شیطنت اور بہیمیت کی راہ پر ڈال دیا ہے' جب تک تہس نہس نہیں کردیا جاتا' اور غلاظتوں کے یہ ڈھیر' جو مادیت زدہ چوپاؤں نے گھر گھر میں لا ڈالے ہیں' ان کو جب تک صاف نہیں کردیا جاتا' نہ بدی کی قوتیں پسپا ہوسکتی ہیں' اور نہ دنیا میں کوئی صالح نظام برپا ہوسکتا ہے۔ یہ باطل نظام اور ان نظاموں کو چلانے والے اب موت کی دہلیز پر کھڑے ہیں' یہ خود تو ڈوبیں گے مگر اپنے ساتھ انسانیت کی اکثر آبادی کو بھی لے ڈوبیں گے۔ یہ قہر الٰہی کا نشانہ بنیں گے' خواہ یہ قہر ایٹمی جنگوں کی شکل میں نازل ہو' یا زلزلوں کی شکل میں' یا طاعون اور وباؤں کی صورت میں۔ خدا کی زمین ان سے عاجز آچکی ہے۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے ان کے استدراج و مہلت کا وقت شاید بہت جلد ختم ہوا چاہتا ہے۔

نئی صدی کا استقبال کرتے ہوئے مسلمانوں کو کبھی نہیں بھولنا چاہئے کہ مشیت الٰہی کے فیصلے قوموں کے کردار و عمل کے مطابق ہوتے ہیں' اگر نئی صدی میں مسلمان اس محیط عام عذاب سے بچنا چاہتے ہیں جو بے خدا تہذیب اور شیطانی تمدن کی بدولت آنے والا ہے تو ان کا فرض ہے کہ وہ بارگاہِ خداوندی میں

www.ahnafmedia.com

جھکیں' یہود و نصاریٰ کی نقالی چھوڑ کر حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں کو اپنائیں۔ یہ مغربی تعلیم' جس نے مسلمانوں کے شاہین بچوں کو زاغ وزغن بنادیا ہے' بدل ڈالیں۔ یہ عورتوں اور دوشیزاؤں کی بے حجابی ونیم عریانی' اور بے حیائی وبے غیرتی' جس سے انسانیت و شرافت سرنگوں ہے' اس کا قطعی انسداد کریں۔ یہ ریڈیو کے نغمے اور ٹیلی ویژن کی فلمیں اور تصویریں' اپنے گھروں کو ان سے پاک کریں۔ سینماؤں' ہسپتالوں اور کچہریوں کو آباد کرنے کے بجائے خدا کے گھروں۔ مساجد۔ کو آباد کریں' مال حرام اور کسبِ حرام سے پرہیز کریں۔ عدالتوں میں اسلامی قانون نافذ کریں۔ یہود و نصاریٰ کے ساختہ پرداختہ طور طریقوں کو یکسر چھوڑ دیں' اور اپنی اجتماعی وانفرادی زندگی میں ظاہراً وباطناً اسلامی احکام کی تعمیل کریں۔ صرف یہی ایک طریقہ ہے جس کے ذریعہ ہم اس عذاب سے محفوظ رہ سکتے ہیں جو سروں پر منڈلا رہا ہے۔ اگر ہمارے ارباب حل وعقد اور ہمارے جدت پسند حضرات اس کو "طالبانیت" "دقیانوسیت" اور "رجعت پسندی" کہہ کر اسے خندۂ استہزا کی نذر کردینا چاہتے ہیں تو جو عذاب ان نافرمان قوموں پر آئے گا اس کا رخ سب سے پہلے اس مسلمان قوم کی طرف ہوگا' جو اسلام کیلئے ننگ وعار کا موجب بن چکی ہے۔

حافظ وظیفہ تو دعا گفتن است وبس
دربند آں مباش کہ شنید یا شنید

حق تعالیٰ شانہ امت مسلمہ کی حفاظت فرمائیں' اور نئی صدی میں جن فتنوں کا ظہور مقدر ہے ان سے پناہ میں رکھیں۔ اے اللہ! اپنے محبوب صلی اللہ

علیہ وسلم کی امت کو رسوا نہ فرما۔ اے اللہ! ہمارے تمام جرائم' تمام قصوروں اور تمام گناہوں کو معاف فرما۔ اے الہ العالمین! جن بے خدا قوموں نے انسانیت کو بگاڑا ہے ان کو ہدایت عطا فرما۔ اور جن کے حق میں ہدایت مقدر نہیں ہے ان کو چن چن کر ہلاک فرما۔ ان کے وجود سے صفحہ ہستی کو پاک کردے' ان پر زمین کو پھاڑ دے' اور ان کو عاد و ثمود کی طرح تباہ وبرباد فرما۔ اے اللہ! ان تمام ملاحدہ وزنادقہ کو جنہوں نے تیرے دین کو بگاڑا ہے تو ان کو بگاڑ دے' جنہوں نے امت محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کو ٹکڑے ٹکڑے کیا ہے تو ان کے ٹکڑے اڑادے۔ اے اللہ! جنہوں نے تیرے دین کی بے حرمتی کی ہے' تو ان کو پاش پاش کردے۔ اے اللہ! جنہوں نے تیرے دین کے مقابلے پر بدعات ایجاد کی ہیں ان کے دلوں کو' ان کے چہروں اور ان کے جسموں کو مسخ کردے۔ اے اللہ! جن لوگوں نے تیرے مقبول بندوں کے خلاف سازشیں کی ہیں ان کو تباہ وبرباد اور غارت کردے۔

آمین یا رب العالمین۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ صفوۃ البریۃ سیدنا
محمد و آلہ واصحابہ واتباعہ وصلحاء امتہ اجمعین

(ماہنامہ بینات دسمبر ۱۹۸۰ء)

www.ahnafmedia.com

سیاہ فام لوگوں کی

اسلام کی طرف رغبت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سیاہ فام لوگ اسلام کی طرف راغب ہورہے ہیں اس بات کا انکشاف اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین ڈاکٹر تنزیل الرحمن نے گزشتہ دنوں ایک مذاکرہ میں کیا جس کا موضوع ''انسانیت کے مستقبل کی تشکیل میں اسلام کا حصہ'' تھا، بلاشبہ ڈاکٹر صاحب نے بالکل صحیح فرمایا: اس وقت اسلام کی طرف سب سے زیادہ جو قوم آرہی ہے وہ سیاہ فام لوگوں ہی کی قوم ہے، اس سے اسلام کی حقانیت کا ایک دوسرا پہلو، خود بخود واضح ہوجاتا ہے کہ اسلام واقعی مساوات کا سبق دیتا ہے۔

پچھلی صدی میں، دنیا کی سب سے مظلوم قوم سیاہ فام قوم ہی تھی، دنیا میں ہر جگہ یورپی اقوام نے ان سیاہ فاموں پر مظالم ڈھائے، ان کو غلاموں سے بھی بدتر رکھا، یہی وجہ ہے کہ آج یہ قوم یورپ اور یورپی اقوام سے بیزار اور نفرت کررہی ہے اور اسلام کی طرف راغب ہورہی ہے، مگر کیا ہم ان لوگوں کو صحیح اسلام کی دعوت بھی دے رہے ہیں، یا یہ بیچارے ایک غلط جگہ سے نکل کر دوسری غلط جگہ میں پھنس رہے ہیں؟ کہیں یہ بیچارے ''آسمان سے گرا اور کھجور میں اٹکا'' کے مصداق تو نہیں بن رہے

ہیں؟ ایک اور بات اس میں یہ بھی قابل ذکر ہے کہ اسلام دنیا میں اخلاق و کردار کی بنا پر پھیلا ہے، اور غیر مسلموں نے مسلمانوں کے اخلاق و کردار کو دیکھ کر اسلام قبول کیا ہے۔ اس لئے اس وقت اس بات کی بے حد ضرورت ہے کہ بیرونی ممالک میں ایسے افراد کو تبلیغ کے لئے بھیجا جائے جو صحیح معنوں میں مسلمان ہوں اور ان کے عقائد صحیح ہوں اور وہ عقیدۂ توحید پر غیر متزلزل یقین رکھتے ہوں، اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ مسلمانوں کی اپنی زندگی بھی اسلامی تعلیمات کے مطابق ہوتا کہ وہ ان سیاہ فام لوگوں کو ایک تو اسلام کی صحیح دعوت دیں دوسرے ان کے اخلاق و کردار کو دیکھ کر وہ لوگ ایسے متاثر ہوں کہ ان میں خود بخود اسلام قبول کرنے کا جذبہ ابھر آئے، اس لئے ہماری اسلامی نظریاتی کونسل اور حکومت سے یہ گزارش ہے کہ وہ اس سلسلہ میں بذات خود دلچسپی لے اور تبلیغ پر جانے والے افراد کا خود ذمہ لے تاکہ اسلام کے نام پر دوسرے غلط لوگ ان لوگوں کو ایک جہنم سے نکال کر دوسری جہنم میں نہ دھکیل دیں۔

(افتتاحیہ صفحۂ اقرأ روزنامہ جنگ کراچی ۱۳ر فروری ۱۹۸۱ء)

www.ahnafmedia.com

اتحاد و اتفاق کی برکت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ : امابعد'

قرآن کریم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر انعام کا ذکر کرتے ہوئے حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرماتے ہیں :

وان یریدوا ان یخدعوک فان حسبک اللہ ھوالذی ایدک بنصرہ وبالمومنین۔ والف بین قلوبھم لو انفقت مافی الارض جمیعا ماالفت بین قلوبھم ولکن اللہ الف بینھم انہ عزیز حکیم

(انفال ر ۶۳)

ترجمہ :"اور اگر وہ (کافر) لوگ آپؐ کو دھوکا دینا چاہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کے لیے کافی ہے وہ وہی ہے جس نے آپؐ کو اپنی (غیبی) امداد (ملائکہ) سے اور (ظاہری امداد) مسلمانوں سے قوت دی۔ اور ان کے قلوب میں اتفاق پیدا کر دیا۔ اور اگر آپؐ دنیا بھر کا مال خرچ کرتے تب بھی ان کے قلوب میں اتفاق پیدا نہ کر سکتے۔ لیکن اللہ نے ہی ان میں باہم اتفاق پیدا کر دیا بے شک وہ زبردست ہیں حکمت والے ہیں"۔

اس آیت کریمہ میں حق تعالیٰ شانہ نے اس انعام عظیم کا ذکر فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ اور عنایت خاصہ سے اہل ایمان کے دلوں میں جوڑ پیدا کر کے انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور دین حق کی نصرت و حمایت پر لگا دیا۔ یہ ارشاد خداوندی ہمارے سامنے حکمت و بصیرت کے بہت سے پہلو رکھتا ہے۔

اول یہ کہ اہل ایمان کا اتحاد و اتفاق ایک نعمت عظمیٰ اور ان کا تشتت و افتراق آفت کبریٰ ہے' قرآن کریم میں جہاں ان عذابوں کا ذکر کیا گیا ہے جو منجانب اللہ آسمان سے نازل ہوں یا زمین سے پھوٹ پڑیں' وہاں انہیں کے پہلو میں یہ عذاب بھی ذکر فرمایا کہ تمہیں مختلف جماعتوں اور گروہوں میں بانٹ کر ایک دوسرے سے ٹکرا دے :

قل ھوالقادر علیٰ ان یبعث علیکم عذابا من فوقکم اومن تحت ارجلکم اویلبسکم شیعا ویذیق بعضکم باس بعض انظر کیف نصرف الایات لعلھم یفقھون۔

(انعام)

ترجمہ :" آپ کہئے کہ اس پر بھی وہی قادر ہے کہ تم پر کوئی عذاب تمہارے اوپر سے بھیج دے یا تمہارے پاؤں تلے سے یا کہ تم کو گروہ گروہ کر کے سب کو بھڑا دے اور تمہارے ایک کو دوسرے کی لڑائی چکھا دے۔ آپ دیکھئے تو سہی ہم کس طرح دلائل مختلف پہلوؤں سے بیان کرتے ہیں شاید وہ سمجھ جائیں"۔

(بیان القرآن)

اور منافقوں کی ناگفتہ حالت پر تبصرہ کرتے ہوئے جہاں ان کے اور بہت سے

www.ahnafmedia.com

عیوب و جرائم کو ذکر کیا گیا ہے وہاں ان کی یہ حالت بطور خاص ذکر کی گئی ہے :

وتحسبهم جميعا وقلوبهم شتى۔ ذالک بانهم قوم لا يعقلون۔

(الحشر ۱۴)

ترجمہ :" اے مخاطب تو ان کو ظاہر میں متفق خیال کرتا ہے حالانکہ ان کے قلوب غیر متفق ہیں یہ اس وجہ سے ہے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو (دین کی) عقل نہیں رکھتے"۔

(بیان القرآن)

اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ اہل ایمان کے درمیان آپس کا جوڑ اللہ تعالیٰ کی نظر میں کس قدر پسندیدہ ہے' اور کسی قوم میں انتشار و افتراق کا پیدا ہو جانا کس قدر مکروہ و ناپسندیدہ ہے۔

دوم ـــ صحابہ کرامؓ کے درمیان اتفاق و اتحاد اور ان کے دلوں میں جوڑ پیدا کر دینے کو حق تعالیٰ شانہ نے اپنی قدرت کاملہ کی طرف منسوب فرمایا ہے۔ اور اس امر کی تصریح فرمائی ہے اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا بھر کے خزانے اور تمام مادی وسائل صرف کر کے ان کے ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑنے کی کوشش فرماتے تو اس مہم میں آپؐ کو کبھی کامیابی نہ ہوتی۔ یہ محض حق تعالیٰ شانہ کا انعام و احسان تھا کہ ان کے درمیان فوق العادت اتفاق و اتحاد پیدا کر دیا۔ اور پوری "قوم یک جان دو قالب" کا مصداق بن گئی۔ اس الفت و اتحاد کی برکت سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان باہمی اعتماد و ایثار کی فضا پیدا ہو گئی۔ ان میں سے ہر ایک اپنی رائے پر دوسروں کی رائے کو۔ اپنی ضروریات پر دوسروں کی ضروریات کو اور اپنی جان پر دوسروں کی جان کو ترجیح دیتا تھا ـــــ

اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ کی خاص توفیق و نصرت شامل حال نہ ہو اور مسلمان عنایت خداوندی کا مورد نہ بن جائیں ان کے درمیان الفت و اتحاد اور ایثار و اعتماد کی فضا پیدا نہیں ہو سکتی۔ دنیا بھر کے افلاطون مل کر تدبیریں کریں اور اس کے لیے دنیا بھر کے خزانے خرچ کر ڈالے جائیں مگر اس مہم میں کبھی کامیابی نہیں ہو سکتی۔ اور مسلمانوں کے اتفاق و اتحاد کا خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا۔

سوم ـــ مادی اسباب و وسائل اور مال و دولت کے ذریعہ تو اہل ایمان کے درمیان اتفاق و اتحاد پیدا نہیں ہو سکتا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ آخر وہ کون سی چیز تھی جس کی وجہ سے حق تعالیٰ شانہ نے صحابہ کرامؓ کے بکھرے ہوئے شیرازہ قلوب کو جوڑ کر دیا اور وہ کون سی مقناطیسی قوت تھی جو ان کے لئے رحمت خداوندی کو آسمان سے کھینچ لائی؟ اس کا جواب اسی آیت کریمہ میں موجود ہے کہ یہ حضرات صحبت نبویؐ کے فیضان کی برکت سے دو دولتوں سے مشرف تھے اور یہی ان کے اتفاق و اتحاد اور شیرازہ بندی کی کلید تھی۔ ایک یہ کہ وہ ایمان کامل کے حامل تھے۔ دوم یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت و حمایت کو انہوں نے اپنی زندگی کا واحد مقصد بنایا تھا' اور اس تائید نبویؐ سے وہ جارحہ الیہ کی حیثیت اختیار کر چکے تھے :

"هو الذى ايدک بنصره وبالمومنين"۔

ترجمہ :" وہی ہے جس نے آپ کو قوت دی اپنی مدد سے اور اہل ایمان کے ذریعہ ـــــ"۔

ایمان کامل جسد ملت کے لیے روح کی حیثیت رکھتا ہے' انسان جب زندہ ہو اور تندرست و توانا بھی ہو تو اس کے اعضاء "جسد واحد" کہلاتے ہیں۔ ان کے درمیان نہ صرف یہ کہ کوئی اختلاف و انتشار نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ ایک دوسرے کے معاون و مددگار ہوتے ہیں۔ اور جب آدمی کی روح نکل جائے تو اس کے اعضاء کٹ

www.ahnafmedia.com

کٹ کر الگ ہو جاتے ہیں' اور اگر روح تو موجود ہو لیکن جسم و اعضاء مفلوج و مشلول یا ناتواں ہوں تو وہ خواہش کے باوجود' ایک دوسرے کی مدد سے قاصر رہتے ہیں۔ ٹھیک اسی طرح جب جسد ملت میں ایمان کی روح کارفرما ہو تو اس کے تمام اعضاء "جسد واحد" کی حیثیت رکھتے ہیں۔ حدیث میں ارشاد ہے :

نری المؤمنین فی تراحمھم وتوادھم و تعاطفھم کمثل الجسد اذا اشتکی عضوا تداعی لہ سائر الجسد بالسھر والحمی۔ (متفق علیہ)

ترجمہ :"تم اہل ایمان کو باہمی رحمت' باہمی محبت اور باہمی شفقت و ہمدردی میں ایک جسم کی طرح دیکھو گے کہ اگر ایک عضو کو تکلیف ہو تو پورا بدن اس کی وجہ سے بے چینی اور بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے"۔

ایک اور حدیث میں ہے :

المؤمن للمؤمن کالبنیان یشد بعضہ بعضا ثم شبک بین اصابعہ

(متفق علیہ مشکوۃ ص ۴۲۲)

ترجمہ :" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انگلیوں میں انگلیاں ڈال کر فرمایا کہ ایک مومن دوسرے مومن کے لئے ایسا ہے جیسے ایک عمارت کہ اس کے بعض اجزا بعض کو تھامے ہوئے رہتے ہیں"۔

ایک اور حدیث میں ہے :

المؤمنون کرجل واحد ان اشتکی عینہ اشتکی کلہ

وان اشتکی راسہ اشتکی کلہ

(صحیح مسلم)

ترجمہ :"تمام اہل ایمان کی مثال فرد واحد کی ہے' کہ اس کی آنکھ میں تکلیف ہو تو پورا بدن دردمند ہوتا ہے۔ اور اگر اس کے سر میں تکلیف ہو تب بھی پورا بدن بے چین ہوتا ہے"۔

دوسری چیز جو کسی قوم کے اتحاد و اتفاق کی ضامن ہے وہ ہے اس کی اپنے نصب العین سے وابستگی۔ اہل ایمان کا عظیم الشان نصب العین' جو مذکورہ بالا آیت کریمہ میں بیان فرمایا گیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے لائے ہوئے دین کی نصرت و حمایت ہے۔ امت جب تک اس نصب العین پر قائم رہے گی اور اس کے لئے جان' مال اور خواہشات کی قربانی دیتی رہے گی اس وقت تک بتوفیق الٰہی متحد و متفق رہے گی۔ اور جب اس کا یہ نصب العین اس کی نظر سے اوجھل ہو جائے گا اور وہ اپنے مقدس نصب العین سے ہٹ کر خواہشات کے پیچھے دوڑنے لگے گی اس میں ضعف و اختلال پیدا ہو گا۔ اور اس کے نتائج افتراق و انتشار کی صورت میں نمایاں ہوں گے۔

ہمارے دانشور اٹھتے بیٹھتے قومی اتفاق و اتحاد کے وعظ کہتے ہیں' ان کی کوئی تقریر اس موعظہ حسنہ سے خالی نہیں ہوتی۔ لیکن اگر صرف لیکچروں' تقریروں' تحریروں' رسالوں' اخباروں اور ذرائع ابلاغ کے پروپیگنڈے سے "نسخہ اتحاد" حاصل کیا جا سکتا تو امت مسلمہ سب سے بڑھ کر متحد ہوتی جس سے معلوم ہوتا ہے اتفاق و اتحاد کی کلید وہی ہے جو اس آیت کریمہ میں بیان کی گئی ہے یعنی قوم میں ایمان صحیح پیدا کیجئے اور اسے دین قیم کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کر دینے کی مشق کرائیے۔ ایمان سے محبت اور نصب العین سے عشق ہی ایک ایسی چیز ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ منتشر قوم کو

www.ahnafmedia.com

جمع کرتے ہیں اور ان کے ٹوٹے ہوئے قلوب کو جوڑتے ہیں :

یا ایھا الذین امنوا ان تنصروا اللہ ینصرکم ویثبت اقدامکم

(محمد/۷)

ترجمہ : "اے ایمان والو اگر تم مدد کرو گے اللہ کی تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور جمادے گا تمہارے پاؤں"۔

(ترجمہ شیخ الہندؒ)

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد

وعلیٰ الہ واصحابہ واتباعہ الیٰ یوم الدین ——— آمین۔

(بینات ربیع الثانی ۱۴۰۳ھ)

خواتین کا مطالبہ... حقِ طلاق

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ :

ایک اخباری اطلاع کے مطابق مصر میں خواتین کو یہ حق دے دیا گیا ہے کہ وہ اپنے شوہروں کو طلاق دے سکتی ہیں۔ اور ہمارے یہاں کی بڑے گھرانوں کی بیگمات کا مطالبہ بھی سامنے آیا ہے کہ خواتین کو طلاق کا حق دیا جائے۔

نکاح ایک ایسا مقدس رشتہ ہے جس سے بے شمار اخلاقی، معاشرتی اور معاشی مسائل وابستہ ہیں۔ اس لیے شریعت نے اس کی بنیاد باہمی الفت و محبت پر رکھی ہے۔ حدیث شریف میں ہے :

لم تر للمتحابین مثل النکاح۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۲۶۸)

ترجمہ : "تمہیں دو محبت کرنے والوں کے لئے نکاح جیسی چیز نہیں ملے گی"۔

یہی وجہ ہے کہ شیطان کو جس قدر خوشی زوجین کی نااتفاقی و ناچاقی اور ان کے درمیان تفریق پیدا کرنے سے ہوتی ہے ایسی خوشی کسی بڑے گناہ سے بھی نہیں ہوتی۔ ہماری شریعت نے اس رشتہ کے بقا و استحکام اور اس میں خوشگواری پیدا کرنے کے لئے میاں بیوی دونوں کو ایسی ہدایات سے سرفراز کیا ہے کہ اگر ان کی پابندی کی جائے تو نہ صرف یہ کہ زوجین کے درمیان منافرت پیدا نہیں ہوتی، بلکہ ان کا گھر دنیا میں

www.ahnafmedia.com

جنت کا نمونہ بن جاتا ہے۔ لیکن بسااوقات دونوں کے درمیان طبعاً موافقت پیدا نہیں ہوتی۔ یا ایسے حالات پیدا ہو جاتے ہیں کہ میاں بیوی ایک دوسرے کے اخلاقی و معاشرتی حقوق نہیں بجالا سکتے ان حالات سے عہدہ برآ ہونے کے لئے شریعت نے طلاق اور خلع کی صورتیں تجویز فرمائی ہیں' طلاق کا حق مرد کو تفویض کیا ہے اور خلع کے مطالبہ کا حق عورت کے لیے رکھا ہے۔

انسان میں اللہ تعالیٰ نے جہاں عقل و تدبر' معاملہ فہمی اور انجام بینی کا جوہر ودیعت فرمایا ہے وہاں اس کے اندر کچھ طبعی جذبات بھی رکھے ہیں' اگر آدمی ان جذبات سے مغلوب ہو جائے تو بسااوقات اسے غلط راستے پر ڈال دیتے ہیں اس لئے حکم یہ ہے کہ جذبات پر عقل کو غالب رکھنا چاہئے اور عقل کی نکیل شریعت کے ہاتھ میں رہنی چاہئے' آدمی اپنے جذبات کے مقتضی پر عمل نہ کرے جب تک عقل اس کے جواز کا فتویٰ نہ دے۔ اور مجرد عقل کے فیصلہ پر عمل نہ کرے جب تک کہ شریعت مطہرہ اس کے صحیح ہونے پر مہر تصدیق ثبت نہ کرے۔ انسان کی یہ کمزوری ہے کہ وہ بسااوقات جذبات کی رو میں بہہ کر خلاف عقل فیصلے کر بیٹھتا ہے۔ بعد میں جب جذبات کا جوش ٹھنڈا ہوتا ہے تو آدمی اپنے عاجلانہ فیصلے پر پشیمان ہوتا ہے' اور یہ جذباتیت مردوں کی بہ نسبت صنف نازک میں زیادہ پائی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نکاح کے بندھن کو ختم کرنے کے لئے شریعت نے مرد کو تو طلاق کا اختیار دیا ہے لیکن عورت کو طلاق کے بجائے خلع کا اختیار تفویض کیا ہے' کیونکہ خلع کا فیصلہ اگر فریقین کی رضامندی سے رضاکارانہ طور پر ہو تو عورت کا اپنے اہل قرابت اور خیرخواہوں (والدین وغیرہ) سے مشورہ ناگزیر ہوگا اور اگر عدالتی سطح پر ہو تو عدالت کا فیصلہ ضروری شرط ہوگا۔ اور یہ دونوں چیزیں (یعنی پہلی صورت میں والدین اور عزیز واقارب کا مشورہ اور دوسری صورت میں عدالت کا فیصلہ) بڑی حد تک عورت کی

جذباتیت کا تدارک کر سکیں گی۔

آج کل پاکستان میں گھریلو معاملات و تنازعات کو نمٹانے کے لئے جو مخصوص عدالتیں فیملی کورٹس کے نام سے قائم کی گئی ہیں' ان میں ۹۹ فیصد فیصلے عورتوں کے حق میں ہوتے ہیں۔ مشکل سے ایک فیصد کیس ایسے ہوں گے جن میں عدالت نے عورت کے بجائے مرد کے حق میں فیصلہ کیا ہو۔ کسی خاتون کی جانب سے جب بھی خلع کی درخواست کی جاتی ہے' بلا تکلف عورت کے حق میں فیصلہ دے دیا جاتا ہے (اس سلسلے میں یہ عدالتیں بسااوقات شرعی اصول و قواعد کو بھی ملحوظ نہیں رکھتیں اور ان کا فیصلہ شرعی نقطہ نگاہ سے غلط ہوتا ہے)۔ اس صورت حال کو پیش نظر رکھا جائے تو بڑے گھرانوں کی یہ خواتین جس حق کا مطالبہ کر رہی ہیں وہ تو انہیں ان کے مطالبہ سے بھی پہلے مل چکا ہے' اور اس کا انہیں علم بھی ہے۔ پاکستان میں کسی عورت کو اپنے شوہر سے گلوخلاصی کرانے میں قطعاً کوئی دشواری ہی نہیں۔ اب ان کا یہ مطالبہ کہ عورتوں کو طلاق کا حق دیا جائے محض عورتوں کی مشکلات اور پریشانیوں کو حل کرانے کی خاطر نہیں بلکہ اس کا منشا مغرب کے نقش قدم کی پیروی ہے۔ یعنی جس طرح مغرب میں طلاق کا حق مردوں کے بجائے عورتوں کو دیا گیا ہے۔ اسی طرح یہ خواتین چاہتی ہیں کہ طلاق کا حق عورتوں کو ملنا چاہئے کہ جب بھی ان کا جی شوہروں سے بھر جائے فوراً شوہروں کو چھٹی کرا دیں ـــــ اگر یہ معزز خواتین اپنے نابکار شوہروں سے ایسی ہی تنگ ہیں تو ان کو اس مطالبہ سے کون روک سکتا ہے' لیکن اس مطالبہ کو قانونی شکل دینے کے لئے ایوب خان کے عائلی قوانین کی طرح شریعت محمدیہ کے خلاف ایک نئی شریعت تصنیف کرنے کی ضرورت ہوگی۔ قرآن کریم نے جہاں جہاں طلاق کا ذکر کیا ہے اسے مردوں کی ہی طرف منسوب کیا ہے' اور خود عقل سلیم کا تقاضا بھی یہی ہے' جیسا کہ اوپر عرض کیا جا چکا ہے کہ ازدواجی بندھن کو ختم کرنے کا

www.ahnafmedia.com

اہم ترین معاملہ عورت کی جذباتیت کے حوالے نہ کیا جائے۔ یہ معزز خواتین اگر اپنے شوہروں کو طلاق دینے پر بضد ہیں تو اس سے پہلے ان کو قرآن اور عقل دونوں کو طلاق دینی ہو گی۔ پھر ان پڑھی لکھی خواتین کو جو شاہراہ مغرب پر پگڈنڈ دوڑ رہی ہیں' یہ معاملہ صرف طلاق تک محدود نہیں رکھنا ہو گا بلکہ اسی کے ساتھ ان کا یہ مطالبہ بھی سامنے آئے گا کہ مردوں کو چار عورتوں سے نکاح کی اجازت ہے اسی طرح ان کو بھی چار مردوں سے نکاح کی اجازت دی جائے۔ اسی کے ساتھ وہ سارے مناظر اور سارے تماشے ان کے سامنے آئیں گے، جو آج مغرب میں دیکھے جا رہے ہیں۔ کھلی پارکوں میں سب کے سامنے اور بے غیرت شوہروں کے سامنے جنسی ملاپ کے واقعات بھی مغربی معاشرت کا روزمرہ ہیں' حرامی بچوں کا تقدس بھی تہذیب مغرب کا لازمہ ہے۔ اور عقد نکاح اور رشتہ ازدواج کی ضرورت بھی مغرب میں محض تکلف کی حیثیت اختیار کر چکی ہے اور اس قسم کے بے شمار ناگفتنی و ناکردنی مناظر آج مغرب میں سر کی آنکھوں سے دیکھے جا رہے ہیں جن کی وجہ سے مغربی معاشرہ انسانوں کے بجائے بندروں' بن مانسوں بلکہ کتوں اور خنزیروں کا معاشرہ کہلانے کا زیادہ مستحق ہے؟ وہاں بہیمیت و جنسیت کا ایسا بازار گرم ہے جس سے وہاں کے اہل خرد بھی نالاں ہیں' مگر اس طوفان کے سامنے بند باندھنے کی کوئی تدبیر ان کی سمجھ میں نہیں آتی' وہاں جنسیت کے دست جنون نے عورت کے دامن عفت کو تار تار کر دیا ہے' وہاں ایک فیصد خواتین کے عفیف و پاکدامن ہونے کی بھی قسم نہیں کھائی جا سکتی۔ جب کہ مغربی تعلیم کے "فیضان" سے پہلے مشرق کی "ان پڑھ" خواتین میں سے ۹۹ فیصد کی عفت و پاکدامنی کی قسم کھائی جا سکتی تھی۔ کیا یہی وہ تحفہ ہے جو مشرقی خاتون کو دلانے کی کوشش کی جا رہی ہے؟۔

ان خواتین کے یہ مطالبات یا اس سے بڑھ کر کچھ اور مطالبات دراصل تعلیم

جدید کے منطقی نتائج ہیں' جو نظام تعلیم ہمارے یہاں رائج ہے جس تعلیم کے حصول کو مایہ افتخار تصور کیا جاتا ہے' اور جس کی ترغیب و تشویق شب و روز دی جا رہی ہے اس سے مرد و زن کے بے محابا اختلاط' عورتوں کی عریانی اور مرد و زن کی تمیز اٹھانے کے سوا اور کیا نتیجہ نکل سکتا ہے :

دیبانتواں یافت ازاں پشم کہ ریشم
خرمانتواں یافت ازاں خیار کہ کشتیم

اس تعلیم جدید ہی کی غارتگری ہے کہ اس نے قدروں کے سانچے بدل ڈالے' اور انسانیت کا حلیہ بگاڑ دیا اس نے مرد کی مردانگی اور عورت کی نسوانیت کو کچل کر رکھ دیا۔ جب تک موجودہ مغربی طرز تعلیم جاری ہے اور جب تک اسکولوں' کالجوں' یونیورسٹیوں کی شکل میں انسانیت کے مقتل موجود ہیں' ہمارے یہاں وہ سب کچھ ہو گا جو مغرب کے کافر و بے خدا معاشرے میں ہو رہا ہے' ہمارے ظریف شاعر نے صحیح کہا تھا :

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا
افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

آج ہمارے معاشرے میں مغربی تعلیم کی سمیت پوری طرح رچ بس چکی ہے' اور گلی کوچوں میں' بازاروں میں' کلبوں میں' سنیماؤں میں' تعلیم گاہوں میں' دفاتر میں' اسمبلیوں میں عورتوں کے آرائش حسن کے مناظر اسی زہر آلود مغربی تہذیب و تعلیم کے آثار ہیں جو ایک صدی سے قوم پر مسلط ہے۔ اور ناخدایان قوم میں سے کوئی ایسا تو کیا ہوتا' جو اس کی اصلاح کی طرف متوجہ ہوتا' الٹا اس تعلیم کو عام کرنے کے منصوبے بنائے جا رہے ہیں۔ اور اٹھتے بیٹھتے اس کی تلقین کی جا رہی ہے۔ حضرت

www.ahnafmedia.com

حکیم الامت مولانا شاہ اشرف علی تھانویؒ نے آج سے پون صدی پہلے قوم کو اس خطرہ سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا تھا :

"بعضے آدمی اپنی لڑکیوں کو آزاد اور بے باک عورتوں سے تعلیم دلاتے ہیں' یہ تجربہ ہے کہ ہم صحبت کے اخلاق و جذبات کا آدمی میں ضرور اثر آتا ہے۔ خاص کر جب وہ شخص ہم صحبت ایسا ہو کہ متبوع اور معظم بھی ہو' اور ظاہر ہے کہ استاذ سے زیادہ ان خصوصیات کا کون جامع ہوگا تو اس صورت میں وہ آزادی و بیباکی ان لڑکیوں میں بھی آوے گی۔ اور میری رائے میں سب سے بڑھ کر جو عورت کا حیا اور انقباض طبعی ہے' اور یہی مفتاح ہے سب خیر کی' جب یہ نہ رہا تو اس سے نہ پھر کوئی خیر متوقع ہے نہ کوئی شر مستبعد ہے"۔

آج جدید تعلیم گاہوں کے اعداد و شمار جمع کیے جائیں تو اساتذہ اور استانیوں کی اکثریت لادینی نظریات کے حاملین کی نظر آئے گی۔ جب تک اس نظام تعلیم کی اصلاح نہیں ہوتی نئی نسل سے کسی خیر کی کیا توقع کی جاسکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ امت مرحومہ کے حال پر رحم فرمائیں اور ابلیس کے جال سے اس کی حفاظت فرمائیں۔ آمین۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقه

سیدنا محمد النبی الامی و آله واصحابه

واتباعه اجمعین الیٰ یوم الدین۔

(حیات رواحہ ۱۴۰۵ھ)

پاکستان میں تعلیم یافتہ خواتین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ اما بعد

روزنامہ جنگ لاہور اور کراچی (۱۷ فروری ۸۶ء) میں جناب پروفیسر وارث میر کا ایک مضمون شائع ہوا ہے جس کا عنوان ہے "پاکستان میں تعلیم یافتہ خواتین کے لئے مغرب زدگی کی اصطلاح گمراہ کن ہیں" اس مضمون میں عورتوں کی فرضی مظلومیت کا اظہار کرتے ہوئے جدید طبقہ کی خواتین کو خدا اور رسولؐ کے خلاف اکسانے کی کوشش کی گئی۔

فاضل مضمون نگار نے اپنے مضمون کی بنیاد مغرب کے ان معاشروں پر رکھی ہے جہاں خواتین اپنے حقوق کی جنگ لڑ رہی ہیں مضمون نگار کو یہ شکوہ ہے کہ ماہرین نفسیات نے اب تک عورت کی نفسیات اور مستقبل میں اس کے امکانی کردار کا کوئی سائنٹیفک مربوط و مبسوط مطالعہ پیش نہیں کیا۔ انہوں نے مغرب میں خواتین کی مردوں کے خلاف بغاوت کے مناظر پیش کر کے ایک فرانسیسی خاتون بوائر کی کتاب کا بطور خاص ذکر کیا ہے جس نے عورتوں کو مردوں کے خلاف بھڑکانے میں بڑا اہم کردار ادا کیا ہے' مضمون نگار کو عورتوں کا مردوں کے خلاف محاذ جنگ مغرب سے گذر کر مشرق میں بھی پھیلتا نظر آتا ہے' اس لئے انہوں نے بڑی دلسوزی سے پاکستان کے سیاسی رہنماؤں اور مذہبی علماء کو چند پرخلوص مشوروں سے نوازا ہے۔

مغرب کے مرد یا عورتیں اگر اپنے حقوق و فرائض کے دائرے متعین کرنے میں اب تک بھٹک رہے ہیں تو اس پر ذرا بھی حیرت نہیں کیونکہ وہ ایمان و ہدایت کی دولت سے محروم ہیں نہ ان کے پاس کسی نبی کا لایا ہوا کوئی عادلانہ نظام حیات ہے' نہ آسمانی کتاب

www.ahnafmedia.com

ہے نہ خدا تعالیٰ کی حاکمیت و وحدانیت کا صحیح تصور ان کے پاس موجود ہے' جس قوم کا رشتہ نبوت و رسالت سے' اللہ تعالیٰ کی وحدانیت و حاکمیت سے' ایمان بالآخرت سے' اور آسمانی ہدایت سے کٹ چکا ہو وہ اگر افراط و تفریط کی وادیوں میں سرگرداں نظر آتی ہے' وہاں کے ماہرین نفسیات اگر عورت کی نفسیاتی شخصیت کی عقدہ کشائی سے قاصر نظر آتے ہیں اور وہاں اگر مرد و عورت کے حقوق و فرائض کے دائرے متعین کرنے کے لئے دونوں فرقوں کی جنگ جاری ہے تو یہ ان کی ایمان و ہدایت سے محرومی کا منطقی نتیجہ ہے۔

اس کے برعکس ایک مسلم قوم جو نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے منشور ہدایت پر ایمان رکھتی ہے۔ جس کے پاس قرآن و سنت کی شکل میں ایک جامع ترین ضابطہ حیات موجود ہے اور جو زندگی کے ایک ایک قدم پر رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات پر عمل پیرا ہونے کا عہد باندھے ہوئے ہے اس قوم کو اقوام مغرب پر قیاس کرنا اور اس کے سامنے بوائز ایسی خدا بیزار خواتین کی مثالیں پیش کرنا باعث حیرت و تعجب ہے' جس معاشرے کے مردوں اور عورتوں کے درمیان کوئی بالاتر طاقت و شخصیت ایسی موجود نہ ہو جو ان کے تنازعات کا فیصلہ نمٹا دے وہ ہمیشہ لڑتے رہیں گے اور ان کو لڑنا ہی چاہئے لیکن جس معاشرے کے مرد و زن کے درمیان فیصلہ کرنے کے لئے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسی مقدس ترین شخصیت موجود ہو ان کے درمیان زنانہ و مردانہ جنگ اول تو شروع ہی نہیں ہو گی اور اگر کسی فریق کی غلط فہمی یا جذباتیت سے شروع ہو جائے تو فیصلہ نبوی سننے کے بعد فوراً ختم ہو جائے گی۔

اگر مغرب کے ماہرین نفسیات عورت کی نفسیات کا صحیح مطالعہ کرنے میں اب تک کامیاب نہیں ہو سکے (اور انشاء اللہ رہتی دنیا تک انہیں اس میں کامیابی نہیں ہو گی) تو سوچنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ جو مرد اور عورت دونوں کی فطرت اور نفسیات کا خالق ہے' کیا اس کے بارے میں کوئی مسلمان یہ گمان کر سکتا ہے کہ وہ (نعوذباللہ) عورت کی فطرت اور نفسیات سے واقف نہیں؟ جب کہ اللہ تعالیٰ نے جو علیم و خبیر بھی ہے اور حکیم مطلق بھی' مردوں اور عورتوں کے الگ الگ حقوق و فرائض واضح کر دیے ہیں ہر ایک کا دائرہ حقوق

متعین کر دیا ہے' جب اللہ و رسولؐ کے قطعی احکام و فرامین ہمارے پاس کتاب و سنت کی شکل میں بغیر کسی شک و شبہ کے موجود ہیں اور جب کہ ہمارا ان احکام و فرامین پر کامل ایمان و ایقان بھی ہے تو انصاف کیجئے کہ ہمارے سامنے مغربی نفسیات کے یا بوائز ایسی ایمان وہدایت سے محروم خواتین کے حوالے پیش کرنے کا کیا جواز باقی رہ جاتا ہے' کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک بھٹکی ہوئی گم کردہ راہ قوم کو دیکھ کر خود ہمیں بھی بھٹکنے کی مشق شروع کر دینی چاہئے؟۔

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمیؐ

مغرب کی مثالیں دینے کے بعد پروفیسر صاحب "خاتون مشرق" کی طرف التفات فرماتے ہوئے لکھتے ہیں :

"پاکستان کے تعلیمی میدان میں عورت مرد کو پچھاڑتی ہوئی آگے بڑھ رہی ہے' اخبارات و جرائد اور الیکٹرانک میڈیا نے پاکستانی خواتین کی نئی نسل کا رابطہ دنیا بھر کے معاشروں سے استوار کر دیا اور اب ان پر توہمات تعصبات اور رسوم ورواج قانون کی صورت میں نافذ نہیں کئے جا سکتے جو جاہل قبائلی معاشروں کی خصوصیات تھے اور جن میں تبدیلی و تغیر کو قبول کر لینا فطرت اور قرآن کے قانون کے عین مطابق ہے"۔

پروفیسر صاحب سے بہتر کون جانتا ہو گا کہ جاہلی قبائلی توہمات تعصبات اور رسوم و رواج کی تمام دیواریں آج سے چودہ سو سال پہلے رسول عربیؐ کے مبارک قدم کی ایک ٹھوکر نے منہدم کر ڈالی تھیں' جب آپؐ نے حجتہ الوداع کے موقع پر اعلان فرمایا تھا کہ "جاہلیت کی تمام رسمیں میرے ان قدموں کے نیچے پامال ہیں" اس لئے بلا خوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ قرآن و سنت کا کوئی قانون اور کوئی حکم ایسا نہیں جو جاہلی توہمات پر مبنی ہو جس میں جاہلی تعصب کارفرما ہو اور جس میں جاہلی رسم و رواج کو انگیز کیا گیا ہو۔

www.ahnafmedia.com

مسلمانوں کے موجودہ معاشرے صحیح اسلامی معاشرے پر پورے نہیں اترتے' ان معاشروں میں جاہلیت جدیدہ یا قدیمہ کے بہت سے رسوم و رواج در آئے ہیں اور ہم خود اس حق میں ہیں کہ ان تمام رسوم ورواج کو جن کی بنیاد جاہلی توہمات و تعصبات ہیں بیک جنبش قلم منسوخ کر دیا جائے ایسے جاہلی رسوم ورواج کے خلاف آپ جتنا جہاد کر سکتے ہیں ضرور کریں آپ ہمیں اس جہاد میں اپنے سے پیچھے نہیں پائیں گے۔ لیکن اگر آپ جدید عورت کو یہ باور کرانے کی کوشش کریں کہ (نعوذباللہ) قرآن و سنت میں بھی کچھ احکام ایسے ہیں جو جاہلی قبائلی تعصبات و توہمات پر مبنی ہیں اور خدا اور رسولؐ کے احکام میں بھی جاہلی رسوم و رواج کی رعایت رکھی گئی ہے (نعوذ باللہ ثم نعوذباللہ) تو خود سوچ لیجئے کیا کسی مسلمان کو جو واقعتاً خدا اور رسولؐ پر ایمان رکھتا ہو یہ بات کس حد تک زیب دیتی ہے اور یہ کہ ایک مومن کے لئے یہ کس حد تک صحت مندانہ طرز فکر ہے۔

پروفیسر صاحب مزید لکھتے ہیں "پاکستان کے مذہبی علماء کا یہ احساس ہے کہ اسلامی احکام کی تعبیر و تشریح کا حق صرف ان کے لئے مخصوص ہے جب کہ ہمارے کانوں تک ملک سے باہر مقیم بعض تعلیم یافتہ خواتین کے اس قسم کے اداروں کی خبریں بھی پہنچتی رہتی ہیں کہ وہ قرآن و سنت کے سو فیصد "مردانہ حق" کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں' انہوں نے قرآن و سنت کا خود مطالعہ شروع کر دیا ہے اور انہیں اس سے کوئی روک نہیں سکتا' ان کو پختہ یقین ہے کہ اسلامی فقہ و تاریخ کے محققانہ تجزیے سے وہ ثابت کر دیں گی کہ مردوں نے دینی احکام کو ہمیشہ اپنے حاکمانہ مفادات میں استعمال کیا ہے"

پروفیسر صاحب نے یہاں جو "مردانہ حق" کی منطق ایجاد فرمائی ہے یہ تو خالص مادام بوائر کے نظریات کی صدائے بازگشت ہے سوال مردانہ یا زنانہ حق کا نہیں بلکہ قرآن و سنت میں مسلم الثبوت مہارت کا ہے' ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بلند پایہ علمی شخصیت سے کون واقف نہیں جن کے فتووں اور فیصلوں کے سامنے اکابر صحابہؓ کی گردنیں خم ہو جاتی تھیں' اسلام کی تاریخ میں ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں کہ عفت مآب پردہ نشینوں نے اپنے علم و فضل کا لوہا منوایا علم کے میدان میں کبھی مردانہ حق اور زنانہ حق کی

تفریق کا سوال نہیں اٹھا' حضرت رابعہ بصریؒ کا مشہور قصہ ہے کہ ان کو کسی نے بطور اعتراض کہا کہ کبھی کوئی عورت نبی نہیں بنی انہوں نے معترض کو دندان شکن جواب دیا کہ "جی ہاں! ہم نبی بنا نہیں کرتیں نبی جنا کرتی ہیں" جن مردوں نے علم کی چوٹیوں کو سر کیا اور جو اقلیم علم کے تاجدار ہوئے کیا ان کی مقدس ماؤں کا ان کے علم میں کوئی حصہ نہیں؟ الغرض علم کے میدان میں "مردانہ حق اور زنانہ حق کی تفریق کا شاخسانہ ابلیس مغرب کی شرارت ہے' ورنہ اسلام اور اسلامی تاریخ میں اس کا کوئی تصور نہیں' آج بھی اگر کچھ عفت مآب پردہ نشین خواتین قرآن و سنت میں مہارت کا ایسا بلند مقام حاصل کر لیتی ہیں تو یقیناً ان کی شخصیت علم کے ماتھے کا جھومر ہوگا ان کی ماہرانہ آراء کو عزت و وقعت کی نگاہ سے دیکھا جائے گا اور وہ علم اور اہل علم کی جانب سے صد ستائش کی مستحق ہوں گی لیکن دور جدید کے وہ لوگ خواہ وہ مرد ہوں یا عورتیں جو اسلام کے حدود دقیود ہی کے قائل نہیں جو اسلام کے فرائض و واجبات اور محرمات و مکروہات کی پابندی سے اپنے تئیں مرفوع القلم سمجھتے ہیں جو قرآن کریم ناظرہ بھی صحیح نہیں پڑھ سکتے جو نماز پنجگانہ کی توفیق سے بھی محروم ہیں اور جنہیں غسل جنابت کا اتفاق بھی کبھی شاذ ونادر ہی ہوتا ہے وہ اگر "اجتہاد" کے بام بلند پر قدم رکھنا چاہیں اگر وہ۔امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ 'امام مالک رحمتہ اللہ علیہ 'امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ اور امام احمد رحمتہ اللہ علیہ ایسے مسلم الثبوت ائمہ مجتہدین کے مقابلے میں اپنے مغربی سانچوں میں ڈھلے ہوئے افکار پیش کرنا چاہیں تو ان کی قدر و قیمت کیا ہو سکتی ہے؟

جہاں تک "زنانہ اجتہاد" کا تعلق ہے میں عرض کر چکا ہوں کہ دور جدید کے مرد اور عورتیں شوق سے اجتہاد فرمائیں لیکن پہلے اجتہاد کا مفہوم سمجھ لیں 'اجتہاد کی علمی و عملی اور فکری صلاحیتیں بہم پہنچائیں پھر اجتہاد کریں بے ہنگم قیاس آرائیوں اور انکل پچو باتوں کا نام "اجتہاد" نہیں۔

ایوب خان کے زمانے میں ایک پڑھے لکھے "مجتہد" صاحب نے کہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں عورت کی شہادت مرد کے مقابلے میں نصف رکھی گئی تھی کیونکہ اس وقت کی عورت جاہل تھی' آج کی مہذب اور تعلیم یافتہ عورت کی شہادت

www.ahnafmedia.com

مرد کے نصف نہیں ہو سکتی۔

گویا ان مجتہد صاحب کے نزدیک ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور چودہ سو سال کی تمام محترم خواتین جن کی کوکھ سے امام غزالیؒ، امام رازیؒ، مجدد الف ثانیؒ اور شاہ ولی اللہؒ جیسی نابغہ ہستیوں نے جنم لیا، وہ تو نعوذ باللہ جاہل اور اجڈ تھیں، اور آج کی خواتین ان کے مقابلے میں چشم بددور تعلیم یافتہ ہیں۔ کیا اسی کا نام "اجتہاد" ہے کہ وہ مائیں جن پر اسلامی تاریخ ہی نہیں بلکہ انسانی تاریخ بھی فخر کرتی ہے ان کو گالی دی جائے؟

ابھی تھوڑے دن پہلے ایک اور مجتہد صاحب سے ملاقات ہوئی فرمانے لگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانے کے تقاضوں کے مطابق قرآن کی تعبیر و تشریح فرمائی تھی اور ہمیں اپنے زمانے کے مطابق قرآن کی تعبیر و تشریح کرنی ہے یہی قرآن کی تعلیم ہے اور یہی سنت رسولؐ ہے خواہ ہم رسول کریمؐ کے تمام فیصلوں کو بدل ڈالیں، ایک اور صاحب جو اب دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں فرماتے ہیں کہ قرآن عرب کے بدوؤں کے لیے آیا تھا، آج کے مہذب معاشرے میں اس کو کیسے نافذ کیا جا سکتا ہے؟

اگر پروفیسر صاحب کے ذہن میں بھی "اجتہاد" کا یہی معیار ہے تو میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں پھر خروج عن الاسلام کس چیز کا نام ہے، کیا کسی امتی کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نافذ کردہ دین کو بدلنے کا اختیار دیا جا سکتا ہے، اور کیا اس کے بعد بھی اس کا دعویٰ مسلمانی لائق سماعت ہے؟ کیا پروفیسر صاحب علماء کے اس رویئے کے شاکی ہیں کہ وہ "اجتہاد" کے نام پر دین میں قطع و برید اور تحریف و تبدیل کی اجازت کیوں نہیں دیتے؟ اگر یہی شکایت ہے تو میں علماء کے اس "جرم" کا اعتراف کرتا ہوں اور اسی کے ساتھ یہ اعلان بھی کرتا ہوں کہ علماء یہ جرم کرتے رہے ہیں اور کرتے رہیں گے جب تک ایک بھی عالم حقانی دنیا میں باقی ہے۔ وہ کبھی اس کی اجازت نہیں دے گا۔ آپ علماء کو جتنی چاہیں گالیاں دے لیں ان پر جتنا چاہیں غصہ اتار لیں، اور ہو سکے تو قوم نوحؑ کی طرح ان پر سنگ باری بھی کر لیں مگر علماء کتاب و سنت میں تحریف اور ترمیم و تنسیخ کو کبھی برداشت نہیں کریں گے۔

لاہور میں علامہ اقبال مرحوم کی کوٹھی پر امام العصر حضرت علامہ انور شاہؒ کشمیری تشریف فرما تھے ایک صاحب نے کہا کہ حضرت مسلمان ترقی کی دوڑ میں بہت پیچھے رہ گئے ہیں بینک کے سود کو حلال قرار دینا ترقی کے لئے بڑا ضروری ہے حضرت شاہؒ صاحب نے اپنے مخصوص لہجے میں فرمایا:

"جناب اگر جہنم میں جانا چاہتے ہو تو سیدھے چلے جاؤ مولوی کو پل کیوں بناتے ہو"۔

پروفیسر صاحب! اگر کچھ خواتین و حضرات خدا و رسولؐ کے احکام میں اپنی ناروا خواہشات کا پیوند لگا کر جہنم میں تشریف لے جانے کا ارادہ رکھتے ہیں تو ان کو مشورہ دیجئے کہ بے دھڑک تشریف لے جائیں جہنم کے ساتوں دروازے چوپٹ کھلے ہیں، غریب مولوی پر دھونس جمانے کی کیا ضرورت ہے؟ لیکن اگر خدا و رسولؐ پر ایمان ہے، اگر خدا و رسولؐ کے احکام و فرامین کی دل میں کچھ بھی عظمت ہے اور اگر دنیا سے بحالت ایمان رخصت ہونے کی تمنا ہے تو غریب مولوی کوئی بے جا بات نہیں کہتا اس عضو ضعیف پر آپ کا نزلہ گرانا چہ معنی؟۔

اسلام کجرو معاشروں کی کجی دور کرنے کے لئے آیا ہے اسے تراش خراش کر لادین اور خدا بیزار معاشروں کے قالب میں ڈھالنا "اجتہاد" نہیں ظلم ہے۔ جو لوگ نام نہاد "اجتہاد" کا لیبل لگا کر اسلامی احکام میں ترمیم و تنسیخ کرنا چاہتے ہیں وہ اسلام پر نہیں بلکہ اپنی جانوں پر ظلم کرنا چاہتے ہیں، غریب مولوی اگر ان کا ہاتھ پکڑنے کی کوشش کرتا ہے تو ان کو اس خودکشی سے بچانا چاہتا ہے وہ تمہارا بدخواہ نہیں بلکہ خیرخواہ ہے۔

خواتین کو عادلانہ حقوق اسلام نے عطا کر دیئے ہیں ان حقوق کو کوئی پامال نہیں کرتا خواتین کے حقوق مغرب کی تہذیب و تعلیم نے پامال کئے ہیں جو لوگ اسلامی معاشرے کو مغرب کے نقوش پر ڈھالنا چاہتے ہیں وہ خواتین کے خیرخواہ نہیں بلکہ انسانیت کے قاتل ہیں، اسلام نہ طبقاتی تفریق کا قائل ہے نہ ایک صنف کو دوسری صنف کے مدمقابل کھڑا کرتا ہے صنفی تفریق کے نقطہ نظر سے سوچنا ہی اسلام کی نفی ہے۔

www.ahnafmedia.com

افراد ظالم ہو سکتے ہیں مرد بھی اور عورتیں بھی' ان کے ظلم کا دفعیہ اسلام کے عادلانہ قوانین کی پیروی سے ہو سکتا ہے' لیکن ایک صنف کو ظالم اور دوسری صنف کو مظلوم قرار دے کر میدان جنگ برپا کرنا "بیمار ذہنیت" کی علامت ہے۔

عورت کی چار حیثیتیں ہیں وہ ماں ہے' بیٹی ہے' بہن ہے' بیوی ہے ان چاروں رشتوں کو اسلام نے تقدس کا وہ مقام اور مرتبہ عطا فرمایا ہے کہ کوئی بے خدا معاشرہ اس تقدس کا تصور بھی نہیں کر سکتا اس لیے عورت مرد کی حریف نہیں ہے بلکہ ماں' بہن' بیٹی اور اس کی شریک حیات ہے' تف ہے ان بیٹوں پر جو اپنی ماؤں کے حقوق کا تحفظ نہیں کر سکتے' ان بھائیوں پر جو بہن کے پاسبان نہیں ان باپوں پر جو اپنی بیٹی کی کفالت نہیں کر سکتے اور ان شوہروں پر جو اپنی شریک حیات کے دکھ درد میں شریک نہیں ہو سکتے آپ "خواتین کے حقوق" کے نام پر ان چاروں رشتوں کے تقدس کو پامال کرنا چاہتے ہیں کہ نہ ماں ماں رہے نہ بیٹی بیٹی' نہ بہن بہن رہے اور نہ بیوی بیوی رہے بلکہ وہ "زنانہ اجتماع" کا نعرہ لگا کر مرد کی حریف بن جائے۔

مغرب نے اپنی کور چشمی سے اس مردانہ و زنانہ جنگ کا اکھاڑہ جما کر دیکھ لیا' اسی کا نتیجہ ہے کہ ان کی زندگی اجیرن ہو چکی ہے' نہ مرد کو عورت پر اعتماد ہے نہ عورت کو مرد پر' انہیں راحت و آسائش کے تمام اسباب فراوانی سے حاصل ہیں لیکن دل کا سکون غارت ہو چکا ہے' اور راحت و اطمینان کی دولت لٹ چکی ہے' وہ رات کی طبعی نیند سے محروم ہو چکے ہیں اور نیند لانے کے لئے خواب آور گولیوں اور منشیات کے خوگر ہو چکے ہیں۔ کیا آپ مشرق کو بھی اس راستے پر گامزن دیکھنا چاہتے ہیں؟ اسلام نے مرد عورت کے جو حقوق متعین کئے ہیں انسانی فطرت سے بغاوت کرنے والوں کو کبھی راحت و سکون کی زندگی نصیب نہیں ہو سکتی۔

پروفیسر صاحب کا یہ ارشاد بالکل صحیح اور بجا ہے کہ "تعلیم یافتہ خواتین کے لئے مغرب زدگی کی اصطلاح گمراہ کن ہے" لیکن ان کے علم اور اطلاع کے لئے عرض ہے کہ "مغرب زدہ" کی اصطلاح تعلیم یافتہ خواتین کے لئے استعمال نہیں کی جاتی بلکہ ایسے لوگوں

کے لئے استعمال کی جاتی ہے (خواہ وہ مرد ہوں یا عورتیں) جن کی ذہنی ساخت مغربی سانچوں میں ڈھلی ہوئی ہے جو مغربیت کے تقدس پر ایمان رکھتے ہیں جو مغربی رسم و رواج کے مقابلہ میں اسلام اور اسلامی احکام کو نظر حقارت سے دیکھتے ہیں جو اسلامی معاشرے کو بھی مغربیت کے تاریک غار میں دھکیل دینے پر تلے ہوئے ہیں جو اسلامی احکام کی پابندی کو دقیانوسیت سمجھتے ہیں اور جو اسلام کے حدود قیود سے آزادی میں فخر محسوس کرتے ہیں ایسے لوگوں کی تعداد ہمارے یہاں شاید ایک فیصد بھی نہیں ہو گی ان کو اگر "مغرب زدہ" نہ کہا جائے تو فرمایئے اور کس عنوان سے ان کا تشخص ظاہر کیا جائے ان کو تعلیم یافتہ کا برقعہ پہنا کر چھپانے کی کوشش کرنا بھی کوئی مستحسن بات نہیں' اس کے برعکس جو خواتین تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود خدا اور رسولؐ پر غیر متزلزل ایمان رکھتی ہیں اور احکام خداوندی کی تعمیل میں دنیا و آخرت کی سعادت سمجھتی ہیں ان کو مغرب زدگی کا طعنہ کون دے سکتا ہے۔

(ماہنامہ بینات جولائی ۱۹۸۶ء)

www.ahnafmedia.com

فتنوں کے مقابلہ میں

علمأ کی ذمہ داری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی۔ اما بعد :

قرب قیامت کا زمانہ جوں جوں قریب آ رہا ہے اسی نسبت سے تاریکی میں اضافہ ہو رہا ہے اور فتنوں کی یورش بڑھ رہی ہے علما امت 'جو امت محمدیہ (علی صاحبہا الصلوات والتسلیمات) کے طبیب ہیں اور جنہیں "العلما ورثۃ الانبیا" کے تاج کرامت سے مشرف کیا گیا ہے 'ہر چند کہ ان فتنوں کے مقابلہ میں صف آراء ہیں' لیکن ان میں باہمی مشاورت اور اجتماعیت کی کمی محسوس ہو رہی ہے جس کے نتیجہ میں فتنوں کی مقاومت میں ضعف اور سستی نمایاں ہونے لگی ہے اور اہل فتنہ کی جراتوں میں اضافہ ہو رہا ہے ضرورت ہے کہ حضرات علما کرام اس صورت حال میں اصلاح کی طرف متوجہ ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت کی وجہ سے ان پر جو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں ان کو صحیح طور پر ادا کرنے کے لئے نئے عزم اور نئے ولولہ کے ساتھ فتنوں کے مقابلہ میں صف آرا ہوں۔

ان میں سے ایک مرزائیت کا فتنہ ہے چونکہ قادیانیوں کو آئینی طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا گیا ہے' اور رسمی طور پر ان کی تبلیغی سرگرمیوں پر بھی پابندی عائد کردی گئی ہے اس لئے عام طور پر یہ سمجھ لیا گیا کہ قادیانی فتنہ ختم ہو چکا ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ زیر زمین ان کی ارتدادی سرگرمیاں بڑی تیزی سے جاری ہیں اور وہ لوگ مختلف ہتھکنڈوں سے نوجوانوں کا شکار کر رہے ہیں۔

ہماری نئی نسل کو کچھ معلوم نہیں کہ قادیانی کون لوگ ہیں 'ختم نبوت کا مطلب کیا ہے' غلام احمد قادیانی کون ہے؟ اس کے عقائد کیا تھے؟ وغیرہ وغیرہ۔ نئی نسل کی ناواقفیت اور دین سے ان کی بے تعلقی' قادیانیت کی سرگرمیوں کے لئے زمین فراہم کرتی ہے اور وہ چپکے چپکے اپنی ارتدادی مہم کو بڑی مستعدی سے جاری رکھے ہوئے ہیں جب کہ حضرات علما کی طرف سے ان کے معاملہ میں بے فکری کا مظاہرہ ہو رہا ہے اور امت کو قادیانیت کے زہر سے بچنے کا تریاق مہیا نہیں کیا جا رہا ہے۔

ایک عظیم فتنہ عیسائیت کا فروغ ہے۔ کچھ عرصہ پہلے بنگلہ دیش سے اطلاع آئی تھی کہ وہاں بھوک اور افلاس دور کرنے کے بہانے ہزاروں افراد کو عیسائی بنایا گیا ہے اور اس نوعیت کی متواتر خبریں وطن عزیز سے مل رہی ہیں کہ عیسائیوں نے نوجوانوں کی بے روزگاری اور پسماندہ علاقوں میں مسلمانوں کی معاشی پریشانی سے فائدہ اٹھا کر اپنی تبلیغی سرگرمیاں تیز تر کردی ہیں اور سینکڑوں افراد کو مرتد کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ اجتماعی طور پر علمائے کرام کو اس طرف متوجہ ہونے کی ضرورت ہے۔ قادیانی فتنہ ہو یا عیسائی فتنہ 'اب علمی سطح کا فتنہ نہیں رہا بلکہ معاشی فتنہ کی شکل اختیار کر رہا ہے اور اندرون ملک لادینی قوتیں مسلمانوں کو معاشی طور پر مفلوج کر کے ان فتنوں کے لئے میدان ہموار کر رہی ہیں اور بین الاقوامی طاغوتی طاقتیں مسلمان ممالک کو غربت و افلاس کے گڑھے میں دھکیلنے کے لئے باقاعدہ منصوبہ بندی کرتی ہیں۔

ایک اہم ترین فتنہ "قرآن فہمی" کے نام پر برپا کیا جا رہا ہے ایک صاحب محمد شیخ نام نے "انٹرنیشنل اسلامک پراپیگیشن سینٹر" کے نام سے ایک ادارہ قائم کر رکھا ہے اور وہ نوجوانوں کو آزاد قرآن فہمی کی دعوت دے رہا ہے اطلاعات کے مطابق لوگ بڑی کثرت سے اس تحریک میں شامل ہو رہے ہیں اور اس کے درس قرآن کی ویڈیو کیسٹیں جگہ جگہ پھیلائی جا رہی ہیں اس ناکارہ کی فرمائش پر ایک دوست نے کچھ

www.ahnafmedia.com

معلومات فراہم کی ہیں ذیل میں ان کا خط لفظ بہ لفظ نقل کرتا ہوں۔

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب مدظلہ

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ'

چند سالوں سے کراچی میں ایک نیا فتنہ بڑی تیزی سے قرآن اور قرآن کی تشریح کی آڑ میں کام کر رہا ہے۔ لوگوں کو دھوکہ دینے کی خاطر اس تحریک کے بانی و کرتا دھرتا محمد شیخ نے اپنے سینٹر کا نام "انٹرنیشنل اسلامک پروپیگیشن سینٹر" رکھا ہے۔

INTERNATIONAL ISLAMIC

PROPAGATION CENTRE

ان لوگوں کے پروگرامز اکثر و بیشتر ٹریڈ اینڈ فنانس سینٹر شاہراہ فیصل میں ہوتے رہتے ہیں ذیل میں بطور نمونہ اس کے چند عقائد جن کا وہ قرآنی آیات کی آڑ میں پرچار کر رہا ہے' دیئے جاتے ہیں اور آپ سے استدعا ہے کہ ازراہ کرم قرآن و حدیث کی روشنی میں قوم کی رہنمائی فرمائیں کہ لوگ اس فتنے سے آگاہی حاصل کر کے اپنے رہے سے عقائد کا تحفظ کر سکیں۔ آج جب کہ قدم قدم پر نئے نئے فتنے جنم لے رہے ہیں یہ فتنہ بھی بڑا شر انگیز ہے اور لگتا یوں ہے کہ قادیانی اب بجائے خود سامنے آنے کے پس پردہ رہ کر یہود و نصاریٰ کے ساتھ مل کر اس قسم کے لوگوں کو قرآن و سنت کے نام پر آگے بڑھا رہے ہیں۔

یہ فتنہ پرور لوگ (ان کا سربراہ محمد شیخ) پڑھے لکھے طبقے میں کام کر رہا ہے' پہلے ان کا مرکز علامہ اقبال روڈ پی ای سی ایچ ایس میں تھا جب کہ اب ان کا ہیڈ کوارٹر ڈیفنس منتقل ہو چکا ہے اور ایک برانچ آج بھی پی ای سی ایچ ایس کے قبرستان کے پیچھے موجود ہے۔

مختصراً اس کے عقائد یہ ہیں :

۱۔ اللہ قرآن پڑھنے والوں کو خود غیبی مدد سے قرآن کے معنی و مطالب سمجھا دیتا ہے اس لئے قرآن سمجھنے کے لئے کسی ملّا' مولوی' مفسر' مترجم کے پاس جانے یا ان کے تراجم یا تفاسیر پڑھنے یا دیکھنے کی قطعی کوئی ضرورت نہیں۔

۲۔ ان مختلف مترجموں اور مفسروں نے ہی دراصل امت کو غلط معنی و تفسیر کے ذریعے گمراہ کیا ہے۔

۳۔ قرآن کوئی نئی یا جدید کتاب نہیں جو صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئی ہے' بلکہ یہی کتاب یعنی قرآن جوں کی توں پچھلے انبیا کو بھی دی گئی تھی مختلف ناموں سے۔

۴۔ پوری نماز اپنے اوقات' تعداد اور ارکان کے ساتھ قرآن سے ثابت ہے۔ (حدیث و سنت کا سرے سے ذکر ہی نہیں کرتا) حتیٰ کہ بقول اس گمراہ شخص کے نماز جنازہ بھی قرآن سے ثابت ہے اور اس کا طریقہ بھی۔

۵۔ نماز کا موجودہ طریقہ و ہیئت قرآن سے ثابت ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مصلیٰ ابراہیمی کی پیروی کرنے کی تلقین کی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم! اس زمانے کے لوگوں کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھیں' جو کہ خانہ کعبہ میں پڑھتے تھے' اور ان کی نقل کریں اور اس طریقے کو اپنائیں' اور معاذ اللہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان نماز پڑھنے والوں کو دیکھ کر نماز پڑھنا شروع کی اور مسلمانوں کو سکھلائی' یہ مفہوم' یہ بدبخت قرآنی آیت' جس میں مصلیٰ ابراہیم (مقام ابراہیم علیہ السلام) کا ذکر ہے کا معنی و مطلب بیان کرتا ہے۔

۶۔ بقول محمد شیخ' منکر حدیث و سنت اور محرف قرآن' کتاب اللہ (قرآن) میں جہاں جہاں بھی اصنام اور اصنام پرستی کا ذکر ہے' اس کا دراصل معنی خواہشات نفس کی پیروی ہے' اس کا کہنا ہے کہ قرآن میں جن بتوں کا ذکر ہے وہ پتھر' مٹی یا کسی بھی مادی

www.ahnafmedia.com

شے سے بنائے یا تراشے ہوئے نہ تھے۔ یہ بت جن کا اللہ نے ذکر کیا ہے کوئی مادی بت نہ تھے بلکہ یہ دراصل مختلف زمانوں کے لوگوں نے اپنے ذہنوں میں اپنی خواہشات کے مطابق اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی کرنے کے لئے اپنی خواہشات کو مختلف نام دے رکھے تھے۔ لات و عزیٰ وغیرہ ان کے ذہنی و نفسانی بتوں کے نام ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بتوں کو مسمار کرنے کے واقعے کو بھی اس شخص نے بائبل کا قصہ اور عیسائیوں کا عقیدہ بنا دیا اور اس کا کہنا ہے کہ اس واقعے کا مطلب یہ نہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے واقعۃً کلہاڑے سے کوئی مادی بتوں کو توڑا تھا اگر مسلمان یہ سمجھتے ہیں تو یہ عیسائی عقیدہ ہے۔ اور عیسائیوں کی بائبل کا عقیدہ ہے بلکہ صحیح قرآنی مفہوم یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے لوگوں کے ذہن و قلب سے ان کے غلط خیالات کو نکال دیا تھا۔

۸۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع، حیات اور نزول ثانی کا منکر ہے۔

مندرجہ بالا چند عقائد جن کی یہ شخص تبلیغ و نشر و اشاعت کر رہا ہے بطور نمونے کے ہیں۔ جب کہ اور بے شمار عقائد و نظریات اور قرآن میں تحریفات کی مثالیں اس کی ویڈیوز (Videos) میں دیکھی اور سنی جاسکتی ہیں۔

حضرت والا! آج جب کہ نوجوان نسل گمراہی کی دلدل میں تقریباً گردن تک دھنس چکی ہے اور ہمارا پڑھا لکھا طبقہ جو نہ صرف حکومت کرتا ہے بلکہ اس گھرانے اور اسی طبقہ کے لوگ "فوج" بیوروکریسی اور سول سروس میں جاتے ہیں اور اس ملک اور اس قوم پر حکمرانی کرتے ہیں، وہ آج ان قوتوں کے جو نیو ورلڈ آرڈر کا، دنیا بالخصوص اسلامی ممالک اور خاص طور پر پاکستان میں نفاذ چاہتے ہیں، کے خاص نشانہ ہیں اور یہ لوگ یہ فتنے مسلمانوں کو آپس میں دست و گریباں کر کے علما کرام کو ایک دوسرے کی توپوں کے دہانوں کے سامنے کھڑا کر کے، فروعی اختلافات کو ہوا دے کر، مختلف جعلی ناموں

اور تنظیموں کے ذریعے علما کو اختلافات میں الجھا کر اپنا کام بڑی تیزی سے کر رہے ہیں۔

آج بدقسمتی و بدبختی سے خیر کی قوتیں (دینی جماعتیں) منتشر اور آپس میں دست بہ گریباں ہیں جب کہ شر کی تمام قوتیں تمام تر اختلافات کے باوجود مل کر ایک مضبوط طاقت بنی ہوئی ہیں اور خیر کو نیست و نابود کرنے کے لئے کوشاں ہیں۔ بڑی حد تک کامیاب بھی ہو چکی ہیں، لیکن ہم دین کی خیرخواہی کے لئے کڑھنے والے اور دعوے کرنے والے اب تک بدقسمتی سے اپنے چھوٹے چھوٹے اختلافات کو بھی پس پشت ڈال کر اللہ اور اس کے رسول آخر صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کی خاطر ایک اور متحد ہونے کو اپنی آن کا، اپنی ناک کا مسئلہ بنائے ہوئے ہیں۔ نہ جانے ہماری آنکھیں کب کھلیں گی، آج ہم مسجد اقصیٰ بھول گئے، لگتا ہے کہ مسلمانوں کا اس سے کوئی کبھی تعلق ہی نہ تھا، بابری مسجد کی شہادت ہمارے اذہان سے محو ہو گئی، کل کہیں خدانخواستہ ہم یہ بھی نہ بھول جائیں کہ ہم اور ہمارے باپ دادا رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی اور نام لیوا تھے۔ اللہ قادر مطلق پوری امت کو اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ (آمین یارب العالمین)۔

آج فتنوں کے اس دور میں آپ کی رہنمائی کی ضرورت قوم کو بالخصوص نوجوان نسل کو پہلے سے کہیں زیادہ ہے، یہ خط لکھنے کا مقصد بھی یہی ہے کہ آپ اپنے افکار عالیہ کے ذریعے قوم کی قرآن و سنت کی روشنی میں مدد و رہنمائی فرمائیں اور اس طبقے کو بھی پیش نظر رکھیں جو اپنے بچوں کو دنیاوی ترقی کی خاطر انگریزی اور کانونٹ اسکولوں میں پڑھاتے ہیں، جہاں ان کا دین تو سلب ہو جاتا ہے، لیکن انگریزی بولنی آجاتی ہے۔ آپ کے قیمتی وقت اور آپ کی بے انتہا مصروفیات کے پیش نظر اس خط کو ختم کرتے ہوئے آپ سے خصوصی دعاؤں کا خواستگار ہوں۔

ابوبلال جامی کراچی ۲۶ اپریل ۱۹۹۶ء

www.ahnafmedia.com

حضرات علمائے کرام پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ان تمام قدیم و جدید فتنوں پر نظر رکھیں، ہر سطح پر ان کا مقابلہ کریں اور امت کی پاسبانی کا جو فریضہ ان پر عائد کیا گیا ہے اس سے عہدہ برا ہونے کی ہر ممکن کوشش کریں۔ "معذرۃ الی ربکم و لعلھم یرجعون الایہ" تاکہ مندرجہ ذیل بشارت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا مصداق بنیں:

عن عبدالرحمٰن بن العلاء الحضرمی قال حدثنی من سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول انہ سیکون فی آخر ھذہ الامۃ قوم لھم مثل اجرا ولھم یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر ویقاتلون اہل الفتن۔

(رواہ البیہقی فی دلائل النبوۃ (مشکوۃ ص ۴۸۵)

ترجمہ: "عبدالرحمٰن بن علاء الحضرمی کہتے ہیں کہ مجھ سے یہ حدیث ان صاحب نے بیان کی جس نے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "اس امت کے آخر میں کچھ حضرات ہوں گے جن کو پہلوں جیسا اجر ملے گا، یہ حضرات معروف کا حکم کریں گے، اور منکر سے منع کریں گے اور اہل فتن کا مقابلہ کریں گے"۔

حق تعالیٰ شانہ غیب سے اس امت کی حفاظت کا سامان فرمائیں، اور علما حقانی، علمائے ربانی کو تمام اہل فتنہ کے مقابلہ کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

صحت و مرض ... دو نعمتیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ : اما بعد،

بعض اوقات معمولی سا واقعہ بھی آدمی کے لیے بڑا عبرت آموز ثابت ہوتا ہے۔ راقم الحروف کی سستی یا مصروفیت کی وجہ سے بینات کی تیاری میں ہمیشہ تاخیر ہو جاتی ہے چنانچہ ذیقعدہ کا پرچہ ذیقعدہ کی ابتدائی تاریخوں میں پریس جا سکا۔ میں نے اپنے رفقاء سے کہا کہ ذوالحجہ کا پرچہ بھی اس کے ساتھ ہی ہفتہ عشرہ میں تیار کر لیا جائے، اور اس وقت تک دوسری مصروفیات موقوف رکھی جائیں۔ تاکہ تاخیر کا سلسلہ ختم ہو جائے یہ غالباً ۲ ذیقعدہ جمعرات کا قصہ ہے، ۳ ذیقعدہ کو جمعہ کا غسل کرتے ہوئے مجھے دائیں کان کے نیچے خفیف سے درد اور معمولی سی گلٹی کا احساس ہوا جیسے کہ چیونٹی نے کاٹا ہو، دور دور تک بھی اس کا خیال نہیں تھا کہ یہ کسی ابتلا کی گھنٹی اور کسی شدید مرض کا پیش خیمہ ہے، جمعہ پڑھا۔ جمعہ کے بعد حسب معمول کھانا کھایا اور ذرا سا آرام کیا قبیل عصر بدن میں حرارت سی محسوس ہونے لگی اور بدن میں کسل کی سی کیفیت پیدا ہو گئی، جی چاہا کہ آج مجلس ذکر میں شرکت نہ کروں، لیکن اس طبعی تقاضے کی پروا نہیں کی۔ وضو سے فارغ ہو کر حسب معمول مجلس ذکر میں شرکت کے لیے مدرسہ چلا گیا، وہاں سے قبیل مغرب مسجد "الاخوان" پہنچا (جمعہ کے دن مغرب کے بعد وہاں قرآن مجید کے درس کا معمول ہے) درس سے فارغ ہو کر گاڑی تک نہیں پہنچا

www.ahnafmedia.com

تھا کہ شدید کپکپی شروع ہو گئی۔ گاڑی کے شیشے بند کروائے اور مشکل سے گھر پہنچا۔ کپکپی کے ساتھ کڑاکے کا بخار شروع ہوا کان کے نیچے جہاں درد کا احساس ہوا تھا وہاں ورم بڑھنے لگا یہاں تک کہ دو تین دن میں ورم سے ساری گردن اکڑ گئی کان پر بڑے بڑے چھالے پڑ گئے اور ان سے پانی رسنے لگا ان میں ایسی زہریلی سوزش اور جلن تھی کہ کسی کروٹ لیٹنا مشکل ہو گیا ادھر بخار ایک سو چار پانچ کے درمیان رہا۔ ایسا لگتا تھا گویا تنور میں جل رہا ہوں کرب و بے چینی کی ایسی کیفیت رہی کہ بس لطف ہی آ گیا۔ ڈاکٹر صاحبان بخار اتارنے کے لئے دوائیں دیتے۔ ان سے اتنا پسینہ آتا کہ دن رات میں تین چار مرتبہ بھیگے ہوئے کپڑے تبدیل کیے جاتے مگر بخار کی شدت میں کمی نہ آتی مسلسل کئی راتیں ایسی گزریں کہ آنکھ نہ لگ سکی اس طرح پندرہ دن صاحب فراش رہا اور بیماری کی وجہ سے بدن کی تمام قوتیں ساقط ہو گئیں۔ حق تعالیٰ شانہ کا لاکھ شکر ہے کہ اس مالک نے اپنے لطف و احسان سے حیات نو بخشی اور صحت و شفا فرمائی۔

بظاہر یہ ایک معمولی سا واقعہ ہے' اس قسم کے حوادث انسان کے لیے لازمہ حیات ہیں' نہ اتنی اہمیت کے حامل ہیں کہ ان کا تذکرہ کیا جائے اور نہ ان کے اسباب و علل تلاش کرنے یا ان سے نتائج اخذ کرنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے لیکن یہ ناکارہ اس معمولی حادثہ سے جس طرح جسمانی اعتبار سے غیر معمولی طور پر متاثر ہوا' اس طرح ذہن و فکر نے بھی اس سے غیر معمولی تاثر لیا اس لیے جی چاہا کہ آج کی صحبت میں اسی سلسلہ کے چند تاثرات قارئین کرام کی خدمت میں پیش کیے جائیں۔

اگرچہ صحت حق تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے' چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

نعمتان مغبون فیهما کثیر من الناس الصحة والفراغ۔ (رواہ البخاری عن ابن عباسؓ مشکوٰۃ ص ۴۳۹)

ترجمہ: "دو نعمتیں ایسی ہیں جن میں بہت سے لوگ خسارے میں ہیں۔ یعنی صحت اور فراغت"۔

اور ان دو نعمتوں میں لوگوں کے خسارے میں ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اول تو یہ دو نعمتیں بیک وقت مشکل سے جمع ہوتی ہیں بہت سے لوگوں کو اگر صحت و تندرستی نصیب ہے تو فرصت میسر نہیں اور بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ وہ فارغ ہیں مگر تندرست نہیں' اور اگر یہ دونوں نعمتیں کسی کو میسر بھی آ جائیں تو ان کی قدر شناسی میں لوگ کوتاہی کرتے ہیں اور ان انمول نعمتوں کو لغویات میں اکثر و بیشتر ضائع کر دیتے ہیں۔

لیکن بیماری بھی حق تعالیٰ شانہ کی ایک بہت بڑی نعمت ہے' احادیث میں امراض اور تکالیف و مصائب کے بڑے فضائل ذکر کئے گئے ہیں بیماری بدن کی زکوٰۃ ہے' اس سے آدمی کے گناہ جھڑتے ہیں۔ بدن پاک و صاف ہو جاتا ہے' درجات بلند ہوتے ہیں اور مومن کو آئندہ کے لئے نصیحت و عبرت ہو جاتی ہے۔ ترمذی شریف کی روایت ہے:

تودا هل العافية يوم القيامة حين يعطى اهل البلاء الثواب لو ان جلودهم كانت قرضت فى الدنيا بالمقاريض۔ (مشکوٰۃ عن جابر ص ۱۳۷)

ترجمہ: "قیامت کے دن جب اہل مصائب کو اجر و ثواب عطا کیا جائے گا تو اہل عافیت اس کو دیکھ کر یہ تمنا کریں گے کہ کاش ان کے بدن دنیا میں قینچیوں سے کاٹ دیئے گئے ہوتے (اور یہ ثواب ان کو مل جاتا)"۔

www.ahnafmedia.com

بیماری میں انسان پر اپنے ضعف و عجز اور درماندگی کی حقیقت منکشف ہوتی ہے چنانچہ اس ناکارہ کو سب سے پہلے تو اس مرض سے آدمی کے ضعف اور اس کی کمزوری اور لاچاری و بے بسی کا شدت سے احساس ہوا۔ آدمی کو اپنی قوت و طاقت اپنی لیاقت و صلاحیت اور اپنی ہنرمندی و ہمہ دانی پر بڑا اعتماد ہے اور وہ اپنی زندگی کی تگ و دو اور اس کے آثار و نتائج بڑے زور سے اپنی طرف منسوب کرنے کا عادی ہے اگر اس کے وجود سے کوئی اچھا کارنامہ ظہور پذیر ہوتا ہے تو وہ اپنی نادانی و خام فکری کی وجہ سے عجب و پندار میں مبتلا ہو جاتا ہے اور بعض دفعہ حماقت کی اس حد کو پہنچ جاتا ہے کہ اپنے تئیں تقدیر کا خالق سمجھنے لگتا ہے حالانکہ اس کے ضعف و کمزوری کا یہ عالم ہے کہ ایک چیونٹی جو اللہ تعالیٰ کے لشکروں میں کمزور سی مخلوق ہے اسے بستر پر ڈھیر کر دینے کے لئے کافی ہے۔ اور ایک مچھر، جو اپنی کمزوری میں ضرب المثل ہے اس کے نمرودی دعووں کا علاج کرنے کے لئے بہت ہے۔

وخلق الانسان ضعیفا۔

آدمی اکثر یہ بھول جاتا ہے کہ اس کی قوت و طاقت اور لیاقت و صلاحیت اس کی خانہ زاد نہیں بلکہ بغیر کسی استحقاق کے مالک کا عطیہ ہے وہ جس طرح عطا کرنے پر قادر ہے۔ اسی طرح اسے سلب بھی کر سکتا ہے۔ پھر انسان کی قوتوں اور صلاحیتوں کا استعمال بھی حق تعالیٰ شانہ کے لطف و توفیق پر موقوف ہے۔ اس کے وجود سے جو اعمال خیر صادر ہوتے ہیں۔ یہ اس کا اپنا کمال نہیں بلکہ محض کریم آقا کے فضل و احسان اور لطف و کرم کا کرشمہ ہے۔

کار زلف تست مشک افشانی اما عاشقاں
مصلحت را تہمتے بر آہوئے چیں بستہ اند

توفیق الٰہی ایک لمحہ کے لئے بھی اس سے دستکش ہو جائے تو یہ ایک قدم بھی آگے نہیں چل سکتا۔۔۔ جس طرح کسی کارخانے کی پوری مشینری برقی رو کے بغیر معطل رہتی ہے۔ اسی طرح انسان کی ساری صلاحیتیں، توفیق و لطف الٰہی کے بغیر معطل اور بے کار محض ہیں۔

پھر انسان کا وجود اور اس کی جسمانی و روحانی تمام صلاحیتیں اور قوتیں ہر آن حق تعالیٰ کی حفاظت و نگرانی کی محتاج ہیں۔ ایک لمحہ کے لئے اپنی حفاظت اس سے اٹھا لیں تو نہ اس کا وجود باقی رہ سکتا ہے، نہ یہ اپنی کسی صلاحیت کی حفاظت کر سکتا ہے۔ اس کے ضعف و عجز کا یہ عالم ہے کہ یہ ننھی سی چیونٹی اور کسی کیڑے پتنگے سے بھی اپنی حفاظت نہیں کر سکتا۔ قرآن کریم میں ہے :

قل من یکلؤکم باللیل والنہار من الرحمٰن۔

(انبیاء ۴۲)

ترجمہ :"تو کہہ کون نگہبانی کرتا ہے، تمہاری رات میں اور دن میں رحمٰن سے"۔

(ترجمہ حضرت شیخ الہندؒ)

الغرض آدمی اپنی ذات میں ہیچ در ہیچ اور محض تودۂ خاک ہے۔ اس کے پاس جو کچھ ہے مالک کا عطیہ ہے۔ یہ جس طرح اپنے وجود میں محتاج ہے، اسی طرح اپنی بقاو حفاظت اور اپنے ظاہری و باطنی قویٰ کے استعمال میں بھی سراپا احتیاج ہے۔ آدمی کے تمام اوصاف عارضی ہیں کہ ایک وقت میں ہوتے ہیں اور دوسرے وقت میں نہیں ہوتے، لیکن عجز و درماندگی اور ضعف و بے چارگی اس کا ایسا وصف لازم ہے جو ایک لمحہ کے لئے بھی اس سے جدا نہیں ہوتا ——یہ مضمون اگرچہ ہر مسلمان کے عقیدے میں داخل ہے، لیکن یہ بھی واقعہ ہے کہ اکثر و بیشتر اس کا استحضار نہیں رہتا۔

www.ahnafmedia.com

اس بیماری میں جو پندرہ روزہ "خلوت" نصیب ہوئی۔ الحمدللہ اس میں اس حقیقت کا خوب خوب استحضار ہوا۔

ہمارے حضرت عارف باللہ ڈاکٹر عبدالحئی صاحب عارفی نوراللہ مرقدہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اپنے اعمال کو اپنی طرف منسوب کرو گے تو ٹھوکریں کھاؤ گے، اگر ان میں اچھائی نظر آئے گی تو عجب و خودپسندی کے مرض میں مبتلا ہو جاؤ گے اور اگر ان میں نقائص نظر آئیں گے تو یاس و ناامیدی کا شکار ہو کر ہمت ہار بیٹھو گے کہ ہم سے ٹھیک طرح بن نہیں پڑتا۔ فرماتے تھے اپنے اعمال کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرو، ان کا عطیہ اور ان کا فضل و احسان سمجھو۔ اس سے نہ خودستائی پیدا ہو گی اور نہ مایوسی، کسی کمال پر نظر جائے گی تو فوراً شکر کرو گے اللھم لک الحمد ولک الشکر کہ آپ نے گراں قدر عطیہ عنایت فرمایا اور اگر اپنے عمل میں نقص نظر آئے گا، تب بھی اسے مالک کا عطیہ سمجھ کر اسکی قدر کرو گے۔

بلا بودے اگر ایں ہم نہ بودے

قرآن کریم میں ارشاد ہے:

"وان تعدوا نعمة اللہ لا تحصوھا ان الانسان لظلوم کفار"۔ (ابراہیم/۳۴)

ترجمہ: "اور اگر گنو احسان اللہ کے نہ پورے کر سکو بیشک آدمی بڑا بے انصاف ہے، ناشکرا"۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں، "یعنی خدا کی نعمتیں اتنی بے شمار بلکہ غیر متناہی ہیں۔ کہ اگر تم سب مل کر اجمالاً ہی گنتی شروع کرو تو تھک کر اور عاجز ہو کر بیٹھ جاؤ" اور دوسرے فقرہ کی شرح میں لکھتے ہیں، "یعنی

جنس انسان میں بہتیرے بے انصاف اور ناسپاس ہیں جو اتنے بے شمار احسانات دیکھ کر بھی منعم حقیقی کا حق نہیں پہچانتے"۔ اس بیماری میں اس حقیقت کا بھی شدت سے احساس ہوا کہ ہم لوگ ادائے شکر میں کتنے مقصر ہیں۔ حق تعالیٰ شانہ کی کسی ایک نعمت کا شکر بھی ہم سے ممکن نہیں۔ یہی ایک عافیت کی نعمت ہے جس کی وسعت کا احاطہ کرنے سے ہم قاصر ہیں اور اس کی سینکڑوں انواع و اقسام میں بیشتر وہ ہیں جن کی طرف کبھی التفات بھی نہیں ہوتا اور نہ کبھی یہ خیال آتا ہے کہ ان پر بھی شکر واجب ہے۔ اسی طرح ہر آن اور ہر لمحہ انسان حق تعالیٰ شانہ کی بے شمار نعمتوں میں غرق ہے، بہت سے انعامات الٰہیہ پر آدمی کی نظر جاتی ہے اور ان پر جیسا کیسا شکر بھی کر لیتا ہے۔ لیکن لاکھوں کروڑوں نعمتیں انسان کے حیطہ ادراک ہی سے باہر ہیں۔ یہ مسکین ان پر کیا شکر کرے گا؟ انسانی وجود کی مشینری کا ایک ایک پرزہ کیا اس لائق نہیں کہ اس پر مستقل شکر کیا جائے؟ مگر ہم میں سے کون ہے جس کو کسی ایک عضو کی سلامتی و عافیت پر بھی دائمی شکر کی نوبت آئی ہو۔ اس سے جہان بھر میں (بلکہ دونوں جہان میں) پھیلی ہوئی بے شمار نعمتوں کو قیاس کیا جا سکتا ہے۔

دن کی نسبت رات کے وقت مرض کی شدت و تکلیف میں عموماً اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس کی وجہ شاید یہ ہو کہ دن کی چہل پہل میں مریض کی توجہ دوسری چیزوں میں بٹی رہتی ہے اور مرض کی طرف التفات کم ہو جاتا ہے لیکن رات کی تاریکی و تنہائی میں سناٹے کا عالم ہوتا ہے اور مریض کی تمام توجہ سمٹ کر مرض اور تکلیف پر مرکوز ہو جاتی ہے۔ اس لئے تکلیف کا احساس بڑھ جاتا ہے۔ اور یہ وجہ بھی ہو سکتی ہے کہ رات، راحت و آرام کا وقت ہے۔ اس لئے طبیعت رات کے وقت راحت و آرام کا تقاضا کرتی ہے اور بیماری اس سے مانع آتی ہے۔ اس تزاحم سے تکلیف دو چند ہو جاتی ہے۔ مثلاً ایک شخص تندرست ہے، اسے کوئی تکلیف نہیں، وہ سونا چاہتا ہے لیکن

www.ahnafmedia.com

کوئی شخص اسے سونے نہیں دیتا' اور مسلسل کئی راتیں اسی طرح گزر جاتی ہیں' اگرچہ یہ شخص بیمار نہیں' کسی دکھ درد میں مبتلا نہیں۔ لیکن راحت و آرام سے محرومی ہی اس کے لئے بہت بڑا عذاب ہے۔ اب اگر دکھ درد اور تکلیف کے ساتھ راحت و آرام سے محرومی کا عذاب بھی جمع ہو جائے تو ظاہر ہے کہ اس سے مریض کی تکلیف میں مزید اضافہ ہوگا ـــــ الغرض مریض کو رات کی آمد کا تصور ہی بے چین کئے دیتا ہے کہ یا اللہ! رات کیسے گزرے گی ؟

مجھے رات کے سناٹے میں جس چیز کا سب سے زیادہ احساس ہوتا اور جو میرے ضعف و نقاہت اور کرب و بے چینی میں مزید اضافہ کا سبب بنتی وہ یہ تھی کہ یہ اپنا وہی مانوس مکان ہے' جس میں برسوں سے رہتے آئے ہیں' وہی مانوس بستر ہے' جس پر ہمیشہ آرام کرتے ہیں' علاج کے لئے معالج موجود ہے' تیماردار موجود ہیں' دوائیں موجود ہیں' غذائیں موجود ہیں' خدمت کے لئے آدمی موجود ہیں' صرف رات کا سناٹا اور اس کی تاریکی و تنہائی مرض کی شدت میں اضافہ کر رہی ہے۔ قبر کے سناٹے اور اس کی تاریکی و تنہائی میں وحشت و بے قراری کا کیا عالم ہوگا جب کہ وہ جہان بھی غیر مانوس ہے اور مکان بھی' خاک کے اس بستر پر بھی اس سے پہلے کبھی لیٹنے کی نوبت نہیں آئی۔ وہاں نہ کوئی تیماردار اور پرسان حال ہوگا نہ مونس و غم خوار ـــــ جب رات کی تاریکی و تنہائی اس قدر بے چین کئے دیتی ہے تو بند قبر کی تنہائی و تاریکی اور وہاں کی وحشت کیسے برداشت ہوگی اور (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) وہاں کوئی تکلیف ہوئی تو اس کا کیا مداوا ہوگا؟

نہایت بے چینی کے ساتھ بار بار اللھم آنس وحشتی فی قبری الخ۔ والی دعا زبان پر آتی تھی۔ اسی کے ساتھ بڑی شدت کے ساتھ یہ احساس بھی ابھرتا کہ قبر میں کام دینے والی چیز تو انس مع اللہ ہے جس شخص کو انس مع اللہ کی دولت حاصل ہو

اسے کسی جگہ اور کسی حالت میں وحشت نہیں' مگر ہم نے مخلوق سے دل لگایا' اور اسی کے ساتھ مانوس ہوئے۔ اگر مخلوق سے وحشت ہوتی' اور حق تعالیٰ شانہ کی یاد مونس و غمخوار ہوتی تو قبر کی وحشت کا اندیشہ نہ ہوتا۔ بہرحال مریض کے لئے رات کی وحشت بڑی عبرت کی چیز ہے' جو قبر کی وحشت کو یاد دلاتی ہے۔

مرض' موت کی دہلیز ہے۔ مریض جب بحرانی کیفیت سے دوچار ہو تو اس کو ایک معمولی جھٹکا بھی موت کی آغوش میں پہنچانے کے لئے کافی ہے۔ ہمارے یہاں مایوسی کی حالت کو "موت و حیات کی کشمکش" کہنے کا غلط محاورہ رائج ہے۔ حالانکہ موت و حیات میں کبھی کشمکش نہیں ہوتی۔ موت اپنے مقررہ وقت پر آکر زندگی کا دفعۃً خاتمہ کر دیتی ہے' البتہ اس کو امید و بیم اور خوف و رجا کی کشمکش کہنا چاہئے۔ یہ خیال بھی بڑی قوت کے ساتھ مسلط رہا کہ اگر اللہ تعالیٰ مرض کی شدت میں ذرا سا اضافہ کر دیں تو یہ بیماری جان لیوا ثابت ہو سکتی ہے۔ موت کے بعد میرے گرد و پیش کی یہ چیزیں یہ دوست احباب یہ عزیز و اقارب یہ بیوی بچے اور یہ سارا پھیلا ہوا جہان میرے کس کام کا ہے؟ میرے لئے تو آخرت اور صرف آخرت ہے' اور وہ اعمال ہیں جو صرف آخرت کے لئے کئے گئے ہوں' دنیا اور وہ سارے دھندے جو صرف دنیا کے لئے کئے جاتے ہیں محض لغو اور باطل ہیں' ان میں مشغول ہو کر آخرت کو بھول جانا کتنی بڑی نادانی اور حماقت ہے۔ افسوس کہ ہم میں سے اکثر لوگ جیتے جی اسی حماقت میں مبتلا رہتے ہیں۔

انسان بڑا زود فراموش ہے' قرآن کریم میں بھی اس کی زود فراموشی کی شکایت کی گئی ہے :

www.ahnafmedia.com

واذا مس الانسان الضر دعانا لجنبه اوقاعدا او
قائما فلما كشفنا عنه ضره مركان لم يدعنا الى
ضرمسه كذالك زين للمسرفين ما كانوا يعملون۔

(یونس ر ۱۲)

ترجمہ :"اور جب پہنچے انسان کو تکلیف پکارے ہم کو پڑا ہوا یا بیٹھا ہوا یا کھڑا ہوا پھر جب ہم کھول دیں اس سے وہ تکلیف چلا جائے گویا کبھی نہ پکارا تھا ہم کو تکلیف پہنچنے پر' اسی طرح پسند آیا ہے بے باک لوگوں کو جو کچھ کر رہے ہیں"۔

(ترجمہ حضرت شیخ الہندؒ)

شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں :

" یعنی انسان اول بے باکی سے خود عذاب طلب کرتا ہے اور برائی اپنی زبان سے مانگتا ہے' مگر کمزور اور بودا اتنا ہے کہ جہاں ذرا تکلیف پہنچی گھبرا کر ہمیں پکارنا شروع کر دیا۔ جب تک مصیبت رہی کھڑے' بیٹھے' لیٹے ہر حالت میں خدا کو پکارتا رہا۔ پھر جہاں تکلیف ہٹائی گئی سب کہا سنا بھول گیا۔ گویا خدا سے کوئی واسطہ نہ تھا وہی غرور و غفلت کا نشہ' وہی اکڑفوں رہ گئی جس میں پہلے مبتلا تھا"۔

حدیث میں ہے کہ "تو خدا کو اپنے عیش و آرام میں یاد رکھ' خدا تجھ کو تیری سختی و مصیبت میں یاد رکھے گا" مومن کی شان یہ ہے کہ کسی وقت خدا کو نہ بھولے' سختی پر صبر اور فراخی پر خدا کا شکر ادا کرتا رہے۔ یہی وہ چیز ہے جس کی توفیق مومن کے سوا کسی کو نہیں ملتی۔

ہم میں سے اکثر لوگوں کو یہ صورت پیش آئی ہوگی کہ سختی اور بیماری کے

دوران اللہ تعالیٰ کو خوب پکارتے تھے' منتیں مانتے تھے' اللہ تعالیٰ سے عہد باندھتے تھے' اور اپنی روش بدلنے کے وعدے کرتے تھے۔ لیکن جونہی تکلیف دور ہوئی سب وعدے وعید بھول گئے اور زندگی کی روش میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔

راقم الحروف محسوس کرتا ہے کہ مرض کے دوران دعا' التجا' انابت الی اللہ اور آخرت کے استحضار کی جو کیفیت تھی اور جس کی لذت سے دل و دماغ ابھی تک شادکام ہیں' صحت کے بعد وہ کیفیت نہیں رہی۔ ایسا محسوس ہوتا ہے گویا وصال کے بعد فراق اور حضوری کے بعد غیبت میں ڈال دیا گیا ہو۔ اس پر رنج و صدمہ ہوتا ہے۔ لیکن یہ "یک گونہ غفلت" بھی حق تعالیٰ شانہ کی بڑی نعمت ہے' کیونکہ دوام استحضار ہم ضعفاء کے تحمل سے باہر ہے ورنہ زندگی کے مشاغل میں خلل واقع ہو جائے' لیکن ایسی غفلت کہ آدمی اپنی حالت کو بالکل بھول جائے۔ اور صحت و عافیت کے حصول کے بعد شکر کے بجائے کفران نعمت کا راستہ اختیار کر لے اور اپنی سابقہ خرمستیوں میں پھر مشغول ہو جائے' یہ حالت مذموم ہے۔ جس کی شکایت قرآن کریم میں کی گئی ہے حق تعالیٰ شانہ' حجابات غفلت کو دور فرمائیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کو خبر پہنچی کہ ان کے فلاں بھائی کا انتقال ہو گیا ہے۔ بعد میں اطلاع آئی کہ وہ خبر غلط تھی وہ ماشاء اللہ زندہ سلامت ہیں۔ اس پر حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے ان کو خط لکھا کہ "اگرچہ پہلی خبر غلط تھی' تاہم تم کو یہی سمجھنا چاہئے کہ حق تعالیٰ شانہ نے مرنے کے بعد تمہیں دوبارہ بھیج دیا ہے' تاکہ تم پہلی زندگی کی تلافی کر سکو۔ اس لئے تم کو لازم ہے کہ حیات نو کے ایک ایک لمحہ کو غنیمت سمجھو اور اسے فضولیات میں ضائع نہ کرو"۔

اسی طرح شدید مرض سے صحت کے بعد آدمی کو یہی سمجھنا چاہئے کہ میں تو مر گیا تھا۔ مگر حق تعالیٰ شانہ نے محض اپنے فضل و عنایت سے مجھے حیات نو عطا فرما کر

www.ahnafmedia.com

دنیا میں دوبارہ بھیج دیا۔ اور ان لمحات زندگی کو زیادہ سے زیادہ قیمتی بنانے کی فکر میں لگ جانا چاہئے۔

اللھم وفقنا لما تحب و ترضا من القول والفعل والعمل والھدی انک علی کل شیئ قدیر' وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ صفوۃ البریۃ سیدنا محمد و آلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین۔

(بینات ذوالحج ۱۴۰۶ھ)

شامتِ اعمال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ : اما بعد'

حق تعالیٰ شانہ نے انسان کی سعادت و شقاوت کو اس کے اعمال سے وابستہ فرمایا ہے' ہر عمل پر اس کے مناسب رد عمل کا ظہور ہوتا ہے۔ بندوں کے جس قسم کے اعمال آسمان پر جائیں گے' انہی کے مناسب ان کے حق میں آسمان سے فیصلے صادر ہوں گے۔ اعمال خیر پر خیر کے فیصلے آئیں گے' اور اعمال شر پر دوسری نوعیت کے فیصلے ہوں گے۔ انفرادی اعمال پر افراد کے بارے میں شخصی فیصلے ہوں گے۔ اور اجتماعی اعمال پر مجموعی طور پر قوم یا طبقہ کے بارے میں فیصلے ہوں گے۔

اعمال کے ثمرات و نتائج دنیا میں بھی رونما ہوتے ہیں' اور آخرت میں بھی ہوں گے۔ اچھے اعمال پر جس طرح اخروی سعادت مرتب ہوتی ہے اسی طرح دنیا میں سعادت و کامرانی نصیب ہوتی ہے اور گندے اعمال پر آخرت کی شقاوت و خسران کے ساتھ ساتھ دنیا میں بھی عذاب کی شکلیں نمودار ہوتی ہیں۔ نیک و بد اعمال کے پورے نتائج کا ظہور تو آخرت میں ہوگا۔ کیونکہ کامل جزاو سزا کے لئے قیامت کا دن تجویز فرمایا گیا ہے۔ لیکن بطور نمونہ کچھ نتائج' یا کم سے کم ان نتائج کی ہلکی سی جھلک' دنیا میں بھی رونما ہوتی ہے تاکہ معاملہ یکسر ادھار پر نہ رہے' بلکہ کچھ تھوڑا سا نقد بھی دے دیا جائے۔

www.ahnafmedia.com

ہمارے یہاں جزاو سزا کے تصور میں دو غلطیاں بہت عام ہو گئی ہیں۔ قریباً سب ہی عوام و خواص الّاماشاءاللہ۔ ان میں مبتلا نظر آتے ہیں۔ ایک یہ کہ اچھے برے اعمال کے نتائج قیامت میں ظاہر ہوں گے۔ اسی وقت جزاو سزا بھی ہو گی۔ ہماری اس دنیوی زندگی کو نیک و بد اعمال کی جزاو سزا سے کوئی تعلق نہیں۔ اس زندگی میں نیک و بد اعمال پر کوئی نتیجہ مرتب نہیں ہوتا۔ نہ یہاں کسی کو اپنے کئے کی جزا یا سزا ملتی ہے۔

دوم یہ کہ آخرت کی جزاو سزا پر اگرچہ ایمان ہے' لیکن خواہشات کے غلبہ و تسلط' غفلت آمیز ماحول کی تاریکی اور دنیوی لذّات کی حلاوت و شیرینی نے آخرت کی جزاو سزا کے تصور کو بہت ہی دھندلا اور مضمحل کر دیا ہے اس کا استحضار ہی نہیں رہتا کہ جو اعمال ہم اپنے نامۂ عمل میں درج کرا رہے ہیں قیامت کے دن ان کے ایک ایک ذرہ کا حساب بھی دینا ہو گا۔

"فمن یعمل مثقال ذرة خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرة شرا یرہ" (الزلزال ۷-۸)

ترجمہ: "سو جو شخص (دنیا میں) ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ (وہاں) اس کو دیکھ لے گا' اور جو شخص ذرہ برابر بدی کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا۔" (ترجمہ حضرت تھانوی)

اور جن گناہوں کا بوجھ ہم آج لاد رہے ہیں کل اسے خود اپنی ناتواں کمر پر اٹھانا ہو گا:

وھم یحملون اوزارھم علی ظھورھم الا ساء ما یزرون۔ (الانعام ۳۱)

ترجمہ: "اور حالت ان کی یہ ہو گی کہ وہ اپنے بار اپنی کمر پر لادے ہوں گے خوب سن لو کہ بری ہو گی وہ چیز جس کو لادیں گے۔"

(ترجمہ حضرت تھانوی)

ہمارے طرز زندگی سے ایسا لگتا ہے کہ آخرت کی جزاو سزا کا ہمارے دنیوی اعمال سے کوئی ربط و تعلق نہیں۔ آخرت کا معاملہ' اس دنیا سے یکسر بے تعلق ہے۔ ہم خواہ کیسے ہی عمل کرتے رہیں ہم سے کوئی باز پرس نہیں ہو گی۔ اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہیں' خود ہی معاف فرما دیں گے' ظاہر ہے کہ غفلت کی یہ کیفیت ہماری کھلی حماقت ہے' حدیث شریف میں ارشاد ہے:

الکیس من دان نفسه وعمل لما بعد الموت والعاجز من اتبع نفسه ھواھا وتمنّٰی علی اللّٰہ

(مشکوٰۃ ص ۴۵۱ از ترمذی و ابن ماجہ)

ترجمہ: "ہوشیار اور عقلمند تو وہ ہے جس نے اپنے نفس کو رام کر لیا۔ اور موت کے بعد کی زندگی کے لئے عمل کیا اور احمق ہے وہ شخص جس نے نفس کو اس کی خواہشات کے پیچھے لگا دیا اور اللہ تعالیٰ پر آرزوئیں دھریں۔"

الغرض ان دو غلطیوں میں مبتلا ہونے کی وجہ سے ہم اصلاح اعمال کی فکر سے بے نیاز ہیں' نہ اصلاح دنیا کے لئے اصلاح اعمال کی فکر ہے اور نہ اصلاح آخرت کے لئے۔

حکیم الامت حضرت اقدس تھانوی نوراللہ مرقدہ نے ان ہی دو غلطیوں کی اصلاح کے لئے رسالہ "جزاء الاعمال" تالیف فرمایا تھا۔ اس کی تمہید میں فرماتے ہیں:

"یہ ناچیز ناکارہ اپنے دینی بھائیوں کی خدمت میں عرض رساں ہے کہ اس وقت میں جو حالت ہم لوگوں کی ہے کہ طاعت میں کاہلی و غفلت اور معاصی میں انہماک و جرأت وہ ظاہر ہے' جہاں تک غور

www.ahnafmedia.com

کیا گیا۔ اس کی بڑی وجہ یہ معلوم ہوئی کہ اعمال حسنہ و سیئہ کی پاداش صرف آخرت میں سمجھتے ہیں۔ اس کی ہرگز خبر تک نہیں کہ دنیا میں بھی اس کا کچھ نتیجہ مرتب ہوتا ہے اور غلبہ صفات نفس کے سبب دنیا کی جزاوسزا پر چونکہ وہ سردست واقع ہو جاتی ہے' زیادہ نظر ہوتی ہے۔ پھر عالم آخرت میں بھی جزاوسزا کے وقوع کو گو عقیدتاً ان اعمال کا ثمرہ جانتے ہیں' مگر واقعی بات یہ ہے کہ جو علاقہ قوی مؤثر و اثر میں اور سبب و مسبب میں سمجھنا چاہئے اور اسباب و مسببات دنیویہ میں سمجھتے ہیں' وہ علاقہ اس قوت کے ساتھ اعمال اور ان کے ثمرات آخرت میں ہرگز نہیں سمجھتے بلکہ قریب قریب اس طرح کا خیال ہے کہ گویا اس عالم کے واقعات کا ایک مستقل سلسلہ ہے جس کو چاہیں گے پکڑ کر سزا دے دیں گے' جس کو چاہیں گے خوش ہو کر نعمتوں سے مالا مال کر دیں گے اعمال کو گویا اس میں کچھ دخل (۱) ہی نہیں ہے۔ حالانکہ یہ خیال بے شمار آیات و احادیث صحیحہ کے خلاف ہے۔ چنانچہ عنقریب تفصیلاً معلوم ہوتا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

---

(۱) کوئی شخص یہ شبہ نہ کرے کہ اعمال کا دخل نہ ہونا تو صحیح حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے جس میں آپ نے یہ فرمایا ہے کہ کوئی شخص عمل کے زور سے جنت میں نہ جاوے گا انتہی۔ دفعیہ اس شبہ کا یہ ہے کہ اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ عمل کو بالکل دخل ہی نہیں ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ عمل پر مغرور ہو کر نہ بیٹھ جائے جزو اخیر علت تامہ' اللہ تعالیٰ کا فضل ہے' بس گویا یہ فضل بھی اعمال نیک سے نصیب ہوتا ہے سو عمل ہی علت تامہ کا ایک جزو ٹھہرا۔ قال اللہ تعالیٰ ان رحمۃ اللہ قریب من المحسنین۔

اس لئے اس مرض کے دفع کرنے کے لئے دو امر ضروری خیال میں آئے :

اول ..... کتاب و سنت و ملفوظات محققین سے یہ دکھلایا جائے کہ جیسے آخرت میں اعمال پر جزا و سزا واقع ہو گی' ایسے دنیا میں بھی بعض آثار ان کے واقع ہوتے ہیں۔

دوسرے ..... یہ ثابت کر دیا جائے کہ اعمال میں اور ثمرات آخرت میں ایسا قوی علاقہ ہے جیسا آگ جلانے میں اور کھانا پکانے میں یا کھانا کھانے میں اور شکم سیر ہو جانے میں یا پانی چھڑکنے میں اور آگ کے بجھانے میں ان دونوں امروں کے ثبوت کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل سے امید قوی ہے کہ سردست جزااور سزا ہو جانے کے یقین سے اور اسی طرح کارخانہ دنیا پر کارخانہ آخرت کے مرتب ہونے کے غلبہ اعتقاد سے طاعات میں رغبت اور معاصی سے نفرت پیدا ہو جانا سہل ہے آئندہ توفیق و امداد حق سبحانہ و تعالیٰ کی جانب سے ہے"۔

قرآن کریم کی آیات بینات اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات طیبہ میں اعمال کے دنیوی نتائج بہ کثرت مذکور ہیں۔ آج کی صحبت میں اس سلسلہ کی ایک حدیث ذکر کی جاتی ہے۔ موطاامام مالک' کتاب الجہاد باب "ماجاء فی الغلول" میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ارشاد نقل کیا ہے :

"ما ظهر الغلول فی قوم قط الا القی فی قلوبهم

www.ahnafmedia.com

الرعب ولا فشی الزنا فی قوم الا کثر فیهم الموت
ولا نقص قوم المکیال والمیزان الا قطع عنهم
الرزق، ولا حکم قوم بغیر الحق الا فشی فیهم
الدم، ولا خترقوم بالعهد الا سلط علیهم العدو۔"

(موطا امام مالک ص ۳۷۶، موطا امام محمد ص ۳۶۹)

ترجمہ :"جس قوم میں خیانت عام ہو جاتی ہے اس کے دل میں رعب ڈال دیا جاتا ہے اور جس قوم میں زنا عام ہو جاتا ہے ان میں اموات کثرت سے واقع ہونے لگتی ہیں۔ جو قوم ناپ تول میں کمی کرتی ہے ان کا رزق بند کر دیا جاتا ہے جو حق کے خلاف فیصلے کرتی ہے اس میں خونریزی عام ہو جاتی ہے اور جو قوم عہد شکنی کرتی ہے ان پر دشمن کا تسلط ہو جاتا ہے۔"

اس حدیث میں پانچ گناہوں کے پانچ ہولناک نتائج ذکر کئے گئے ہیں آج کا معاشرہ پوری طرح ان کی لپیٹ میں ہے۔

۱۔ غلول.....

مال غنیمت میں خیانت کرنے کو کہتے ہیں اور کبھی اس کا اطلاق مطلق خیانت پر بھی آتا ہے جس کے مقابلے میں دیانتداری اور امانت کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ "امانت" اور "ایمان" قرین ہیں اور خیانت ایمان کی ضد ہے۔

حضرت انس بن مالک خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ورضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

قلما خطبنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا قال

لا ایمان لمن لا امانة له ولا دین لمن لا عهد له

(مشکوٰۃ ص ۱۵)

ترجمہ :"بہت کم ایسا ہوا ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیا ہو اور اس میں یہ نہ فرمایا ہو کہ ایمان ہی نہیں اس شخص کا جس کے لئے امانت نہیں اور دین ہی نہیں اس شخص کا جس کو اپنے عہد کا پاس نہیں"۔

دوسرے نصوص کے پیش نظر یہ حدیث اور اس نوعیت کی دیگر احادیث مؤول ہیں یعنی اہل علم کے نزدیک ان میں اصل ایمان کی نفی نہیں بلکہ کمال ایمان کی نفی مقصود ہے۔ الغرض ایمان دار معاشرہ خائن نہیں ہوتا اور نہ خائن معاشرہ اسلامی معاشرہ کہلانے کا مستحق ہے۔ لیکن ہمارے معاشرے میں امانت و دیانت نام کی کوئی چیز ڈھونڈنے کو بھی نہیں ملتی۔ الّاماشاء اللہ۔ زندگی کا کون سا شعبہ ہے جس میں خیانت و بددیانتی سرایت نہ کر گئی ہو۔ اور نجی اداروں یا سرکاری محکموں میں کون سا ادارہ اور کونسا محکمہ ایسا ہے جو اس گندگی سے محفوظ ہو؟۔ گزشتہ دنوں وفاقی محتسب کا بیان اخبارات میں شائع ہوا تھا کہ :

"اب تک قومی بچت کے ادارے میں فراڈ کے ۱۷۹ واقعات ہو چکے ہیں اور کراچی کے ایک واقعہ میں غبن کی گئی رقم تین کروڑ سے زائد ہے اور ابھی جن کیسوں کو نمٹانا باقی ہے ان کی تعداد ایک سو سے متجاوز ہے"۔

(روزنامہ جنگ کراچی ۸ جولائی ۱۹۸۷ء)

یہ صرف ایک ادارے کے ان واقعات کے اعداد و شمار ہیں جن کی شکایت وفاقی محتسب تک پہنچ سکی ہے اس سے ہمارے معاشرے میں دیانت و امانت کے معیار کا

www.ahnafmedia.com

اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

"قیاس کن زگلستان من بہار مرا"

آج کل اخبارات میں انٹی کرپشن کمیٹی کے چیئرمین کے بڑے دھواں دار بیانات اخبارات میں آ رہے ہیں۔ خدا کرے یہ کمیٹی صورتحال کی اصلاح میں کسی حد تک کامیاب ہو جائے اور دیگر بہت سی کمیٹیوں اور اداروں کی طرح یہ خود ہی کرپشن کا شکار نہ ہو جائے۔

اسی بڑھی ہوئی خیانت و بددیانتی کا نتیجہ ہے کہ امن و امان مفقود ہے' ہر شخص پر خوف و ہراس کی کیفیت طاری ہے' اس بدامنی سے نہ گھر محفوظ ہے' نہ سڑکیں' نہ بازار' نہ دفاتر' نہ کالج' نہ جامعات' نہ مدارس' نہ مساجد۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس بددیانتی و خیانت کی فراوانی کا اصل سبب یہ ہے کہ کسی شخص کا کسی عہدہ و منصب کے لئے انتخاب کرتے ہوئے اس کی تعلیم' سند اور ڈگری کو (یا پھر سفارش و رشوت) کو معیار بنایا جاتا ہے۔ یہ دیکھنے کی ضرورت محسوس نہیں کی جاتی کہ اس شخص کے دین و دیانت اور ایمان و امانت کا معیار کیا ہے؟۔

۲۔ حدیث کا دوسرا فقرہ یہ ہے کہ جس قوم میں زنا عام ہو جاتا ہے اس میں اموات بہ کثرت واقع ہوتی ہیں۔ زنا کے عام ہو جانے میں اس کے اسباب کو بڑا دخل ہے۔ ہمارے معاشرے میں زنا کے اسباب اس قدر عام ہیں کہ بھلے زمانوں میں ان کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ عورتوں کی بے حجابی و عریانی' لڑکوں' لڑکیوں کی مخلوط تعلیم' مرد و زن کا بے حجابانہ اختلاط' ہر شعبۂ زندگی میں مرد و عورت کے دوش بدوش چلنے اور چلانے کا جنون' رومانی فلمیں اور فیچر' ہیجان انگیز گانے اور نغمے۔۔۔۔۔۔ الغرض اسباب زنا کا ایک طوفان ہے جس میں قوم گلے گلے تک ڈوب رہی ہے' اور اس طوفان کی قوت و شدت روز افزوں ہے۔ اس طوفان کو دیکھ کر نوجوان نسل بزبان

حال یہ کہہ رہی ہے:

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہ
باز میگوئی کہ دامن تر مکن ہوشیار باش

سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ نوخیز نسل جس کو صنف مخالف سے اختلاط کی تمام سہولتیں حاصل ہوں اور اس اختلاط کی راہ میں ان پر کوئی پابندی عائد نہ ہو۔ اس سے یہ توقع کیسے کی جا سکتی ہے کہ وہ اپنی عفت و عصمت کو آلودگی سے بچانے میں کامیاب ہو جائے۔ لا عاصم الیوم من امر اللہ الا من رحم۔

ستم بالائے ستم یہ ہے کہ ناخدایان قوم کو نسل جدید کی ان مشکلات کا کوئی احساس نہیں اور نہ اسے اس طوفان نوح سے بچانے کے لئے کوئی تدبیر کبھی زیر غور آتی ہے۔ بلکہ بہت سے قلم' جن کی آواز مؤثر ہے اور جو مسکین خود بادۂ جنسیت کے میگسار ہیں' وہ "آزادی نسواں" کا علم اٹھائے' اس صورتحال کو مزید سنگین بنانے میں مصروف ہیں۔ چند بڑے گھرانے کی بیگمات ان کی آلۂ کار ہیں اور ناخدایانِ قوم ان بیگمات کے اشارۂ چشم و ابرو پر رقص کرنے کو عین سعادت اور صحیح خدمت اسلام سمجھتے ہیں۔ انصاف فرمائیے کیا یہ کسی اسلامی معاشرہ کے خط و خال ہیں؟ اور جو معاشرہ اس طرح "جنسی وبا" کی لپیٹ میں آ جائے اس میں نت نئے امراض کا ظہور اور کثرت اموات کا وقوع اس صورت حال کا فطری نتیجہ ہے۔

۳۔ حدیث کا تیسرا فقرہ ہے کہ جو قوم ناپ تول میں کمی کرتی ہے وہ رزق کی بندش کے عذاب میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ "ناپ تول میں کمی" کا مفہوم عام ہے کہ جس مقدار کی تعیین کے لئے جو پیمانہ مقرر ہے اسے پورا نہ کیا جائے اور صاحب حق کا حق پورا ادا نہ کیا جائے۔ حضرت اقدس مفتی محمد شفیع صاحبؒ "معارف القرآن" میں

www.ahnafmedia.com

لکھتے ہیں :

"قرآن و حدیث میں ناپ تول میں کمی کرنے کو حرام قرار دیا ہے کیونکہ عام طور سے معاملات کا لین دین انہی دو طریقوں سے ہوتا ہے انہی کے ذریعہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ حقدار کا حق ادا ہو گیا یا نہیں، لیکن یہ معلوم ہے کہ مقصود اس سے ہر ایک حقدار کا حق پورا پورا دینا ہے اس میں کمی کرنا حرام ہے، تو معلوم ہوا کہ یہ صرف ناپ تول کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ ہر وہ چیز جس سے کسی کا حق پورا کرنا یا نہ کرنا جانچا جاتا ہے اس کا یہی حکم ہے خواہ ناپ تول سے ہو یا عدد شماری سے یا کسی اور طریقے سے ہر ایک میں حقدار کے حق سے کم دینا بحکم تطفیف حرام ہے۔

موطا امام مالک میں ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ نماز کے رکوع سجدے وغیرہ پورے نہیں کرتا جلدی جلدی نماز ختم کر ڈالتا ہے تو اس کو فرمایا :

لقد طففت یعنی تو نے اللہ کے حق میں تطفیف کر دی، فاروق اعظمؓ کے اس قول کو نقل کر کے حضرت امام مالکؒ نے فرمایا لکل شی وفاء و تطفیف یعنی پورا حق دینا یا کم کرنا ہر چیز میں ہے یہاں تک کہ نماز، وضو، طہارت میں بھی اور اسی طرح دوسرے حقوق اللہ اور عبادات میں کمی کوتاہی کرنے والا تطفیف کرنے کا مجرم ہے اسی طرح حقوق العباد میں جو شخص مقررہ حق سے کم کرتا ہے وہ بھی تطفیف کرنے کا مجرم ہے۔

مزدور ملازم نے جتنے وقت کی خدمت کا معاہدہ کیا ہے اس میں سے وقت چرانا اور کم کرنا بھی اس میں داخل ہے۔ وقت کے اندر جس طرح محنت سے کام کرنے کا عرف میں معمول ہے اس میں سستی کرنا بھی تطفیف ہے، اس میں عام لوگوں میں یہاں تک کہ اہل علم میں بھی غفلت پائی جاتی ہے، اپنی ملازمت کے فرائض میں کمی کرنے کو کوئی گناہ نہیں سمجھتا۔ اعاذنا اللہ منہ۔

(معارف القرآن۔ جلد ۸ ص ۶۹۳۔۶۹۴)

" ناپ تول میں کمی" اور حقوق ادا کرنے کے جو پیمانے مقرر ہیں ان کو پورا نہ کرنے کی بیماری بھی ہمارے معاشرے میں عام ہے۔ جیسا کہ مندرجہ بالا اقتباس میں حضرت مفتی صاحبؒ نے اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ ہزاروں میں کوئی ایک ہو گا جو مقررہ پیمانے کو پورا نہ کرنے کا مریض نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی سزا یعنی رزق کی بندش بھی عام ہو رہی ہے۔ رزق کی بندش کی بھی بہت سی صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ رزق کا قحط ہو جائے۔ ایک صورت یہ ہے کہ چیزوں کی فراوانی اور بہتات ہو۔ مگر صارفین کی قوت خرید میں کمی واقع ہو جائے۔ ایک صورت یہ ہے کہ رزق سے برکت اٹھ جائے اور (الّاماشاء اللہ) ہر شخص کو قلت وسائل کی شکایت ہو۔

غور فرمایئے تو ہمارے یہاں "بندش رزق" کی یہ ساری صورتیں پائی جاتی ہیں اور رزق کے معاملے میں معاشرے کی اکثریت حیران و پریشان ہے۔ بے روزگاری عام ہو رہی ہے اور اسکے نتیجہ میں نوجوان نسل منفی جذبات کی آماجگاہ بن رہی ہے۔ معمولی سی بات پر لڑائی جھگڑا، قتل و قتال اور قومی املاک کی توڑ پھوڑ گویا روزمرہ کا معمول بن رہا ہے۔ کوئی دن ایسا نہ ہو گا جو اس نوعیت کے ناخوشگوار واقعات سے خالی

www.ahnafmedia.com

گذرتا ہو۔ حضرت مفتی صاحب "قطع رزق" کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

" حدیث میں جن لوگوں کا رزق قطع کر دینے کا ارشاد ہے اس کی یہ صورت بھی ہو سکتی ہے کہ اس کو رزق سے بالکل محروم کر دیا جائے اور یہ صورت بھی قطع رزق ہی میں داخل ہے کہ رزق موجود ہوتے ہوئے وہ اس کو کھانہ سکے یا استعمال نہ کر سکے۔ جیسے بہت سی بیماریوں میں اس کا مشاہدہ ہوتا ہے اور اس زمانے میں بہت عام ہے۔ اسی طرح قحط کی یہ صورت بھی ہو سکتی ہے کہ اشیاء ضرورت مفقود ہو جائیں اور یہ بھی ہو سکتی ہے کہ موجود بلکہ کثیر ہونے کے باوجود ان کی گرانی اتنی بڑھ جائے کہ خریداری مشکل ہو جائے جیسا کہ آج کل اس کا مشاہدہ اکثر چیزوں میں ہو رہا ہے اور حدیث میں فقر مسلط کرنے کا ارشاد ہے' اس کے معنی صرف یہی نہیں کہ روپیہ پیسہ اور ضرورت کی اشیا اس کے پاس نہ رہیں بلکہ فقر کے اصلی معنی محتاجی اور حاجتمندی کے ہیں' ہر شخص اپنے کاروبار اور ضروریات زندگی میں دوسروں کا جتنا محتاج ہو وہ اتنا ہی فقیر ہے۔ اس زمانے کے حالات پر غور کیا جائے تو انسان اپنے رہن سہن اور نقل و حرکت اور اپنے ارادوں کے پورا کرنے میں ایسے ایسے قوانین میں جکڑا ہوا نظر آتا ہے کہ اس کے لقمہ اور کلمہ تک پر پابندیاں ہیں' اپنا مال موجود ہوتے ہوئے خریداری میں آزاد نہیں کہ جہاں سے چاہے کچھ خریدے۔ سفر میں آزاد نہیں کہ جب کہیں جانا چاہے چلا جائے' ایسی ایسی پابندیوں میں انسان جکڑا گیا ہے کہ ہر کام کے لئے دفتر گردی اور افسروں سے لے کر چپراسیوں تک کی

خوشامد کئے بغیر زندگی گزارنا مشکل ہے یہ سب محتاجی ہی تو ہے جس کا دوسرا نام فقر ہے۔ اس تفصیل سے وہ شبہات رفع ہو گئے جو حدیث کے ارشاد کے متعلق ظاہری حالات کے اعتبار سے ہو سکتے ہیں"۔

(معارف القرآن جلد ۸' ص ۶۹۴۔۶۹۵)

۴۔ ..... حدیث کا چوتھا فقرہ یہ ہے کہ جو قوم حق کے خلاف فیصلے کرتی ہے اس میں قتل و خونریزی عام ہو جاتی ہے۔ "حق کے مطابق فیصلہ کرنے کا مطلب ہے "صحیح قانون کے مطابق صحیح فیصلہ کرنا" گویا اس کے مفہوم میں دو چیزیں شامل ہیں ایک یہ کہ قانون کے مطابق بے لوث فیصلہ کیا جائے۔ جس میں نہ کسی کی رورعایت ہو۔ نہ لالچ یا سفارش کارفرما ہو۔ دوم یہ کہ جس قانون کے مطابق فیصلہ کیا گیا، قانون بھی بجائے خود صحیح اور برحق ہو۔ پس اگر قانون ہی غلط ہو' ناحق ہو' ظالمانہ ہو' تو اس کے مطابق جو فیصلہ بھی کیا جائے گا وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک عدل و انصاف کا فیصلہ نہیں ہوگا۔ اور ایسے فیصلے کرنے والا "ناحق فیصلہ" کی وعید کا مستحق ہوگا۔ وہ قیامت کے دن عذر نہیں کر سکے گا کہ میں نے تو قانون کے مطابق فیصلہ کیا تھا۔ اسی طرح اگر قانون تو صحیح اور برحق ہے مگر فیصلہ کرنے والے نے قانون کے مطابق بے لوث اور بے لاگ فیصلہ نہیں کیا۔ بلکہ رشوت و سفارش یا قرابت کی وجہ سے ایک فریق کی رعایت کی گئی تو یہ فیصلہ بھی ظالمانہ اور جابرانہ فیصلہ ہوگا۔

بدقسمتی سے ہمارے یہاں "حق کے مطابق فیصلہ" کی دونوں شرطیں مفقود ہیں قیام پاکستان سے لے کر آج تک ہمارے یہاں انگریز کا قانون بعض جزوی ترمیمات کے ساتھ نافذ ہے اور ہماری عدالتیں اگر ان کو عدالت کہنا صحیح ہے اسی کے مطابق فیصلے کرنے کی پابند ہیں گویا ہمارے یہاں عدالتوں میں "ماانزل اللہ" کے بجائے

www.ahnafmedia.com

"ماانزل الانکلیز" کے مطابق فیصلے ہوتے ہیں۔

اور پھر جس قسم کا قانون بھی نافذ ہے۔ صحیح یا غلط۔ فیصلے اس کے مطابق نہیں ہوتے بلکہ رشوت و سفارش کے مطابق فیصلے ہوتے ہیں' رشوت و سفارش کا طوفان قانون کی حکمرانی کو بہا کر لے گیا ہے چنانچہ قانون ظالم سے مظلوم کو حق دلانے سے قاصر ہے۔ اس کی حیثیت منڈی کے بکاؤ مال کی ہے جو شخص بھی اس کے زیادہ دام لگائے قانون اس کی چاکری کے لئے حاضر ہے۔ کسی دانا کا یہ قول بالکل صحیح ہے کہ :

"قانون مکڑی کا جالا ہے یہ کمزور کو پھانس لیتا ہے اور طاقتور اسے توڑ دیتا ہے"۔

ان دو چیزوں کے علاوہ موجودہ عدالتی نظام اتنا پیچیدہ اور اتنا مہنگا ہے کہ عام آدمی اس سے دادرسی کی کوئی توقع نہیں رکھتا۔ بلکہ عدالت کے لفظ ہی سے پناہ مانگتا ہے اور اگر عدالت سے رجوع کرنا ہی پڑے تو حصول انصاف کے طول و طویل راستے کو اپنی زندگی میں قطع کرنے کی اسے کوئی توقع نہیں ہوتی۔ دیوانی مقدمات میں زیادہ تر فیصلہ باپ کے بجائے بیٹے کی زندگی میں ہوتا ہے اور بسا اوقات دادا کے مقدمہ کا فیصلہ پوتے کو سنایا جاتا ہے۔ فوجداری مقدمات میں بھی سالہا سال تک جیلوں میں پڑے سڑتے رہتے ہیں' اور عدالت ایک طویل عرصے کے بعد فیصلہ کرتی ہے کہ وہ مجرم ہیں یا بے قصور؟ اور بے قصور ہونے کی صورت میں انہیں عدالت کے دروازے پر انصاف کی بھیک مانگنے کے جرم میں طویل عرصہ جیل کی ہوا کھانی پڑتی ہے۔

الغرض ہمارے موجودہ عدالتی نظام میں اول تو وہ قانون ہی (الاماشاء اللہ) غلط اور ناحق ہے جس کے مطابق فیصلے کئے جاتے ہیں۔ دوسرے یہ عدالتی فیصلے اکثر و بیشتر بے لوث نہیں' بلکہ رشوت و سفارش یا دوستی و قرابت کی بنا پر کئے جاتے ہیں۔

تیسرے' انصاف مفت تو کیا' سستا بھی مہیا نہیں ہوتا۔ ہمارے ملک میں

انصاف ایسی گراں جنس ہے کہ غریب آدمی کی دسترس سے باہر ہے۔

چوتھے' یہ عدالتی نظام ایسا پیچ در پیچ ہے کہ داد رسی کے طالب کا پیمانۂ عمر لبریز ہو جاتا ہے اور وہ قید حیات سے رہائی حاصل کر لیتا ہے۔ مگر عدالت اسے انصاف دلانے سے قاصر رہتی ہے۔ یہ تمام تر صورت حال ظلم در ظلم در ظلم در ظلم کی ہے۔ جس کی چکّی میں "انصاف کے نام" پر معاشرہ پس رہا ہے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ قانون کا احترام اٹھ گیا ہے اور قانون کو ہاتھ میں لینے کا رجحان تیزی سے بڑھ رہا ہے اور اس کے نتیجہ میں انارکی' افراتفری' فتنہ و فساد اور قتل و غارت کے لاوے پھوٹ رہے ہیں۔ یہ وہ صورتحال ہے جس کا نقشہ حدیث شریف میں ان الفاظ میں کھینچا گیا ہے کہ "جب کوئی قوم ناحق فیصلے کرتی ہے تو ان میں خونریزی عام ہو جاتی ہے"۔

۵ــ حدیث شریف کا پانچواں فقرہ عہد شکنی سے متعلق ہے کہ جب کوئی قوم اپنے کئے ہوئے معاہدوں کا پاس نہیں کرتی۔ بلکہ عہد شکنی کا ارتکاب کرتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر دشمن کو مسلط کر دیتے ہیں۔ اس سے غالباً وہ سرکاری معاہدات مراد ہیں جو غیر قوموں کے ساتھ کئے جاتے ہیں۔ عہد شکنی بجائے خود ایک بدترین جرم ہے لیکن غیر قوموں کے ساتھ کئے گئے معاہدات میں عہد شکنی کرنا اس جرم کو اور زیادہ سنگین کر دیتا ہے اور بالآخر یہ عہد شکنی مسلمانوں کی ذلت و رسوائی اور ان پر دشمن کے تسلط کا سبب بن جاتی ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

خلاصہ یہ کہ آج ہم جن پریشانیوں میں مبتلا ہیں وہ ہماری شامتِ اعمال کا نتیجہ ہیں اس صورت حال کو نہ تو کانفرنسوں اور جلسوں کے ذریعہ بدلا جا سکتا ہے' نہ حکومت کی تبدیلی اس کا حل ہے' نہ انتخاب' نہ پارلیمنٹ' ان پریشانیوں کے ازالہ کی بس ایک صورت ہے کہ ہم اپنی بد عملیوں سے توبہ کریں اور اصلاح احوال کے لئے اصلاح اعمال کا راستہ اختیار کریں۔ حق تعالیٰ شانہ ہمارے حال پر رحم فرمائیں۔ ہماری

www.ahnafmedia.com

کوتاہیوں اور لغزشوں کو معاف فرمائیں اور اعمال صالحہ اختیار کرنے کی صورت میں جس "حیات طیبہ" کا وعدہ فرمایا گیا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں بھی نصیب فرمائیں۔ آمین۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقه سیدنا
ومولانا محمد النبی الامی نبی الرحمة
وعلیٰ آله واصحابه واتباعه اجمعین۔

(بینات، محرم الحرام ۱۳۹۸ھ)

موجودہ حالات کے اسباب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ :

مکہ مکرمہ میں ایک بزرگ سے ملاقات ہوئی، جو پاکستان کے حالات سے بہت ہی افسردہ و دل گرفتہ تھے، انہوں نے فرمایا کہ جب پاکستان میں نسائی فتنہ اٹھ رہا تھا تو میں طواف کے بعد ملتزم پر حاضر ہوا اور بے ساختہ رو رو کر دعائیں کرنے لگا تو یوں محسوس ہوا جیسے کسی نے مجھے آواز دے کر کہا ہو کہ ٹھہرو! اس قوم نے نعمت الٰہی کی ناقدری کی ہے اسے تھوڑی سی سزا دے رہے ہیں۔

اس ناکارہ کو اس بزرگ کی یہ بات سن کر وہ حدیث یاد آئی جسے میں اپنے رسالہ "عصر حاضر حدیث نبوی کے آئینے میں" امام عبداللہ بن مبارک کی کتاب الرقائق کے حوالے سے نقل کر چکا ہوں، حدیث شریف کا متن حسب ذیل ہے :

"عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ، اراہ مرفوعًا، قال
یاتی علی الناس زمان یدعوا المومن للجماعة
فلا یستجاب، یقول اللہ ادعنی لنفسک ولما یحزبک
من خاصة امرک فاجیبک، واما الجماعة فلا، انهم
اغضبونی۔ وفی روایة فانی علیهم غضبان"۔

(کتاب الرقائق ص ۱۵۵ س ۳۸۴)

ترجمہ : "حضرت انس رضی اللہ عنہ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ لوگوں پر ایک ایسا دور آئے گا کہ مومن' مسلمانوں کی جماعت کے لیے دعا کرے گا' مگر اس کی دعا قبول نہیں کی جائے گی' اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے کہ تم اپنی ذات کے لیے اور اپنی پیش آمدہ ضروریات کے لئے دعا کرو' تو میں تیری دعا قبول کروں گا' لیکن عام لوگوں کے حق میں نہیں۔ اس لیے کہ انہوں نے مجھے ناراض کر رکھا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ میں ان پر غضبناک ہوں"۔

پاکستان کے حالات ایک عرصہ سے ـــــ بلکہ اگر یہ کہا جائے تو کوئی مبالغہ نہ ہوگا کہ پاکستان کے یوم تاسیس ہی سے ـــــــــ ناگفتہ بہ چل رہے ہیں لیکن شہید جنرل ضیاء الحق کے بعد ملکی حالات میں جو شدت پیدا ہوئی ـــ اور جس میں روزافزوں اضافہ ہو رہا ہے ـــــ اس کی مثال پہلے کے کسی دور میں نہیں ملتی۔ ملک میں سیاسی انتشار ہوں یا مذہبی افتراق' غنڈوں اور ڈاکوؤں کی چیرہ دستیاں ہوں یا منافقین و مرتدین کا تسلط' قتل و خوں ریزی کے مسلسل واقعات ہوں یا غنڈہ گردی و تخریب کاری کے مظاہر۔ طوفانی بارشوں' سیلابوں سے آبادیوں اور فصلوں کی تباہ کاریاں ہوں یا اشیاء صرف کی قلت و گرانی یہ سب غضب الٰہی کی شکلیں ہیں۔

ع ـــــ شامت اعمال ماصورت نادر گرفت

وطن عزیز کے مجموعی حالات پر نظر کرنے سے جو سب سے پہلا تاثر ابھرتا ہے وہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ اس قوم سے ناراض ہیں' اور یہ قوم قہر الٰہی کی چکی میں پس رہی ہے' یہی وجہ ہے کہ ہزاروں مقبولانِ الٰہی اس قوم کے لئے دست بدعا ہیں اور وہ اپنے نالۂ نیم شبی کے ذریعہ بارگاہِ الٰہی سے اس قوم کی صلاح و فلاح کی بھیک مانگ رہے ہیں لیکن قوم کا پیمانۂ جرائم اس قدر لبریز ہے کہ ان کی دعائیں بھی موثر و کارگر

نہیں ہوتیں۔

بعض گناہ تو ایسے ہیں جنہیں ہر شخص کھلی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے' اور گناہ گار بھی ان کو گناہ ہی سمجھ کر کرتے ہیں۔ لیکن بعض گناہ ایسے ہیں کہ ان کی طرف کسی کو التفات بھی نہیں ہوتا۔ اس نوعیت کے بے شمار گناہوں میں ہم مبتلا ہو کر غضب الٰہی کے مستحق ہو رہے ہیں۔ یہاں صرف دو گناہوں کو ذکر کرتا ہوں ان میں سے ایک امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ترک کر دینا ہے۔ ترمذی شریف میں ہے :

"عن حذیفة رضی اللہ عنه ان النبی صلی اللہ علیه وسلم قال : والذی نفسی بیده لتامرون بالمعروف وتنهون عن المنکر اولیوشکن اللہ ان یبعث علیکم عذابا من عنده ثم لتدعنه ولا یستجاب لکم"

(مشکوٰۃ ص ۴۳۶)

ترجمہ :"حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے' تمہیں نیکی کا حکم کرنا ہوگا اور برائی سے روکنا ہوگا' ورنہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنے پاس سے عذاب بھیجیں' پھر تم اس سے دعائیں کرو اور تمہاری دعائیں بھی نہ سنی جائیں"۔

ایک اور حدیث میں ہے :

"ان الناس اذا رأوا المنکر فلم یغیروه یوشک ان یعمهم اللہ بعقاب"

(مشکوٰۃ ص ۴۳۶)

ترجمہ :" لوگ جب برائی کو ہوتا ہوا دیکھیں اور اس کی اصلاح نہ

www.ahnafmedia.com

کریں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر عذاب عام نازل کر دیں"۔

اپنے گردوپیش کے حالات پر نظر ڈال کر دیکھئے کہ کیا ہم انفرادی واجتماعی طور پر اس جرم میں مبتلا نہیں؟۔ ہمارے ذاتی مفادات کو اگر ذرا بھی ٹھیس لگتی ہے تو ہم سراپا احتجاج بن جاتے ہیں لیکن ہمارے سامنے احکام الٰہیہ کو کھلے بندوں توڑا جاتا ہے۔ فواحش و بے حیائی کے پھیلانے کی ہر چار سُو کوششیں ہو رہی ہیں۔ دین کے قطعی فرائض و شعار کو مٹایا جا رہا ہے اور اہواؤ بدعات کو فروغ دیا جا رہا ہے لیکن اس صورت حال کی اصلاح کے لئے کوئی کوشش نہیں ہو رہی۔ اس کے نتیجہ میں اگر ہم عذاب عام کی لپیٹ میں آ رہے ہوں تو اس میں قصور کس کا ہے؟۔

دوسرا گناہ جس میں تاسیس پاکستان سے لے کر آج تک ہم لوگ مبتلا ہیں' وہ مقبولانِ بارگاہِ الٰہی کی توہین و تذلیل ہے۔ تحریک پاکستان کے دوران حضرتِ اقدس شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ اور ان کے رفقا کی جس قدر توہین و تذلیل روا رکھی گئی اس کے تصور سے بھی رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ قیام پاکستان کے بعد یہ سیاسی اختلاف ختم ہو چکا تھا' ہونا یہ چاہئے تھا کہ اس کے بعد ان اکابر کی توہین و تذلیل کا سلسلہ بند کر دیا جاتا اور تحریک پاکستان کے دوران جو کوتاہیاں ہو چکی تھیں ان کی تلافی کی جاتی' لیکن افسوس کہ ایسا نہیں ہوا بلکہ ان بزرگوں پر سبّ و شتم کا سلسلہ بدستور جاری رہا بلکہ اعلیٰ سطحوں پر ملّا کے خلاف زہر چکانی شروع کر دی گئی اور ملّا اور ملائیت کے خلاف ایک مستقل تحریک کا آغاز کر دیا گیا۔ حالانکہ غریب ملّا کا قصور صرف یہ تھا کہ ملک و ملت کو اسلام کی شاہراہ پر ڈالنا چاہتا تھا جس ملک میں مقبولانِ الٰہی کی پوستین دری کیجاتی ہو اور جس میں دین اور اہل دین کی تضحیک و تذلیل کو ترقی پسندی کی علامت سمجھا جاتا ہو' وہ غضب الٰہی کا نشانہ بننے سے نہیں بچ سکتا۔

حضرت اقدس شیخ الاسلام مولانا محمد یوسف بنوری نوراللہ مرقدہ اس کو بڑی

شدت سے محسوس فرماتے تھے اور بار بار اس کی طرف متوجہ فرماتے رہے۔ حضرتؒ نے اپنی وفات سے چھ مہینے پہلے اپریل ۷۷ء میں جو اداریہ تحریر فرمایا تھا' اس کا ایک اقتباس یہاں نقل کرتا ہوں :

"اب کچھ ایسا محسوس ہونے لگا ہے کہ شاید حق تعالیٰ اس قوم سے ناراض ہے اور اس کے غضب کے آثار نمایاں ہونے لگے ہیں اور شدید خطرہ ہو گیا کہ اس کا حشر بھی ان برباد شدہ ملکوں جیسا نہ ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین۔ انتخابات کی ہنگامہ آرائی شروع ہوئی' خدا خدا کر کے وہ ہنگامہ ختم ہوا لیکن اس ہنگامہ آرائی نے ایک ایسی خطرناک ہنگامہ آرائی کا بیج ڈال دیا کہ نہ معلوم اس کی عاقبت کیا ہو گی اور اس مبتدا کی خبر کیا ہو گی؟۔

اعداء اسلام پاکستان پر نظر جمائے ہوئے ہیں وہ یہاں کٹھ پتلی حکومت کے خواہشمند ہیں اگر بالفرض کوئی صالح دینی قیادت ابھرتی نظر آتی ہے تو انہیں اس کا خطرہ لاحق ہو جاتا ہے اور الکفر ملة واحدة (تمام کفر ایک ملت ہے) کے مصداق آپس میں اختلافات کو ختم کر کے اس کے خلاف سب اعداء اسلام متفق ہو جاتے ہیں اور جو بھی غیر دینی قیادت ہو اس کو لبیک کہتے ہیں۔

بہرحال موجودہ صورت حال ایک طرف انتہائی دردناک ہے اور شدید خطرہ ہے کہ ملک میں بدامنی اور بے اطمینانی کا دورہ شروع ہو کر خون ریزی شروع نہ ہو جائے اور وہ دردناک دور شروع نہ ہو جائے جس کے تصور سے بھی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ دوسری طرف اصلاح انتہائی مایوس کن ہے۔ اس

www.ahnafmedia.com

لیے کہ گزشتہ تیس سالہ تجربات نے اصلاح کی صورت سے مایوس بنا دیا ہے موجودہ صورت کا علاج ہماری نگاہ میں حسب ذیل ہے :

(الف) : تمام امت اسلامیہ پاکستان کے باشندے یوم توبہ و انابت منائیں' انفرادی و اجتماعی طور پر "یوم توبہ" مقرر کر کے صلاۃ الحاجت پڑھیں اور اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگیں کہ :

" اے اللہ! ہم گناہ گار اور بدکار ہیں ہم اپنے گناہوں اور تقصیرات سے توبہ کرتے ہیں ہمیں معاف فرما اور اس غضب آلود زندگی سے نجات عطا فرما کر رحمت انگیز حیات طیبہ نصیب فرما اور اس ملک و قوم پر رحم فرما کر صالح قیادت ہمیں نصیب فرما اور جو بزرگوں کو ہم نے گالیاں دی ہیں اور ان کی توہین کی ہے اور تیرے اولیاؑ صالحین و اتقیاؑ امت کی توہین و تحقیر کی ہے ہمیں معاف فرما اور آج بھی جن کی پاکیزہ روحوں کو ایذا دیتے ہیں اے اللہ ہمیں معاف فرما اور اے اللہ پورے تیس سال پاکستان کے بیت گئے اس دوران ہم نے جو بداعمالیاں کی ہیں اور تیرے غضب کو دعوت دینے والی جو زندگی اختیار کی ہے ہمیں معاف فرما اور صلاح و تقویٰ کی زندگی عطا فرما اور ہمیں اپنی رحمت کاملہ کا مستحق بنا"۔

الغرض ایک بات تو یہ ہے کہ اس طرح انفرادی و اجتماعی توبہ کر کے سابقہ زندگی پر ندامت کے ساتھ آئندہ صالح زندگی کا عزم کیا جائے۔

(ب) امت اسلامیہ پاکستان کے خواص و عوام دعوت و اصلاح کی

طرف توجہ کریں اور امت کی اصلاح کی علمی و عملی تدابیر اختیار کریں۔ اور آج کل تبلیغی جماعت کے طرز پر عموم کے ساتھ اس کی اصلاح کی تدبیروں میں لگ جائیں اور دینی فضا پیدا کرنے کی محنت کریں اور ہر شخص اپنی صلاحیت و فرصت کے مطابق ہمت و توجہ کرے"۔ (بینات اپریل ۷۷ء)

اور اپنے آخری اداریہ میں حضرتؒ نے تحریر فرمایا :

" ہم نے "بینات" کے صفحات پر بار بار ان حقائق کا واشگاف اظہار کیا ہے کہ خدا کے لیے اس ملک پر رحم کرو اور اللہ تعالیٰ کے غضب کو دعوت دینے والی زندگی سے توبہ کرو' موجودہ صورت حال اور دردناک حالات ہماری شامت اعمال کے نتائج ہیں جن کے ذریعہ ہم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے محروم ہو گئے۔ نہ جان محفوظ' نہ آبرو محفوظ' نہ مال محفوظ' بجائے روزافزوں ترقی کے روز افزوں قعرِ مذلت میں گرتے جا رہے ہیں بہرحال اس وقت اس کی ضرورت ہے کہ ہمارے واعظین اور خطبا و مقررین ان حقائق کو امت کے کانوں تک پہنچائیں اور ہمارے اخبارات و مجلات' ریڈیو ٹیلی ویژن وغیرہ ذرائع نشرواشاعت سے ان حقائق کو واضح کرائیں اور صحیح اسلامی معاشرت سے زندگی کے ثمرات و نتائج سے روشناس کرائیں اور اسلامی حکومتیں جن خطرناک غلطیوں سے دنیا کے صفحے سے مٹ گئی ہیں ان کی عبرت ناک داستانیں سنائیں اور بتلائیں کہ مسلمانوں پر من حیث القوم خدا فراموش زندگی کبھی راست نہیں آئی اور ظلم و کبر اور بربریت کے ساتھ کوئی حکمران بھی اس کے برے عواقب

www.ahnafmedia.com

نے بچ نہیں سکتا اور حق تعالیٰ کی حکمت و مصلحت سے آخرت سے پہلے بھی ان مجرموں کو دنیا میں بھی سزا مل جاتی ہے۔ آخر پاکستان کے اندر ہی کیا کوئی مرقع عبرت نہیں؟ آخر سکندر مرزا' غلام محمد اور ایوب خان کا حشر کیا ہوا؟۔ اور "قائد عوام" کا حشر اب دنیا دیکھ رہی ہے اور مزید دیکھ لے گی"۔

ان دو گناہوں کے علاوہ نعمت اسلام کی جس قدر بے قدری و بے اعتنائی کی گئی اور نفاذ اسلام کے سلسلہ میں جو منافقانہ کردار ادا کیا گیا وہ بجائے خود غضب الٰہی کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ الغرض جب تک ان گناہوں سے (اور ان کے علاوہ بقیہ تمام گناہوں سے) توبہ نہیں کی جاتی جب تک انابت الی اللہ کا راستہ اختیار نہیں کیا جاتا اصلاح احوال کی کوئی توقع نہیں۔ مصلحین امت اور زعمائے ملت کا فرض ہے کہ وہ فوری طور پر اس طرف متوجہ ہوں۔ حق تعالیٰ شانہ ہم پر رحم فرمائیں۔

اللھم انا نعوذ برضاک من غضبک وبمعافاتک من عقوبتک ونعوذبک منک لا نحصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک اللھم انا نعوذبک من درک الشقاء وسوء القضاء وشماتۃ الاعداء وصلی اللہ تعالیٰ علی خیرخلقہ صفوۃ البریۃ وعلی آلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین الی یوم الدین۔

(محرم الحرام ۱۴۱۰ھ)

بدامنی کے اسباب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ' اما بعد:

سندھ کے حالات ایک عرصہ سے مخدوش چلے آتے ہیں' نامعلوم افراد کی طرف سے مسلح ڈکیتی' اغوا' قتل اور دہشت گردی کی لہریں وقفہ وقفہ سے اٹھتی ہیں' اور کچھ عرصہ کے لئے امن و امان کو تاراج کر جاتی ہیں۔ حکومت کرفیو اور فوجی گشت کے ذریعہ ان لہروں سے نمٹتی ہے' عوام چند دن سکون کا سانس لیتے ہیں کہ ایک نئی لہر اٹھتی ہے جو معمول کی زندگی کو معطل کر جاتی ہے۔ گزشتہ دنوں حیدر آباد اور کراچی میں دہشت گردی' شہریوں کے قتل عام اور فتنہ و فساد کی جو لہر آئی اس نے صوبہ کو خانہ جنگی کی آگ میں جھونک دیا ہے' اور اربابِ اقتدار بھی صوبہ سندھ کے حالات کو سابق مشرقی پاکستان کے حالات سے تشبیہ دینے پر مجبور ہو گئے ہیں' اب پھر کرفیو اور فوج کی مدد سے امن بحال کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ لیکن شہریوں کے جان و مال کے تحفظ کی ذمہ داری قبول کرنے سے اربابِ اقتدار عاجز اور بے بس نظر آتے ہیں' اناللہ وانا الیہ راجعون۔

ان ناگفتہ بہ حالات کے ظاہری اسباب کچھ بھی ہوں' لیکن ان کا اصل سبب ہماری شامتِ اعمال ہے۔ قرآن و سنت کے نصوص ناطق ہیں کہ کسی قوم کی اجتماعی نافرمانیوں اور بدکاریوں کا پیمانہ جب لبریز ہو جاتا ہے تو حق تعالیٰ شانہ کی جانب سے ان کی گوشمالی کی جاتی ہے۔

www.ahnafmedia.com

ایک جگہ ارشاد ہے :

"وضرب اللہ مثلا قریۃ کانت آمنۃ مطمئنۃ یاتیھا رزقھا رغدا من کل مکان فکفرت بانعم اللہ فاذاقھا اللہ لباس الجوع والخوف بما کانوا یصنعون۔" (النحل، ۱۱۲)

ترجمہ :"اور اللہ تعالیٰ ایک بستی والوں کی حالت عجیبہ بیان فرماتے ہیں کہ وہ امن و اطمینان میں تھے۔ ان کے کھانے پینے کی چیزیں بڑی فراغت سے ہر چہار طرف سے ان کے پاس پہنچا کرتی تھیں، سو انہوں نے خدا کی نعمتوں کی بے قدری کی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کو ان حرکات کے سبب ایک محیط قحط اور خوف کا مزہ چکھایا"۔

(ترجمہ حضرت تھانویؒ)

دوسری جگہ ارشاد ہے :

وما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم ویعفو عن کثیر۔ (الشوریٰ، ۳۰)

ترجمہ :"اور تم کو (اے گنہ گارو) جو کچھ مصیبت پہنچی ہے تو وہ تمہارے ہاتھوں کے کئے ہوئے کاموں سے (پہنچتی ہے) اور بہت سے تو درگزر ہی کر دیتا ہے"۔

(ترجمہ حضرت تھانویؒ)

ایک اور جگہ ارشاد ہے :

واذا اردنا ان نھلک قریۃ امرنا مترفیھا ففسقوا فیھا فحق علیھا القول فدمرنھا تدمیرا۔ (بنی اسرائیل، ۱۶)

ترجمہ :"اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو اس کے خوش عیش لوگوں کو حکم دیتے ہیں۔ پھر (جب) وہ لوگ وہاں شرارت مچاتے ہیں تو ان پر حجت تمام ہو جاتی ہے پھر ہم اس بستی کو تباہ اور غارت کر ڈالتے ہیں"۔

(ترجمہ حضرت تھانویؒ)

نیز ارشاد ہے :

قل ھو القادر علیٰ ان یبعث علیکم عذابا من فوقکم اومن تحت ارجلکم اویلبسکم شیعا ویذیق بعضکم باس بعض انظر کیف نصرف الآیت لعلھم یفقھون۔ (الانعام، ۶۵)

ترجمہ :"آپؐ کہیے کہ اس پر بھی وہی قادر ہے کہ تم پر کوئی عذاب تمہارے اوپر سے بھیج دے یا تمہارے پاؤں تلے سے یا کہ تم کو گروہ گروہ کر کے سب کو بھڑا دے اور تمہیں ایک دوسرے کی لڑائی چکھا دے آپؐ دیکھئے تو سہی! ہم کس طرح دلائل مختلف پہلوؤں سے بیان کرتے ہیں شاید وہ سمجھ جاویں۔"

(ترجمہ حضرت تھانویؒ)

نیز ایک اور جگہ ارشاد ہے :

ولو ان اھل القریٰ آمنوا واتقوا لفتحنا علیھم برکات من السمآء والارض ولکن کذبوا فاخذنھم بما کانوا یکسبون۔

(الاعراف، ۹۶)

www.ahnafmedia.com

ترجمہ: "اور اگر ان بستیوں کے رہنے والے ایمان لے آتے اور پرہیزگاری کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکتیں کھول دیتے لیکن انہوں نے تو (پیغمبروں کی) تکذیب کی تو ہم نے (بھی) ان کے اعمال (بد) کی وجہ سے ان کو پکڑ لیا"۔

(ترجمہ حضرت تھانویؒ)

یہ چند آیات شریفہ بطور نمونہ ذکر کی ہیں' ورنہ یہ مضمون قرآن کریم میں بہت کثرت کے ساتھ آیا ہے' اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس مضمون کو بہت اہتمام کے ساتھ ارشاد فرمایا ہے کہ گناہوں کی کثرت عذاب عام کا سبب بن جاتی ہے:

عن زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا قالت قلت یا رسول اللہ! انھلک وفینا الصالحون؟ قال نعم اذا کثر الخبث

(صحیح بخاری ص ۱۰۴۶ ج ۲' صحیح مسلم ص ۳۸۸ ج ۲)

ترجمہ: "ام المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا ہم ایسی حالت میں بھی ہلاک کر دیئے جائیں گے جب کہ ہم میں نیک لوگ موجود ہوں گے؟ فرمایا' ہاں! جب (گناہوں کی) گندگی زیادہ ہو جائے گی۔"

اس وقت ہمارے معاشرے میں گناہوں کی کثرت کا جو عالم ہے وہ کسی بیان و وضاحت کا محتاج نہیں' ایسا لگتا ہے کہ گویا پورا معاشرہ گناہوں کی زندگی میں ڈوبا ہوا ہے۔ ستم بالائے ستم یہ کہ اس حالت پر نہ کسی کو افسوس اور ندامت ہے' نہ گناہ کا ارتکاب کرنے والوں کے دل میں کوئی جھجک و شرم باقی رہی ہے۔ جن گناہوں میں

اس وقت ہم مبتلا ہیں ان کی چند قسمیں ہیں۔

پہلی قسم ان گناہوں کی ہے جن کو ہم واقعۃً گناہ سمجھتے ہیں' ان سے نفرت بھی کرتے ہیں' ان سے بچنے کا اہتمام بھی کرتے ہیں' لیکن ان کے معاملے میں دو کوتاہیاں عام و خاص میں سرایت کر چکی ہیں' ایک یہ کہ اگر ایسا گناہ ہم سے سرزد ہو جائے تو توبہ و استغفار کا جیسا اہتمام ہونا چاہئے وہ ہم نہیں کرتے' ظاہر ہے کہ جب بندے عام گناہوں میں ایسے مبتلا ہو جائیں کہ ان کی گندگی سے زمین بھر جائے اور بندوں کی توبہ و استغفار آسمان پر نہ پہنچے تو غضب الٰہی جوش میں آتا ہے' دوسری کوتاہی اس سلسلہ میں یہ ہو رہی ہے کہ ہم میں سے کچھ لوگ خود تو گناہوں سے بچنے کا اہتمام کرتے ہیں مگر جو لوگ گناہوں میں مبتلا ہیں ان کو گناہوں سے نکالنے اور بچانے کی کسی کو بھی فکر نہیں' یہ ایک ایسی غلطی ہے جو عام ذہنوں میں رچ بس گئی ہے' یہی وجہ ہے کہ معاصی روز بروز بڑھ رہے ہیں' لیکن ان سے روک تھام کرنے کا اہتمام نہیں' جو گناہ پہلے چھپ کر کئے جاتے تھے وہ اب کھلے بندوں کئے جاتے ہیں' ظاہر ہے کہ اگر کہیں آگ لگی ہو اور اس کو بجھانے والا کوئی نہ ہو تو وہ آگ پھیلتی جائے گی' بالآخر پوری بستی کو راکھ کے ڈھیر میں تبدیل کر دے گی۔ کچھ یہی حال اس وقت ہمارے معاشرے کا ہو رہا ہے۔ گناہوں کی آگ سے ایمان کی بستیاں جل رہی ہیں۔ لیکن علمائے کرام' مشائخ عظام' دیندار اور پاکباز حضرات کی طرف سے اس آگ کے بجھانے کا کوئی اہتمام نہیں' اور یہ صورتحال آسمان سے نزول عذاب کا سبب بن رہی ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

عن النعمان بن بشیر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مثل المدھن فی حدود اللہ والواقع فیھا مثل قوم استھموا سفینۃ فصار بعضھم فی اسفلھا

www.ahnafmedia.com

وصاربعضهم فی اعلاها فکان الذی فی اسفلها یمر بالماء علی الذین فی اعلاها فتاذوا به فاخذ فاسا فجعل ینقر اسفل السفینة فاتوه فقالوا مالک قال تاذیتم بی ولا بدلی من الماء فان اخذوا علی یدیه انجوه ونجوا انفسهم وان ترکوه اهلکوه واهلکوا انفسهم۔

(رواہ البخاری' مشکوۃ ص ۴۳۶)

ترجمہ :"حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حدود الٰہیہ میں سستی اور نرمی کرنے والوں اور حدود الٰہیہ کو توڑ کر (گناہوں کا ارتکاب) کرنے والوں کی مثال ایسی ہے کہ کچھ لوگ ایک کشتی میں بیٹھے' اور کشتی میں (نشستوں کے تعین کے لئے) قرعہ ڈالا' چنانچہ ان میں سے کچھ لوگ کشتی کی بالائی منزل میں بیٹھے' اور کچھ نیچے کی منزل میں' جو لوگ نیچے کی منزل میں تھے وہ پانی لینے کے لئے اوپر کی منزل میں جاتے تھے' جس کی وجہ سے اوپر کی منزل والوں کو ایذا ہوتی تھی' پس نیچے کی منزل والے نے کلہاڑا لے کر کشتی کے نچلے حصہ میں سوراخ کرنا شروع کر دیا۔ اوپر کی منزل والے اس کے پاس آئے اور کہا ایسا کیوں کر رہے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ بھئی میرے اوپر آنے جانے سے آپ حضرات کو تکلیف ہوتی ہے اور مجھے بہرحال پانی کی ضرورت ہے۔ (اس لئے میں نے سوچا کہ کشتی کے نیچے سوراخ کر لوں تاکہ یہیں سے پانی لے لیا کروں) اب اگر یہ لوگ

اس سوراخ کرنے والے کا ہاتھ پکڑ لیں (اور اسے سوراخ کرنے سے باز رکھیں) تو اس کو بھی بچالیں گے' اور خود بھی بچ جائیں گے' اور اگر اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیا (کہ سوراخ کرتا ہے تو کرتا پھرے) تو اس کو بھی ڈبو دیں گے اور خود بھی ڈوب جائیں گے"۔

اس حدیث میں سمجھایا گیا ہے کہ پورا معاشرہ ایک ہی کشتی میں سوار ہے۔ جب یہ کشتی معاصی کے سوراخوں کی وجہ سے ڈوبے گی تو صرف گنہ گار غرق نہیں ہوں گے بلکہ یہ کشتی نیک و بد کو لے کر ڈوبے گی۔

ابوداؤد' ترمذی اور ابن ماجہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایک خطبہ منقول ہے :

عن قیس بن ابی حازم رضی اللہ عنہ قال قال ابوبکر' بعد ان حمد اللہ واثنی علیہ یا ایها الناس' انکم تقرؤون هذه الاٰیة وتضعونها علی غیر موضعها' "یا ایها الذین آمنوا علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اهتدیتم" (المائدۃ ۱۰۵)' و انا سمعنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان الناس اذا راوا الظالم فلم یاخذوا علی یدیه' اوشک ان یعمهم اللہ بعقاب' وانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول "ما من قوم یعمل فیهم بالمعاصی' ثم یقدرون علی ان یغیروا ولا یغیرون' الا یوشک ان یعمهم اللہ بعقاب"۔ (ابوداؤد ص ۲۴۰ ج ۲' ترمذی ص ۳۹ ج ۲' مشکوۃ ص ۴۳۶)

www.ahnafmedia.com

ترجمہ: "قیس ابن ابی حازمؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا' اس میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد فرمایا: لوگو! تم یہ آیت پڑھتے ہو' "اے ایمان والو! تم اپنے نفسوں کو لازم پکڑو' تم کو نقصان نہیں دے گا وہ شخص جو گمراہ ہوجائے' جب کہ تم ہدایت پر رہو۔" (المائدہ ر۱۰۵) اور تم اس آیت کا مفہوم غلط لیتے ہو (کہ ہم پر دوسروں کو گناہوں سے روکنا ضروری نہیں' بس اپنی فکر کرنی چاہئے) حالانکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے خود سنا ہے کہ لوگ جب ظالم کو ظلم کرتے دیکھیں اور اس کا ہاتھ نہ پکڑیں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو عذاب عام میں مبتلا کردیں۔ اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بھی فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس قوم میں گناہ کئے جائیں اور وہ روکنے پر قادر بھی ہوں اس کے باوجود نہ روکیں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو عذاب عام میں پکڑلیں"۔

ابوداؤد اور ترمذی میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے:

عن عبد اللہ قال:قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:ان اول ما دخل النقص علی بنی اسرائیل:انہ کان الرجل یلقی الرجل فیقول لہ:یا ھذا اتق اللہ' ودع ما تصنع' فانہ لا یحل لک' ثم یلقاہ من الغد وھو علی حالہ' فلا یمنعہ ذلک ان یکون اکیلہ وشریبہ وقعیدہ' فلما فعلوا ذلک' ضرب اللہ قلوب بعضھم ببعض۔ ثم قال:"لعن الذین کفروا من بنی اسرائیل

علی لسان داود و عیسیٰ بن مریم' ذلک بما عصوا وکانوا یعتدون۔ کانوا لا یتناھون عن منکر فعلوہ' لبئس ما کانوا یفعلون۔ تری کثیرا منھم یتولون الذین کفروا لبئس ما قدمت لھم انفسھم" الی قولہ"فاسقون" (المائدہ ر۷۸-۸۱) ثم قال:کلا واللہ' لتامرون بالمعروف ولتنھون عن المنکر' ولتاخذن علی ید الظالم' ولتاطرنہ علی الحق اطرا' اولتقصرنہ علی الحق قصرا۔ وفی روایۃ"اولیضربن اللہ بقلوب بعضکم بعض' ثم لیلعننکم کما لعنھم"۔ (ھذہ روایۃ ابی داود)۔

وروایۃ الترمذی قال:قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم"لما وقعت بنو اسرائیل فی المعاصی' نھتھم علماؤھم' فلم ینتھوا' فجالسوھم فی مجالسھم' واکلوھم وشاربوھم' فضرب اللہ قلوب بعضھم ببعض' ولعنھم علی لسان داود وعیسیٰ بن مریم ذلک بما عصوا' وکانوا یعتدون' فجلس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکان متکئا' فقال:"لا والذی نفسی بیدہ' حتی تاطروھم علی الحق اطرا۔

(ابوداؤد ص ۴۳۰ ج ۲' ترمذی ۱۳۰ ج ۲' مشکوٰۃ ص ۴۳۸' جامع الاصول ص ۳۲۷ ج ۱)

www.ahnafmedia.com

ترجمہ" :"حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل میں سب سے پہلا تنزل یہ داخل ہوا کہ ایک شخص دوسرے شخص سے ملتا اور اس کو گناہ کرتے ہوئے دیکھتا تو اس کو اس گناہ سے منع کرتا کہ یہ تیرے لئے حلال نہیں' پھر اگلے دن ملتا تو دیکھتا کہ وہ بدستور گناہ میں مبتلا ہے۔ اس کے باوجود اس کے ساتھ خوردونوش اور نشست و برخاست جاری رکھتا۔ پس جب انہوں نے ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ نے سب کے دلوں کو ایک جیسا کر دیا' پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت شریفہ تلاوت فرمائی: "لعن الذین کفروامن بنی اسرائیل سے فاسقون تک (المائدہ ۷۸۔۸۱) پھر فرمایا' ہرگز نہیں' اللہ کی قسم! تمہیں نیکی کا حکم کرنا ہوگا۔ برائی سے روکنا ہوگا' ظالم کا ہاتھ پکڑنا ہوگا اور اسے قبول حق پر مجبور کرنا ہوگا۔ ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کو بھی ایک دوسرے کے مشابہ کر دیں گے' اور پھر تم پر بھی اسی طرح لعنت کریں گے جس طرح بنی اسرائیل پر لعنت فرمائی تھی"۔

اور ترمذی کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جب بنو اسرائیل گناہوں میں مبتلا ہوئے تو ان کے علما نے ان کو روکا لیکن وہ باز نہ آئے' تب بھی ان کے علما نے ان مجرموں کے ساتھ کھانا پینا اور اٹھنا بیٹھنا جاری رکھا' پس اللہ تعالیٰ نے سب کے دلوں کو ایک دوسرے کے مشابہ کر دیا اور حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی زبان سے ان پر لعنت فرمائی' کیونکہ

وہ (بنی اسرائیل) نافرمان تھے اور حد سے نکل نکل جاتے تھے' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ بات ارشاد فرمائی اس وقت ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ پھر سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔ اور فرمایا! نہیں قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے (تم معذور قرار نہیں دیئے جا سکتے' اور عذاب الٰہی سے نہیں بچ سکتے) یہاں تک کہ تم ان (گنہ گاروں) کو حق پر مجبور کرو"۔

عن حذیفة رضی اللہ عنه عن النبی صلی اللہ علیه وسلم قال والذی نفسی بیده لتامرن بالمعروف ولتنهون عن المنکر اولیوشکن اللہ ان یبعث علیکم عذابا منه فتدعونه فلا یستجیب لکم۔

(ترمذی ص۳۹ ج۲)

ترجمہ:"حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، تمہیں نیکی کا حکم کرنا ہوگا اور برائی سے روکنا ہوگا، ورنہ کچھ بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ تم پر کوئی عذاب نازل فرمائیں، پھر تم اللہ سے اس عذاب کے ٹلنے کی دعائیں بھی کرو گے تو قبول نہ ہوں گی۔"

ابوداؤد اور ابن ماجہ میں حضرت جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے :

عن جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنه قال:سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یقول:"ما من رجل

www.ahnafmedia.com

یکون فی قوم یعمل فیهم بالمعاصی یقدرون علی ان یغیروا علیه ولا یغیرون الا اصابهم الله منه بعقاب قبل ان یموتوا"

(ابوداؤد ص ۲۴۰ ج ۲، ابن ماجہ ص ۲۸۹، مشکوۃ ص ۴۳۷)

ترجمہ :"حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے خود سنا ہے کہ جو شخص بھی کسی ایسی قوم میں ہو جن کے اندر گناہ کئے جاتے ہوں اور ان کے روکنے پر قادر ہو اس کے باوجود نہ روکے تو اللہ تعالیٰ ان سب کو ان کی موت سے پہلے عذاب عام میں مبتلا کر کے چھوڑیں گے"۔

ان احادیث شریفہ سے واضح ہے کہ عذاب الٰہی سے بچنے کے لئے خود نیک ہونا کافی نہیں بلکہ بشرط قدرت گنہ گاروں کو گناہوں سے باز رکھنا، ظالموں کا ہاتھ روکنا اور انہیں قبول حق پر مجبور کرنا بھی ضروری ہے۔ کیونکہ گناہگاروں کا بغیر روک ٹوک کے گناہ کرنا پورے معاشرے کا اجتماعی جرم ہے، جس پر اجتماعی عذاب و وبال نازل ہوتا ہے حق تعالیٰ شانہ، ہمیں معاف فرمائے آج کم و بیش ہم سبھی اجتماعی جرم کے مرتکب ہیں۔

گناہ کی دوسری قسم ان گناہوں کی ہے جن کو گناہ ہی نہیں سمجھا جاتا نہ ان پر کسی کو ندامت ہے اور نہ ان سے توبہ و استغفار کی ضرورت محسوس کی جاتی ہے۔ جب آدمی گناہ کو گناہ ہی نہ سمجھے تو اس پر ندامت اور توبہ و استغفار کا کیا سوال؟۔

اپنے معاشرے پر نظر ڈال کر دیکھئے بے شمار کبیرہ گناہ ایسے نظر آئیں گے جن کو

گناہ ہی نہیں سمجھا جاتا۔ بلکہ نفس کی حیلہ تراشیوں سے ان کو حلال کر لیا جاتا ہے، کیا کسی کے ذہن میں ہے کہ ڈاڑھی منڈانا اور کٹانا بھی حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔ جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شدید نفرت کا اظہار فرمایا ہے۔ کیا کسی کے ذہن میں ہے کہ عورتوں کا مردوں کی مشابہت کرنا اور مردوں کا عورتوں کی مشابہت کرنا حرام اور گناہ کبیرہ ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر لعنت فرمائی ہے؟ کیا آج رشوت کو "مجبوری" کا نام دے کر حلال نہیں کر لیا گیا، اور کیا سود کو "منافع" کے نام سے جائز قرار نہیں دے لیا گیا؟ کیا قمار اور جوئے کو انعامی اسکیموں کے ذریعے سے مباح نہیں کر لیا گیا؟

یہ اور اس قسم کے سینکڑوں کبیرہ گناہ، جو معاشرے میں پھیل چکے ہیں کیا کسی کے ذہن میں ان کی قباحت باقی رہی ہے؟ اور کیا ان کبیرہ گناہوں کے مرتکب اپنے آپکو مجرم اور گناہگار سمجھتے ہیں؟ نہیں! بلکہ وہ ان تمام کبائر کا ارتکاب کرنے کے باوجود معاشرے میں معزز سمجھے جاتے ہیں، اور ان کے گوشۂ خیال میں بھی کبھی یہ بات نہیں آتی کہ ہم کسی جرم کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ صحیح بخاری شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کا ارشاد مروی ہے:

انکم لتعملون اعمالا هی ادق فی اعینکم من الشعر کنا نعدها علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم من الموبقات یعنی المهلکات۔

(مشکوۃ ص ۴۵۸)

ترجمہ :"تم لوگ بہت سے اعمال ایسے کرتے ہو جو تمہاری نظر میں بال سے زیادہ باریک ہیں (یعنی ان کو معمولی سمجھتے ہو)۔ لیکن ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ان کو ہلاک

www.ahnafmedia.com

کرنے والے گناہ سمجھتے تھے"۔

تیسری قسم ان گناہوں کی ہے جن کو لوگ کوئی عیب اور برائی ہی نہیں سمجھتے اور یہ خدا اور رسولؐ سے صریح بغاوت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جس چیز کو اچھائی اور نیکی فرمایا ہو اس کو برائی سمجھنا اور جس چیز کو برائی اور گناہ فرمایا ہو اس کو اچھائی اور نیکی سمجھنا گویا خدا اور رسول کے خلاف اعلان بغاوت ہے۔ اس قسم کے گناہوں کی بھی ہمارے معاشرہ میں بڑی کثرت ہے۔ بہت سی برائیاں معاشرے میں پھیلی ہوئی ہیں لیکن لوگ مسخ فطرت کی وجہ سے ان کو اچھائی سمجھ کر ان پر فخر کر رہے ہیں۔ اور بہت سی اچھائیاں مٹ رہی ہیں اور لوگ ان کے کرنے والوں کو لائق نفرت سمجھتے ہیں' کل ہی میرے ایک دوست بتا رہے تھے کہ شلوار کے پائنچے ٹخنوں سے اوپر دیکھ کر نوجوان ان پر آوازے کس رہے تھے۔ "کیوں میاں! کیچڑ میں چل رہے ہو' کہ پائنچے اوپر اٹھا رکھے ہیں؟"۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے :

ازرة المومن الی انصاف ساقیه لا جناح علیه فیما بینه وبین الکعبین' وما اسفل من ذالک ففی النار۔ قال ذالک ثلثا"۔

(رواہ ابوداؤد و ابن ماجہ' مشکوٰۃ ص ۳۷۴)

ترجمہ :"مومن کی لنگی (شلوار' پاجامہ) آدھی پنڈلی تک ہونا چاہئے' اگر آدھی پنڈلی اور ٹخنے کے درمیان رہے تب بھی اس پر کوئی گناہ نہیں۔ اور جو ٹخنوں سے نیچے ہو وہ دوزخ میں ہے۔ یہ بات آپؐ نے تین بار ارشاد فرمائی"۔

ملاحظہ فرمایئے جس فعل پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوزخ کی وعید

فرمائی ہے' آج ہمارا ممسوخ الفطرت معاشرہ اس گناہ کے چھوڑنے پر مذاق اڑا رہا ہے۔

امام عبداللہ بن المبارکؒ نے کتاب الرقائق میں یہ روایت اپنی سند کے ساتھ ذکر فرمائی ہے :

"عن موسیٰ بن ابی عیسیٰ المدینی رحمه الله قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم کیف بکم اذا فسق فتیانکم وطغی نساءکم؟ قالوا: یا رسول الله وان ذالک لکائن؟ قال: نعم واشد منه، کیف بکم اذا لم تامروا بالمعروف وتنهوا عن المنکر؟ قالوا: یا رسول الله وان ذالک لکائن؟ قال: نعم واشد منه، کیف بکم اذا رایتم المنکر معروفًا والمعروف منکرًا۔" (کتاب الرقائق لابن مبارک ص ۴۸۳)

ترجمہ :"موسیٰ بن ابی عیسیٰ مدینی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تمہارے نوجوان بدکار ہو جائیں گے' اور تمہاری لڑکیاں اور عورتیں تمام حدود پھلانگ جائیں گی؟ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا ایسا بھی ہوگا؟ فرمایا : ہاں اور اس سے بھی بڑھ کر' اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب نہ تم بھلائی کا حکم کرو گے نہ برائی سے منع کرو گے؟ صحابہؓ نے عرض کیا : یا رسول اللہ! کیا ایسا بھی ہوگا؟ فرمایا ہاں' اور اس سے بھی بدتر' اس وقت تم پر کیا گزرے گی جب تم برائی کو بھلائی اور بھلائی کو برائی سمجھنے لگو گے"۔

اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جن چیزوں کو نیکی او

www.ahnafmedia.com

اچھائی فرمایا' جب قوم ان کو برائی سمجھنے لگے اور جن چیزوں کو برائی فرمایا جب ان کو اچھا سمجھا جانے لگے تو انصاف کیجئے کیا ایسی قوم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی حیثیت سے جینے کا حق ہے؟

تیسری قسم کے یہ گناہ جن کو گناہ نہیں سمجھا جاتا' بلکہ ان پر فخر کیا جاتا ہے۔ ان کی ایک مثال عورت کی سربراہی کا مسئلہ ہے' جو باجماع امت ناجائز و حرام ہے اور حدیث شریف میں اس کی سزا قوم کی ناکامی و نامرادی بیان فرمائی گئی ہے :

"لن یفلح قوم ولوا امرھم امراۃ۔"

(صحیح بخاری ص ۶۳۶ ج ۱)

ترجمہ :"وہ قوم ہرگز کامیاب و کامران نہ ہو گی جس نے اقتدار عورت کے سپرد کر دیا"۔

اور فرمایا گیا ہے کہ ایسی حالت میں زمین کا پیٹ تمہارے لئے زمین کی پشت سے بہتر ہے :

"اذا کان امراء کم خیارکم واغنیاء کم سمحائکم وامورکم شوریٰ بینکم فظھر الارض خیرلکم من بطنھا۔ واذا کان امراء کم شرارکم و اغنیاء کم بخلائکم وامورکم الی نساء کم فبطن الارض خیرلکم من ظھرھا۔"

(ترمذی ص ۵۱' ج ۲' مشکوٰۃ شریف ۴۵۹)

ترجمہ :"جب تمہارے حکّام تم میں سب سے بہتر ہوں' تمہارے مالدار سخی ہوں اور تمہارے معاملات باہمی مشورے سے طے پائیں تو تمہارے لئے زمین کی پشت زمین کے پیٹ سے بہتر ہے' اور جب تمہارے حکام برے لوگ ہوں' تمہارے مالدار بخیل ہوں اور

تمہارے معاملات عورتوں کے سپرد ہوں تو تمہارے لئے زمین کا پیٹ اس کی پشت سے بہتر ہے"۔

لیکن ہمارے یہاں بڑی جرات سے ایک جوان عورت کو' جس کے باپ کا تجربہ قوم کو پہلے ہو چکا تھا' وزیر اعظم نامزد کیا گیا۔

میر بھی کیا سادہ ہیں بیمار پڑے جس کے سبب
اسی عطار کے بیٹے سے دوا لیتے ہیں

چار دانگ عالم میں اس پر فخر و مباہات کے شادیانے بجائے گئے' اس کو عورتوں کے حقوق کی فتح سے تعبیر کیا گیا' حدیث پیش کی گئی تو اس کا مذاق اڑایا گیا۔ ائمہ دین اور اکابر امت کا حوالہ دیا گیا تو اسے ملائیت کہا گیا۔ ابھی ڈیڑھ سال نہیں گزرا کہ ارشاد نبویؐ کے مطابق اس قوم کی ناکامی و نامرادی اور عدم فلاح کے مناظر سامنے آنے لگے' یہ فاتحہ ہے تو خاتمہ کیسا ہو گا؟ یہ آغاز ہے تو انجام کیا ہو گا؟ خدا خیر کرے۔ ولعذاب الآخرۃ اشد وابقیٰ۔ "اور بلاشبہ آخرت کا عذاب زیادہ سخت اور پائیدار ہے۔"

گناہوں کی اس تفصیل سے مقصود یہ عرض کرنا ہے کہ ہم پر مصائب و بلیات کے نزول کا اصل سبب یہ ہے کہ ہماری اجتماعی حالت اللہ تعالیٰ سے بغاوت کی طرف مائل ہے۔ معاشرے میں جو کبیرہ گناہ پھیلے ہوئے ہیں ان میں ۹۹ فیصد ایسے ہیں جن کو یا تو گناہ ہی نہیں سمجھا جاتا یا اگر ان کو گناہ سمجھتے بھی ہیں تو ان کو بڑی معمولی اور بڑی ہلکی چیز تصور کرتے ہیں' اس صورت حال کی اصلاح اسی صورت میں ممکن ہے جب کہ اس جہل کا علاج کیا جائے' اور گناہوں کو واقعۃً گناہ سمجھ کر ان پر ندامت کے ساتھ استغفار کیا جائے۔ نیز یہ کہ گناہوں میں مبتلا لوگوں کو گناہوں پر نہ ٹوکنا اور گناہوں کے معاملہ میں مداہنت کرنا بھی لائق استغفار جرم ہے۔ نیز یہ کہ جب تک

www.ahnafmedia.com

توبہ و استغفار کے ذریعے حق تعالیٰ شانہ سے سچے دل سے معافی نہ مانگی جائے تب تک دفع بلا کی دعائیں بھی سود مند نہیں۔ امام عبداللہ بن مبارک نے کتاب الرقائق میں درج ذیل حدیث نقل کی ہے جو ہم سب کے لئے لائق توجہ ہے :

"عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔۔۔ اراہ مرفوعا قال یاتی علی الناس زمان یدعوالمومن للجماعۃ فلا یستجاب لہ' یقول اللہ ادعنی لنفسک ولما یحزبک من خاصۃ امرک فاجیبک واما الجماعۃ فلا' انھم اغضبونی وفی روایۃ فانی علیھم غضبان۔"

(کتاب الرائق ص ۱۵۵' ۳۸۴)

ترجمہ :"حضرت انس رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : لوگوں پر ایک ایسا دور آئے گا کہ مومن' مسلمانوں کی جماعت کے لئے دعا کرے گا مگر قبول نہیں کی جائے گی' اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تو اپنی ذات کے لئے اور اپنی پیش آمدہ ضروریات کے لئے دعا کر' میں قبول کرتا ہوں' لیکن عام لوگوں کے حق میں قبول نہیں کروں گا' اس لئے کہ انہوں نے مجھے ناراض کر لیا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ میں ان سے ناراض ہوں"۔

ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین آمنوا ربنا انک رؤف رحیم۔ اللھم اغفرلنا وللمومنین والمومنات والمسلمین والمسلمات الاحیاء منھم والاموات'

انک سمیع قریب مجیب الدعوات' اللھم الف بین قلوب المومنین۔ اصلحھم واصلح ذات بینھم' واوزعھم ان یشکروا نعمتک التی انعمت علیھم وان یوفوا بعھدک الذی عاھدتھم علیہ الٰہ الحق آمین۔ اللھم اغفرلنا ماقدمنا ومااخرنا وما اسررنا وما اعلنا و ما انت اعلم بہ منا۔

بحرمۃ سید المرسلین وخاتم النبیین سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وعلٰی آلہ واصحابہ اجمعین۔

(بینات ذی قعدہ ۱۳۱۰ھ)

www.ahnafmedia.com

انگریز کی معنوی اولاد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ کفٰی وسلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی۔ اما بعد:

"اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں ہے کہ انگریزی زبان، جہاں ہمارے خطہ کی سائنسی و فنی ترقی کا ذریعہ بنی ہے وہاں اس زبان نے ہمارے عام مشرقی انداز فکر و نظر کو بھی منفی طور پر متاثر کیا ہے اور مغربی معاشرت سے متاثر ہونے والے طبقے کو جب "انگریز کی اولاد معنوی" قرار دیا جاتا ہے تو اس میں مبالغہ آرائی کا شائبہ تک موجود نہیں ہوتا۔ انگریزی زبان کی افادیت اپنی جگہ لیکن مغربی فکر سے مرعوبیت بالکل مختلف بات ہے جو بلاشبہ قابل مذمت ہے۔ ہمارے ہاں اس کا ایک بڑا ثبوت وہ انگریزی اخبارات بھی ہیں جو "انگلش پریس" کہلانے میں فخر محسوس کرتے ہیں اور غالباً اسی بنا پر مشرقی اور بعض دینی روایات سے انحراف یا ان کی مخالفت کو اپنا مشن سمجھ بیٹھے ہیں۔ خواتین کی جداگانہ یونیورسٹی کی تجویز لڑکیوں کے خصوصی کالجوں کے قیام کی مخالفت "انگلش پریس" کا طرۂ امتیاز رہا ہے حالانکہ یہ سوادِ اعظم کا مطالبہ ہے۔ اب میئر کراچی جناب افغانی نے کہیں کراچی میں لڑکیوں کے لئے میڈیکل کالج کے قیام کا ارادہ ظاہر کر دیا۔ اس پر "انگریزی روایات" کے عین مطابق مخالفت کی مہم شروع کرنے میں ایک دن کی مہلت دینا مناسب نہیں سمجھا گیا اس لئے کہ مخلوط تعلیم جاری رکھنا اور اسے فروغ دینا "انگریز کی اولاد معنوی" کا بنیادی فریضہ جو ہوا۔ حالانکہ پاکستانیوں کی بھاری اکثریت مخلوط نظام تعلیم کے حق میں نہیں۔ مگر مغرب پرست یعنی

سیکولر عناصر اس مسئلہ پر مفاہمت کیسے کر سکتے ہیں؟"۔

یہ روزنامہ نوائے وقت کراچی (۸ شعبان ۱۴۰۳ھ ۲۲ مئی ۱۹۸۳ء) کے ایک ادارتی شذرہ کا اقتباس ہے "انگریز کی معنوی اولاد کا اسلام اور اسلامی قدروں کی مخالفت کرنا اس طرز تعلیم کا فطری اور منطقی نتیجہ ہے۔ جسے لارڈ میکالے نے اس نظریہ کو بروئے کار لانے کے لئے رائج کیا تھا کہ :

> "ہمیں ایک ایسی جماعت بنانی چاہئے جو ہم میں اور ہماری کروڑوں رعایا کے درمیان ترجمانی کے فرائض انجام دے۔ اور یہ ایسی جماعت ہونی چاہئے جو خون اور رنگ کے اعتبار سے ہندوستانی ہو۔ مگر مذاق اور رائے اور سمجھ کے اعتبار سے انگریز ہو"۔

چنانچہ انگریز کی یہ معنوی اولاد محض رنگ و نسل کی وجہ سے مسلمان اور پاکستانی کہلاتی ہے۔ ورنہ اپنے ذوق و ادراک، اپنے فہم و شعور اور اپنی عقل و دانش کے اعتبار سے اپنے فرنگی آبا کی ترجمان ہے، اگر وہ اسلامی تعلیمات کے علی الرغم مخلوط تعلیم کی حمایت کرتی ہے تو یہ ان کی ذہنی افتاد کا عین تقاضا ہے۔ اور ہمارے نزدیک خواتین کو کالجوں اور یونیورسٹیوں کے چکر لگوانا بھی (خواہ ان کی تعلیم گاہیں الگ ہی کیوں نہ ہوں) انگریز کا متروکہ ورثہ ہے۔ جب شریعت نے خواتین کا میدان عمل ہی الگ رکھا ہے۔ اور انہیں معاشی بوجھ سے فارغ کر کے اولاد کی تعلیم و تربیت اور انسان سازی کا شعبہ ان کے سپرد کیا ہے تو ان کو سائنس، جغرافیہ اور دیگر مروجہ فنون کی تعلیم دینا اسلام کے مزاج سے کیا مناسبت رکھتا ہے؟ لڑکیوں کو انگریزی پڑھانے کا فیشن بھی انگریز کی سنت ہے، اور جو لوگ سنت رسول اللہ کو چھوڑ کر اس سنت فرنگ کو سینے سے چمٹائے ہوئے ہیں وہ بھی فی الجملہ انگریز کی اولاد معنوی کے زمرہ میں شامل ہیں۔

www.ahnafmedia.com

اسی کے ساتھ خواتین کے ورکنگ گروپ کی مندرجہ ذیل سفارش بھی ملاحظہ فرمالیجئے۔

"ملک میں آئندہ پنجسالہ منصوبے کے لئے خواتین کے ترقیاتی پروگراموں کے ورکنگ گروپ نے سفارش کی ہے کہ پاکستان میں گھریلو خواتین پر پردے کی پابندی ختم کر دی جائے۔ تاکہ انہیں تعلیم و تربیت اور فنی مہارت فراہم کر کے ملک کی مختلف ترقیاتی اسکیموں اور منصوبوں کے لئے سود مند بنایا جا سکے۔ ورکنگ گروپ کی سفارشات ۱۹۸۱ء کی مردم شماری کے تحت پیش کی گئی ہیں جس میں گھریلو خواتین کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ کسی پیداواری عمل میں مصروف نہیں ہیں"۔ (جنگ کراچی ۱۸ مئی ۱۹۸۳ء)

یہ خبر کسی لادین کمیونسٹ یا مغربی ملک کی نہیں، بلکہ چشم بددور "اسلامیہ جمہوریہ پاکستان" کی ہے اور یہ سفارش کسی فرد کی دماغی خرابی کی پیداوار نہیں۔ بلکہ "آئندہ پنج سالہ منصوبے کے لئے خواتین کے ترقیاتی پروگراموں کے ورکنگ گروپ" کی ہے جو نیم سرکاری ادارہ ہے۔ اور حکومت کے زیر سایہ کام کر رہا ہے۔ اور یہ سفارش، نہ یحییٰ خان کے دور کی ہے۔ نہ بھٹو صاحب کے دور کی، بلکہ آج کے مارشلائی دور کی ہے۔ جس میں اسلام اسلام کی رٹ لگاتے لگاتے زبانیں خشک ہو رہی ہیں۔

ع چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی؟

کراچی، اسلام آباد اور لاہور کی عریانی (جس کی وبا تدریجاً دوسرے بڑے چھوٹے شہروں میں پھیل رہی ہے) یورپ کی بے خدا تہذیب کو بھی شرما رہی ہے۔ گلی کوچوں مین حسن آوارہ کے نظارے، آرائش و نمائش کے مظاہرے اور جنون شباب کے

تماشے دکھائے جا رہے ہیں، بڑی بوڑھیوں سے لے کر عروسان نوخاستہ تک سربرہنہ، گریباں کشادہ، لباس عریانی میں ٹہل رہی ہیں۔ مردوں کے ہمدوش چل رہی ہیں۔ اسکولوں، کالجوں، یونیورسٹیوں میں اپنے ہمجولیوں کے ساتھ تعلیم حاصل کر رہی ہیں۔ دفتروں، کارخانوں اور بازاروں میں مردوں کے ساتھ بغیر کسی شرم و حیا کے کام کر رہی ہیں۔ لیکن شیطان کو اس عریانی و فحاشی پر بھی قناعت نہیں، وہ خواتین کے ورکنگ گروپ سے سرکاری سرپرستی میں سفارش کرا رہا ہے کہ "گھریلو خواتین پر سے پردہ کی پابندی ختم کر دینی چاہئے" ـــــ پاکستان میں خواتین کی عریانی دیکھ کر ہم تو آج تک یہی سمجھے تھے کہ اس ملک میں خواتین پر پردہ کی کوئی پابندی نہیں، اور نہ ملک میں ایسا کوئی قانون ہے کہ مسلمان کہلانے والی خواتین کو پردہ لازم ہے، ورنہ وہ مستوجب سزا ہوں گی۔ اور نہ کوئی ایسا قانون ہے کہ عورتیں گھروں سے باہر نکلیں تو ان پر اس قسم کے باپردہ لباس کی پابندی لازم ہو گی ـــــ الغرض اس ملک کی بدنصیب خواتین پر پردہ کی پہلے ہی سے کوئی پابندی نہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ کون سی پابندی ہے جس کے ختم کرنے کی سفارش ورکنگ گروپ نے کی ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ اخبارات میں اس سفارش کا ترجمہ انگریزی سے اردو میں صحیح نہیں کیا گیا۔ غالباً ان خواتین کے سرکاری گروپ نے سفارش کی ہو گی کہ ملک میں پردہ پر پابندی عائد کر دی جائے یعنی جس طرح مصطفیٰ کمال اتاترک نے قانوناً پردہ ممنوع قرار دے دیا تھا۔ اور اس دور میں کوئی ترکی خاتون باپردہ باہر نہیں نکل سکتی تھی۔

کچھ اسی قسم کے قانون کے نفاذ کی خواتین کے اس ورکنگ گروپ نے بھی سفارش کی ہو گی ـــــ اور ملک میں جس قسم کا نظام اسلام نافذ کیا جا رہا ہے، اس کے پس منظر میں اس قسم کی سفارش کوئی مستبعد چیز نہیں ـــــ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ موجودہ اسلامی نظام کی علمبردار حکومت ہی کے اشارۂ چشم و ابرو سے اس نیم سرکاری

www.ahnafmedia.com

ادارے نے یہ سفارش کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سربراہ مملکت سے لے کر کسی چھوٹے ذمہ دار افسر تک کسی نے بھی تو اس شیطانی سفارش پر کسی قسم کی کبیدگی و ناگواری کا اظہار نہیں فرمایا۔ گویا اس سفارش پر ارکان مملکت کا "اجماع سکوتی" ہے۔

منکرات کو دیکھ کر ان پر نکیر کرنا اہل علم کا فرض ہے' اگر نکیر نہ کی جائے تو شدید اندیشہ ہے کہ جو لوگ منکرات میں مبتلا ہیں ان کے ساتھ دوسرے لوگ بھی خدا کے عذاب کی لپیٹ میں آجائیں۔ اس لئے خواتین کے ورکنگ گروپ کے اس غلط بیان پر کراچی کے علما نے حسب ذیل بیان جاری کیا :

"گھریلو خواتین کو پردے کی پابندی سے آزاد کرنے کی ورکنگ گروپ کی سفارش پر کراچی کے جید علما مولانا مفتی ولی حسن ٹونکی' مولانا مفتی احمد الرحمن' شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان' مولانا محمد اسعد تھانوی' مولانا محمد اسفندیار خان' مولانا محمد ذکریا' مولانا محمد امجد تھانوی' نے ایک مشترکہ بیان میں اپنے ردعمل کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ آئندہ پانچ سالہ منصوبے کے لئے خواتین کے ترقیاتی پروگراموں کے ورکنگ گروپ کی سفارش نص قرآنی سے ارتداد ہے اور قرآنی احکام کا مذاق اڑا کر قہر خداوندی کو دعوت دینا ہے۔ علما نے کہا کہ اقتدار اعلیٰ' اللہ تعالیٰ کا ہے لہٰذا احکام قرآنی کا انکار اقتدار اعلیٰ سے سرکشی ہے اور دینی اصطلاح میں ارتداد ہے۔ علما نے مزید کہا کہ ورکنگ گروپ میں اسلام دشمن عناصر کو نکال باہر کیا جائے' اور ان کے خلاف شرعی عدالت میں مقدمہ چلا کر سزا دی جائے جنہوں نے عورتوں کو پردے سے بے نیاز کرنے (عریانی) کی سفارش

کی ہے۔ علما نے کہا کہ آوارگی و عریانی کو سونے کا پھندہ بنا کر عورت کے گلے میں ڈالا جا رہا ہے۔ علما نے مزید کہا کہ ورکنگ گروپ میں شامل خواتین مغرب زدہ ہیں۔ جن کی آنکھیں نیویارک' پیرس اور لندن کی مصنوعی چمک سے اندھی ہو چکی ہیں اور ان کو اس ملک کی عظیم مسلمان شرفا خواتین کی اکثریت کی نمائندگی کا کوئی اختیار نہیں اگر خواتین کے لئے سفارشات کی ضرورت ہے تو ملک کی باحیا' نیک' پردہ دار خواتین خانہ میں سے جن کی اکثریت ایک ہزار میں نو سو ننانوے ہے کی سفارشات حاصل کی جائیں۔ علما نے کہا کہ یہ ملک اسلام کے نام پر معرض وجود میں آیا تھا کہ اس میں صرف قرآن کا قانون نافذ ہوگا جس نے خواتین کو وہ مقام دیا ہے جس کا تصور کبھی نہیں کیا جا سکتا۔ علما نے صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ بیک وقت اسلام نافذ کریں اور نوکر شاہی سے نہ ڈریں اور اسلام دشمن عناصر کے خلاف قانونی کارروائی کر کے ان خفیہ ایجنٹوں کو بے نقاب کیا جائے جو آئے دن پاکستان کی نوکر شاہی کے ہاتھوں کھلونا بن کر قرآنی احکام کا مذاق اڑا رہے ہیں اور کبھی قانون شہادت کے متعلق شکوک و شبہات پیدا کر کے اور کبھی پردہ جیسے مقدس فریضہ سے مسلمانوں کو متنفر کر کے پاکستان کو الحاد و لادینیت کے شکنجہ میں جکڑنا چاہتے ہیں"۔

(روزنامہ جنگ کراچی ۲۲ مئی ۱۹۸۳ء)

www.ahnafmedia.com

پاکستان کے حالات اور ہماری سنگ دلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ اما بعد

کراچی کے حالات ایک عرصہ سے جس نہج پر چل رہے ہیں وہ محتاج بیان نہیں۔ "عیاں راچہ بیاں" یہ بظاہر خانہ جنگی کی صورت ہے یا یوں کہئے کہ یہاں ڈاکوؤں' لٹیروں' قاتلوں اور دہشت گردوں کا راج ہے' نہتے عوام ان کے ہاتھ میں یرغمال محض ان کے رحم وکرم پر جی رہے ہیں' امن وامان حکومت کے قبضہ سے باہر ہے' حکومتی ادارے عوام کی جان ومال کے تحفظ سے قاصر بلکہ عملاً مفلوج ہو کر رہ گئے ہیں' پولیس کے اہل کار یا تو دہشت گردوں کی سرپرستی کر رہے ہیں' یا جدید اسلحہ سے مسلح ہونے کے باوجود ان سے کنی کترانے میں عافیت محسوس کرتے ہیں' گویا شیخ سعدیؒ کے بقول :

"چہ حرام زادہ مردماں اند کہ سنگمارا بستہ و سگمارا کشادہ"۔

جہاں دس' بارہ' پندرہ بندے روزانہ قتل ہو رہے ہوں' ۱۵' ۲۰ گاڑیاں روزانہ چھین لی جاتی ہوں' چوری ڈکیتی کی وارداتیں بے تحاشا ہو رہی ہوں اور کسی شخص کو یہ اعتماد نہ ہو کہ وہ گھر سے دفتر اور دفتر سے گھر پہنچ بھی سکے گا یا نہیں؟ وہاں کی فضا پر خوف وہراس' غم واندوہ اور ذہنی جمود وتعطل کے سیاہ بادل کس حد تک چھائے ہوئے ہوں گے اس کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ الامان والحفیظ۔ اس کے باوجود ہمارے حکمران بڑے اطمینان سے بزعم خود داد حکمرانی دے رہے ہیں اور کبھی کبھی ترنگ میں فرماتے ہیں کہ دہشت گردی دم توڑ رہی ہے' اور دہشت گرد آخری ہچکیاں لے رہے ہیں' یعنی وہی مثل کہ "روم جلتا رہا' اور نیرو بنسری بجاتا رہا"۔

ان ناگفتہ بہ حالات کا ایک المناک پہلو یہ ہے کہ وہ عوام' جن کے سر سے یہ موج

خوں گزر رہی ہے' دیکھا یہ جارہا ہے کہ ان میں توبہ وانابت' اور دعا والتجا کی کیفیت نہیں۔ رجوع الی اللہ کی توفیق نہیں' بعض جگہ ائمہ مساجد نے قنوت نازلہ شروع کردی ہے' بہت سی مساجد میں ختم یاسین شریف کا اہتمام کیا جارہا ہے' اور بعض مساجد میں آیت کریمہ کا ورد شروع کیا گیا ہے' لیکن اہل کراچی کی عمومی فضا میں توجہ الی اللہ کے آثار نظر نہیں آتے۔ یہ قساوت قلبی اور سنگ دلی کی کیفیت مسلمانوں کے حق میں بڑی تشویشناک ہے۔ فواحش ومنکرات کا ارتکاب بے تکلف کیا جارہا ہے۔ ناؤ نوش کی محفلیں جم رہی ہیں' شادی بیاہ کے ہال سج رہے ہیں اور ان میں حسن عریاں کی نمائش' مرد وزن کا بے تکلف اختلاط اور دیگر خلاف شرع امور کا ارتکاب بغیر کسی احساس گناہ کے کیا جارہا ہے۔ قصہ مختصر یہ کہ قہر الٰہی کو کھینچنے والے اسباب کی فراوانی روز افزوں ہے۔ اور رحمت خداوندی کو متوجہ کرنے والے اعمال کا فقدان نظر آتا ہے۔ ان حالات میں ہماری تقدیر بدلے تو کیسے بدلے؟

اس ناکارہ نے ایک رسالہ "عصر حاضر' حدیث نبویؐ کے آئینے میں" کے نام سے مرتب کیا تھا۔ اس میں امام عبداللہ بن مبارکؒ کی کتاب "کتاب الزہد والرقائق" سے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث نقل کی گئی ہے کہ :

> "لوگوں پر ایک ایسا وقت آئے گا کہ مومن' عام لوگوں کے لئے دعا کرے گا تو قبول نہیں ہوگی' حق تعالیٰ شانہ فرمائیں گے کہ تو اپنی ذات کے لئے اور اپنی ذاتی ضرورت کے لئے دعا کر' میں سنوں گا' مگر عام لوگوں کے لئے نہیں' کیونکہ انہوں نے مجھے ناراض کرلیا ہے' (اور ایک روایت میں ہے کہ میں ان پر غضبناک (ناراض) ہوں)"۔

(عصر حاضر ص۴۱' کتاب الزہد والرقائق ص۱۵۵' ۳۸۴)

یہ ناکارہ ایک موقع پر اپنے شیخ ومربی شیخ الاسلام حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری قدس سرہ کی مجلس میں حاضر تھا' اس حدیث شریف کا ذکر آیا' میرے حضرت بنوریؒ نے اپنے مخصوص جلالی لہجہ میں فرمایا "یہ حدیث کہاں ہے؟" میں نے ابن مبارکؒ کی کتاب کا بتایا۔ تو حکم ہوا کہ کتاب لاؤ' اس ناکارہ نے کتاب پیش کردی' حضرتؒ اس حدیث کو پڑھ

www.ahnafmedia.com

کر خوب روئے' اور اہل محفل پر بھی رقت طاری ہوئی۔ ہمارے شیخ قطب عالم برکۃ العصر حضرت مولانا محمد زکریا مدنی نور اللہ مرقدہ بڑے درد سے فرمایا کرتے تھے کہ "افسوس! اب امت کے غم میں کوئی رونے والا بھی نہیں رہا"۔ یہ ناکارہ روسیاہ تمام اہل قلوب اور تمام مسلمان بھائیوں کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ ہمارے یہ تمام حالات حق تعالیٰ شانہ کی ذات عالی کے قہر وغضب کا مظہر ہیں۔ تمام حضرات متوجہ الی اللہ ہو کر بارگاہ الٰہی میں گڑگڑائیں' اور امت کے حق میں دعا والتجاء کریں۔ کیونکہ امت پس رہی ہے' اعدائے اسلام اس کی تکا بوٹی کر رہے ہیں' درندوں کی فوج در فوج اس کو چیرنے پھاڑنے اور نوچنے میں مصروف ہے۔ لیکن امت کے حال زار پر سیل اشک بہانے والی آنکھیں بہت کم ہیں اپنے فرقہ' اپنی جماعت' اپنے گروہ یا اپنے ذاتی غم میں گھلنے والے تو بہت ہیں لیکن وہ قلوب ناپید ہوتے جارہے ہیں جو امت کے غم میں ایسا گڑگڑائیں اور ایسا بلبلائیں کہ کریم آقا کو ان پر رحم آجائے' شاید کوئی زبان ایسی نہیں رہی جو امت کی حالت زار پر بارگاہ الٰہی میں دعا والتجاء اور آہ وفغاں سے شور محشر برپا کردے۔ آہ! یہ امت' جس کے سر پر "خیر امت" کا تاج رکھا گیا تھا آج اپنی جگہ طعمۂ اغیار بنی ہوئی ہے۔ اس کی حالت اس گلے کی سی ہے جس کو بھیڑیئے چیر پھاڑ کر رہے ہوں لیکن اس کا کوئی گلہ بان اور پاسبان نہ ہو۔

ترے محبوبؐ کی ہے یہ نشانی
مرے مولا نہ اتنی سخت سزادے

یا اللہ! ہم نے اپنی سیاہ کاریوں سے آپ کو ناراض کرلیا ہے' بلاشبہ ہمارے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے وہ ہمارے اعمال بد کا خمیازہ ہے۔ یا اللہ! ہم اپنے جرم کا اقرار کرتے ہوئے آپ سے رحم کی التجاء کرتے ہیں۔ یا اللہ! اگرچہ ہماری غفلت ومدہوشی اور بد عملی وسیاہ کاری اس سے سوا ہے لیکن آپ کی رحمت وعنایت بہرحال لامحدود ہے۔ یا اللہ! ہمارے جرائم ہماری صفت ہیں اور عفو ومغفرت آپ کی صفت ہے۔ یا اللہ! مخلوق کی صفات آپ کی صفات قدیمہ کے مقابلہ میں کچھ نہیں۔ یا ارحم الراحمین! ہماری بدکرداری وروسیاہی اور ہماری نالائقی کو نہ دیکھئے' اپنی شان کریمی اور شان عفو مغفرت پر نظر فرمایئے' یا کریم! اگر اپنی

گریہ وزاری اور آہ نیم شبی کے ذریعہ اس امت کی شفاعت کرنے والا کوئی نہیں رہا تو ہم بے سہارا آپ کی عفو ومغفرت کو بطور شفیع آپ کی بارگاہ میں پیش کرتے ہیں۔ یا ارحم الراحمین! اپنے حبیب پاک ﷺ کے صدقے اس امت کو معاف فرمادے' الٰہی! اگر ہم لائق بخشش نہیں رہے تو آپ کی شان تو اھل التقویٰ واھل المغفرۃ ہے' الٰہی اپنی ذات عالی کے صدقے ہمیں معاف فرمادے' الٰہی! آپ کے لطف وکرم اور آپ کی رحمت کا ایک چھینٹا پوری امت کے نامۂ عمل کی سیاہی کو دھونے کے لئے کافی ہے' الٰہی! اگر ہمارے زندوں میں کوئی ایسا باقی نہیں رہا جو آپ کی رحمت کی بھیک مانگنے کا اہل ہو تو یا اللہ! ہمارے اسلاف میں تو بہت سے اکابر تیرے محبوب تھے' اور آپ ان کی دعائیں قبول فرماتے تھے' الٰہی! انہی مقبولانِ بارگاہ کی دعاؤں کے صدقے ہم پر رحم فرما' الٰہی! اگر ہم رحم کے مستحق نہیں تب بھی آپ کو علم ہے کہ محتاج رحم ہیں' یا اللہ! اگر آپ بھی محتاجوں اور بیکسوں کی دستگیری نہیں فرمائیں گے تو ہمارے لئے کون سا دروازہ ہے جہاں اپنے فقر اور احتیاج کو پیش کریں۔ یا اللہ! ہم آپ کے رحم کے مستحق نہیں مگر محتاج ہیں' فقیر ہیں' نادار ہیں' بے نوا ہیں' بے کس ہیں' بے بس ہیں' اپنے کئے پر شرمندہ ہیں' پشیمان ہیں' الٰہی! ہمارے فقر پر ہماری احتیاج پر ہماری بدحالی پر رحم فرما۔ یا الٰہی! یہ امت اگر مردہ ہو چکی ہے تو مردوں کو زندہ کردینا بھی آپ کے اختیار میں ہے' الٰہی! اس امت کو اپنے کلمہ کن سے از سرنو زندہ فرمادے۔ اور اسے اپنے حیات بخش دین پر از سرِ نو قائم فرمادے' اور اسے اپنے محبوب ﷺ کی سنت وشریعت پر چلنے کی دوبارہ توفیق عطا فرمادے۔ برحمتک یا ارحم الراحمین۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ صفوۃ البریۃ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین وبارک وسلم تسلیما۔

(شعبان المعظم ۱۴۱۵ھ)

www.ahnafmedia.com

کراچی کا المیہ اور اس کا حل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ اما بعد

باطل قوتیں روز اول سے ہمیں مٹانے اور ہمارے خلاف سازشوں کے جال بننے میں مصروف ہیں' لیکن عوام تو کجا' ہمارے خواص بھی شاید ان سازشوں سے آگاہ نہیں' بلکہ شعوری یا غیر شعوری طور پر اغیار کی سازشوں کے مہرے بن جاتے ہیں۔

مشرقی پاکستان کے سقوط کا المیہ سب کے سامنے ہے' مشرقی و مغربی بھائیوں کے درمیان پروپیگنڈہ کے ذریعے ایسا اشتعال پیدا کر دیا کہ دونوں بھائیوں کے درمیان مصالحت ناممکن ہو گئی۔ شیخ مجیب الرحمٰن کے "چھ نکات" کا ہوا کھڑا کر کے ملک کے دونوں حصوں کو ایسا ٹکرایا گیا کہ ملک دولخت ہو گیا' کسی کو اندازہ نہیں ہوا کہ اس زہر کے انجکشن کہاں تیار کئے جا رہے ہیں' اور کس کے ذریعہ سپلائی کئے جا رہے ہیں' ہزاروں مسلمانوں کی جانیں اس فتنہ کی بھینٹ چڑھ گئیں' نہ جانے کتنی عصمتیں لٹ گئیں' چنگیزیت اور بربریت کے ایسے ایسے مظاہرے ہوئے کہ انسانیت نے سر پیٹ لیا' شیطنت کا ایک عریاں رقص تھا جس کا تماشا "دونوں بھائی" بنے ہوئے تھے۔

"اغیار کا جادو چل بھی چکا' ہم ایک تماشا بن بھی چکے"

جو لوگ اس فتنہ کی آگ بڑھانے کے لئے مہروں کے طور پر استعمال کئے جا رہے تھے آخر کار ان کا حشر بھی سب نے دیکھ لیا کہ وہ ساری دنیا کے لئے تماشائے عبرت بن کر رہ گئے' آج وہی پاکستان ہے' اور وہی بنگلہ دیش (سابق مشرقی پاکستان) ہے' دونوں طرف "دونوں بھائی بھائی" کے نعرے لگائے جا رہے ہیں' اے کاش ۱۹۷۱ء میں عقل کے ناخن لئے جاتے اور صبر و تحمل سے ایک دوسرے کے دل میں اترنے کی کوشش کی

جاتی' ایک دوسرے کے خلاف اشتعال کے بجائے ایک دوسرے کی عزت و احترام کی روش اختیار کی جاتی تو اس وقت بھی "دونوں بھائی بھائی" کا نعرہ لگایا جا سکتا تھا' نہ اغیار کی سازش کا شکار ہوتے' نہ نفرتوں کے کانٹے دلوں کو چھلنی کرتے' نہ ہزاروں جانوں کا خون ناحق اپنی گردن پر لیتے' نہ ہمارا دامن' عزت و آبرو کی پامالی کے سیاہ داغوں سے آلودہ ہوتا' نہ دنیا کی ذلت و رسوائی ہمارا مقدر بنتی' اور نہ آخرت کے محاسبہ کا ہولناک منظر ہمیں دیکھنا نصیب ہوتا۔

مشرقی پاکستان کا سانحہ قیام پاکستان کے قریباً ربع صدی بعد پیش آیا تھا' آج پھر ۲۵ سال کے بعد وہی ڈرامہ کراچی اور حیدر آباد (سندھ کی شہری آبادی) کے اسٹیج پر دہرایا جا رہا ہے' وہی باطل قوتیں ایک بار پھر ہمارے خلاف سازشوں کے تانے بانے بن رہی ہیں' انہوں نے پاکستان کا نقشہ تبدیل کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے' انہوں نے سندھ کو تقسیم کر کے نئے ملک کا نقشہ تیار کر رکھا ہے۔ لیکن ہماری بھولی بھالی قوم کو کچھ خبر نہیں کہ اندر کون کون سی قوتیں کام کر رہی ہیں' اور ہمارے ناخدایان قوم یا تو عوام سے زیادہ بے خبر ہیں' اور نادانستہ اغیار کے پھیلائے ہوئے جال کے نخچیر بنے ہوئے ہیں' یا اللہ تعالیٰ نے اتنی عقل و بصیرت اور فہم و فراست ہی نہیں دی جو حالات کا صحیح ادراک و تدارک کر سکے اور الجھے ہوئے معاملات کی گتھی کو سلجھا سکے۔ کبھی مختلف فرقوں کی عبادت گاہوں اور مساجد کو نشانہ بنا کر قوم کو فرقہ واریت کی آگ میں جھونک دیا جاتا ہے' اور سارا الزام غریب "مولوی" کے سر دھر دیا جاتا ہے' کبھی کہا جاتا ہے کہ فلاں سیاسی تنظیم کے دونوں دھڑے باہم دست و گریباں ہیں' اور انہوں نے پوری شہری آبادی کی زندگی اجیرن کر رکھی ہے' کبھی کسی پر اور کبھی کسی پر ان فسادات کی ذمہ داری ڈالی جا رہی ہے۔ لیکن پروپیگنڈے کی آندھی میں کسی کو معلوم نہیں ہو پاتا کہ کون ظالم ہے کون مظلوم ہے' کیا سچ ہے اور کیا جھوٹ ہے؟ قوم کے ایک ایک فرد کے دل میں ایک دوسرے کے خلاف ایسا اشتعال پیدا کیا جا رہا ہے اور نفرتوں کے ایسے بیج بوئے جا رہے ہیں کہ پوری قوم خانہ جنگی کی لپیٹ میں آ چکی ہے' جب سازش اور فتنہ کا یہ غبار بیٹھے گا تب معلوم ہو گا کہ ہمارے

www.ahnafmedia.com

ازلی دشمنوں نے ہمارے ساتھ کیا کر دیا' اور "فساد فی سبیل اللہ" کے نتیجے میں ہم کن طاغوتی طاقتوں کا شکار بن گئے ہیں اور کن کی غلامی کا طوق ذلت ہمارے گلے میں ڈال دیا گیا ہے؟ ہم جو ایک دوسرے کا گلا کاٹ رہے تھے' ایک دوسرے کی جان' مال اور عزت و آبرو کی ہولی کھیل رہے تھے' اور بزعم خود اپنی عزت و وقار اور حقوق کی جنگ لڑ رہے تھے' یہ محض پروپیگنڈے کا جادو تھا' ورنہ درحقیقت ہم اغیار کی غلامی کے طوق و سلاسل اپنے لئے تیار کر رہے تھے۔

میں اپنے تمام بھائیوں سے دردمندانہ التجا کرتا ہوں (خواہ وہ مذہبی تنظیمیں ہوں' یا سیاسی جماعتیں) یا کوئی اور گروہ کہ خدارا! آپس کی اس سرپھٹول سے اپنی دنیا و آخرت تباہ نہ کریں' اس باہمی لڑائی سے تم میں سے کسی کو فتح نصیب نہیں ہو گی' بلکہ تمہارا ازلی دشمن' تمہیں اس آگ میں جلا کر سارا مال غنیمت لے اڑے گا' اور تمہارے لئے صرف اپنے زخموں کا چاٹنا باقی رہ جائے گا۔ وہی ازلی دشمن جو اپنی "بندربانٹ" کے لئے پروپیگنڈے کا غبار اڑا رہا ہے' اور جو تمہارے درمیان اشتعال کی آگ کو مسلسل بھڑکا کر تمہیں خودکشی کے جہنم میں دھکیل رہا ہے۔

جب سے محرم الحرام ۱۴۱۶ھ شروع ہوا ہے میں بہت ہی خائف ہوں کہ خدا خیر کرے' اس سال عاشورہ کا دن جمعہ کو آ رہا ہے' کئی سال سے دیکھ رہا ہوں کہ رمضان مبارک کے مہینے میں آسمانی فیصلے نازل ہوتے ہیں' حج کے دنوں میں ان کی تکمیل ہوتی ہے' اور عشرہ محرم کے بعد ان کے نفاذ کے آثار شروع ہو جاتے ہیں۔ دنیا کے عظیم واقعات عاشورہ محرم میں پیش آتے ہیں۔ قیامت کا صور بھی جس دن پھونکا جائے گا وہ محرم کی دسویں تاریخ ہو گی اور جمعہ کا دن ہو گا۔ میں کانپ رہا تھا کہ اس سال جمعہ دس محرم کو آ رہا ہے' خدا خیر کرے کہ ہماری قوم اور ہمارے وطن کے بارے میں آسمان سے کیا فیصلے نافذ کئے جا رہے ہیں۔

خوب یاد رکھو کہ بندوں کے اعمال جس قسم کے آسمان پر جائیں گے' آسمان سے ویسے ہی فیصلے نازل ہوں گے' میں پہلے ایک مضمون میں عرض کر چکا ہوں کہ مجموعی طور پر

ہمارے اعمال بگڑ چکے ہیں' ایسا نہ ہو کہ ہماری گوشمالی کا فیصلہ نازل ہو' آج بھی وقت ہے کہ ہم قوم یونسؑ کی طرح تائب ہو جائیں۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

"سو کیوں نہ ہوئی کوئی بستی کہ ایمان لاتی' پھر کام آتا ان کو ایمان لانا' مگر یونسؑ کی قوم' جب وہ ایمان لائی تو اٹھا لیا ہم نے ان پر سے ذلت کا عذاب دنیا کی زندگانی میں' اور فائدہ پہنچایا ہم نے ان کو ایک وقت تک"

(سورہ یونس آیت ۹۸۔ ترجمہ شیخ الہندؒ)

حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کے ایمان لانے کا جو واقعہ اس آیت شریفہ میں ذکر فرمایا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

"جب وہ قوم حضرت یونس علیہ السلام کی مسلسل دعوت و تبلیغ کے بعد بھی اصلاح پذیر نہ ہوئی تو حق تعالیٰ شانہ نے حضرت یونس علیہ السلام کو حکم فرمایا کہ ان لوگوں کو آگاہ کر دو کہ تین دن کے اندر اندر تم پر عذاب آنے والا ہے' حضرت یونس علیہ السلام نے قوم میں اس کا اعلان کر دیا' قوم یونس علیہ السلام نے آپس میں مشورہ کیا تو اس پر سب کا اتفاق ہوا کہ ہم نے کبھی یونس علیہ السلام کو جھوٹ بولتے نہیں دیکھا اس لئے ان کی بات نظرانداز کرنے کے قابل نہیں' مشورہ میں یہ طے ہوا کہ یہ دیکھا جائے کہ یونس علیہ السلام رات کو ہمارے اندر اپنی جگہ مقیم رہتے ہیں تو سمجھ لو کہ کچھ نہیں ہو گا اور اگر وہ یہاں سے چلے گئے تو یقین کر لو کہ صبح کو ہم پر عذاب آئے گا۔ حضرت یونس علیہ السلام بارشاد خداوندی رات کو اس بستی سے نکل گئے' صبح ہوئی تو عذاب الٰہی سیاہ دھوئیں اور بادل کی شکل میں ان کے سروں پر منڈلانے لگا اور فضائے آسمانی سے نیچے ان کے قریب ہونے لگا تو ان کو یقین ہو گیا کہ اب ہم سب ہلاک ہونے والے ہیں' یہ دیکھ کر حضرت یونس علیہ السلام کو تلاش کیا کہ ان کے ہاتھ پر مشرب بایمان ہو جائیں اور پچھلے انکار سے توبہ کر

www.ahnafmedia.com

لیں مگر حضرت یونسؑ کو نہ پایا تو خود ہی اخلاص نیت کے ساتھ توبہ و استغفار میں لگ گئے، بستی سے ایک میدان میں نکل آئے، عورتیں بچے اور جانور سب اس میدان میں جمع کر دیئے گئے، ٹاٹ کے کپڑے پہن کر عجزوزاری کے ساتھ اس میدان میں توبہ کرنے اور عذاب سے پناہ مانگنے میں اس طرح مشغول ہوئے کہ پورا میدان آہ و بکا سے گونجنے لگا، اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمالی اور عذاب ان سے ہٹا دیا جیسا کہ اس آیت میں ذکر کیا گیا ہے، روایات میں ہے کہ یہ عاشورہ یعنی دسویں محرم کا دن تھا۔" (معارف القرآن ص ۵۷۵، ج ۴)

میں اپنے تمام بھائیوں سے، تمام اہل وطن سے اور ہر اس شخص سے جس کے دل میں خدا و رسولؐ کی ذرا بھی عظمت ہے، نہایت اخلاص اور دردمندی سے التجا کرتا ہوں کہ خدا کے لئے آج قوم یونسؑ کا کردار ادا کریں، جس کے نکات درج ذیل ہیں:

(۱)۔ بارگاہ الٰہی میں سچی توبہ کریں، اور تمام کبائر کے چھوڑنے کا عزم کریں، جن میں عورتوں کی بے پردگی، ٹی وی، وی سی آر اور ڈش انٹینا جیسی لعنتیں سرفہرست ہیں، اور اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہوئے دعا کریں کہ یا اللہ! ہمیں ظالموں کی سازش اور ان کے فتنہ سے پناہ عطا فرما، مسلمان دینی شعائر کو زندہ کریں، مساجد کو آباد کریں اور اس عذاب سے بچنے کے لئے خدا تعالیٰ کی پناہ میں آجائیں۔

(۲)۔ آج تک ہم نے ایک دوسرے کے خلاف جو کچھ کیا ہے، ایک دوسرے سے صدق و راستی کے ساتھ معافی تلافی کرلیں، اور ایک دوسرے کے جو حقوق ہم نے غصب کر رکھے ہیں ان کو ادا کرنے کا عزم کریں۔ حکومت کو چاہئے کہ عام معافی کا اعلان کردے، اور متاثرہ افراد اور ان کے قائدین کو چاہئے کہ وہ بھی صدق دل کے ساتھ معافی مانگ لیں، ایم کیو ایم کے دونوں دھڑوں کے قائدین کو چاہئے کہ وہ اپنے اختلاف ختم کر کے ایک دوسرے سے گلے مل جائیں اور غلط فہمیوں کا ازالہ مل بیٹھ کر کرلیں، مذہبی تنظیموں (خصوصاً سپاہ محمدؐ اور سپاہ صحابہؓ) کو چاہئے کہ اپنے فقہی اختلافات کو اس کے دائرے میں

رکھیں، انہیں جارحیت کا لباس نہ پہنائیں، اور ایک دوسرے کو مٹانے کا خیال ترک کر دیں، فتنہ و فساد اور جارحیت سے کبھی کسی مسئلہ کا حل تلاش نہیں کیا جاسکتا۔

(۳)۔ زبان اور تہذیب کو بھی نفرت و بیزاری کا ذریعہ نہ بنایا جائے، یہ فطرت کا حسن ہے، سب اہل وطن ہیں، بھائی ہیں، اپنے ہیں، بے گانے نہیں۔ اور فیصلہ کرلیں کہ سب کو مل جل کر یہیں رہنا ہے۔

(۴)۔ کراچی وغیرہ میں فوراً بلدیاتی انتخابات کرائے جائیں، اور تمام طبقات الفت و محبت کی فضا میں ان انتخابات کے نتائج کو قبول کریں، اور شہری مسائل کے حل کے لئے سب مل جل کر کوشش کریں۔

(۵)۔ سب سے اہم یہ کہ پوری قوم، راعی بھی اور رعایا بھی، اور قوم کے مختلف اعضا بھی عدل و انصاف کی ترازو قائم کریں، ہر صاحب حق کو اس کا حق ادا کریں، اور کسی کے ساتھ ظلم و بے انصافی نہ کرنے کا آج سے عہد کریں، تاکہ ممکن حد تک احساس محرومی کے اسباب و ذرائع کا سدباب کیا جائے۔

(۶)۔ میں تمام اہل قلوب کی خدمت میں التجا کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ کی بارگاہ عالی میں التجائیں کریں، دعائیں کریں، گڑگڑائیں کہ ہماری قوم جو طعمہ اغیار بنی ہوئی ہے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت بے پایاں کے صدقے ہمارے قصوروں کو معاف فرمادے، اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے اس امت کو اغیار کی سازشوں سے نجات عطا فرمائیں۔ آمین

(۷)۔ تمام مسلمان مساجد میں بھی اور گھروں میں "صلاۃ تنجینا" اور دیگر اوراد و وظائف کا اہتمام کریں جو ایسے خوف و دہشت کے علاج کے لئے مسنون اور اکابر کا معمول ہیں۔

یہ اس ناکارہ نے ارتجالاً چند چیزوں کی نشاندہی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتے ہیں کہ جو کچھ لکھا ہے اس سے کسی طبقہ کی جانبداری یا کسی فرد کی تنقیص مقصود نہیں، محض دردمند دل کے ساتھ امت محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلاۃ والسلام) کی بھلائی مدنظر ہے، اگر کسی فرد کو اس تحریر کے کسی لفظ سے رنج و صدمہ پہنچا ہو (اس کا تعلق کسی بھی مکتب فکر سے

www.ahnafmedia.com

ہو) میں اس سے صدق دل سے معافی کا خواستگار ہوں' میرا ایمان ہے کہ اگر تمام بھائی ان نکات کیمطابق عمل کرنے کا عزم کرلیں تو آج بھی ہم سے یہ عذاب اٹھایا جا سکتا ہے۔ جس طرح کہ حضرت یونس علیہ السلام کی قوم سے اٹھالیا گیا تھا۔ اور فوراً امن و عافیت اور الفت و محبت کی فضا قائم ہو سکتی ہے۔

یا اللہ! ہم تیری پناہ میں آنا چاہتے ہیں' یا اللہ! ہمارے تمام جرائم کو معاف فرما' اور ہمیں اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے تمام شیاطین الانس والجن کے شر سے پناہ عطا فرما۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون

وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین

(ماہنامہ بینات جون ۱۹۹۵ء)

خون کے آنسو

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی۔ اما بعد

صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"زمانہ سمٹ جائے گا' اور علم قبض کر لیا جائے گا' اور فتنے ظاہر ہوں گے' لوگوں پر حرص اور بخل ڈال دیا جائے گا' اور فتنہ و فساد بہ کثرت ہوگا۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ فتنہ و فساد سے کیا مراد ہے؟ فرمایا "قتل"۔

(مشکوٰۃ ص ۴۶۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک دوسری حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے' دنیا ختم نہیں ہوگی یہاں تک کہ لوگوں پر ایک ایسا وقت آئے گا کہ قاتل کو معلوم نہیں ہوگا کہ اس نے کس جرم میں دوسرے کو قتل کیا' اور مقتول کو کچھ معلوم نہیں ہوگا کہ اسے کس جرم میں قتل کیا گیا' عرض کیا گیا کہ یہ کیسے ہوگا؟ فرمایا فتنہ و فساد ہوگا' قاتل اور مقتول دونوں سیدھے جہنم میں جائیں گے۔"

(مشکوٰۃ ص ۴۶۴)

قاتل اور مقتول دونوں کا سیدھے جہنم میں جانا' اس کی وضاحت دوسری حدیث میں آئی ہے' جو صحیحین میں حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ

www.ahnafmedia.com

علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

"جب دو مسلمان تلواریں سونت کر ایک دوسرے کے مقابلہ میں نکل آئیں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنم میں جائیں گے۔ عرض کیا گیا' یا رسول اللہ! یہ قاتل تو خیر جہنمی ہوا' مقتول کیوں جہنم میں جائے گا؟' فرمایا' وہ بھی اپنے ساتھی کو قتل کرنا چاہتا تھا۔"

(صحیح بخاری ۲۔ ۱۰۱۵۔ صحیح مسلم ۲۔ ۳۸۹)

یہی مضمون حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنن نسائی میں مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

"جب دو مسلمان تلواریں سونت کر ایک دوسرے کے مقابلہ میں آ جائیں' پس ان میں سے ایک دوسرے کو قتل کر دے تو دونوں دوزخ میں گئے' عرض کیا گیا' یا رسول اللہ! یہ قاتل تو خیر دوزخی ہوا' مقتول کیوں کر دوزخ میں گیا؟ فرمایا' وہ بھی اپنے ساتھی کو قتل کرنا چاہتا تھا۔"

(نسائی شریف ۲۔ ۱۷۵)

کراچی ایک عرصہ سے فتنہ و فساد کی آماجگاہ بنا ہوا ہے' یہاں متحارب گروہ قتل و غارت میں ایک دوسرے پر بازی لے جانے کی کوشش کر رہے ہیں' پورے شہر پر دہشت گردی کا راج ہے' بازار بند ہیں' سڑکیں سنسان ہیں اور عوام قاتلوں' ڈاکوؤں اور دہشت گردوں کے رحم و کرم پر جی رہے ہیں' خوف و ہراس کی فضا پورے شہر پر محیط ہے' بہت سے علاقوں میں ننھے بچوں کو دودھ میسر نہیں' جان بلب مریض علاج و معالجہ سے محروم ہیں' لوگ دہشت کے مارے گھروں میں دبکے ہوئے ہیں اور مزدور پیشہ لوگوں کے لئے کسب معاش کی کوئی صورت نہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ کراچی میں حکومت نام کی کوئی چیز نہیں' حکومت کے جن اداروں کے ذمہ لوگوں کے جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کا فریضہ سپرد کیا گیا ہے (جو حکومت کی اصطلاح میں پولیس اور رینجرز کہلاتے ہیں) وہ خود عوام کے لئے وبال جان بنے ہوئے ہیں' عوام کے لئے قانون کے محافظوں اور دہشت

گردوں کے درمیان امتیاز مشکل ہو رہا ہے۔ سوال یہ ہے کہ یہ سب کچھ حکومت کی نااہلی کا نتیجہ ہے؟ یا حکومت جان بوجھ کر کراچی کے عوام سے انتقام لینے پر تلی ہوئی ہے؟ تعجب بالائے تعجب یہ ہے کہ کراچی جل رہا ہے' لٹ رہا ہے' خون مسلم کی ارزانی ہے' انسانی اقدار کی پامالی ہے' لوگ دہشت گردی کے عفریت کے چنگل میں ہیں لیکن ناخدایان قوم کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی' اور اہل کراچی کی زبوں حالی پر ان کے دل میں ذرا بھی کسک پیدا نہیں ہوتی۔ صدر مملکت بڑے آرام سے مملکت کی صدارت فرما رہے ہیں' سربراہ عساکر بڑے اطمینان سے ملکی سرحدوں کی "حفاظت" فرما رہے ہیں۔ بیگم صاحبہ وزارت عظمیٰ کی کرسی پر متمکن ملکوں ملکوں کے دورے فرما رہی ہیں' اپنے مخالفین کے خلاف مقدمات چلا رہی ہیں اور ملک کی جیلوں کو آباد فرما رہی ہیں' تجارتی سینٹر کھول رہی ہیں اور اپنی حکومت کے حسن کارکردگی کے قد آور اشتہارات شائع فرما رہی ہیں' لیکن کراچی اور کراچی والوں کے حال زار پر کسی کو رحم نہیں آتا' کسی کی عقل میں نہیں آتا کہ کراچی کے مسئلہ کا حل کیا ہے؟ اور اس گتھی کو کس طرح سلجھایا جا سکتا ہے۔۔۔

دریا کو اپنی طغیانیوں سے کام
کشتی کسی کی پار ہو' یا درمیاں رہے

یہ فسادات کس کی سعی اور کاوشوں کا نتیجہ ہیں؟ حکومت صحیح طور پر اس کا تعین بھی نہیں کر پائی۔ کبھی کہا جاتا ہے کہ الطاف حسین اس کا ذمہ دار ہے' وہ دہشت گرد ہے' اس کے خلاف ۔۔۔ سے مقدمات ہیں وغیرہ وغیرہ۔ اس کے برعکس الطاف حسین یہ الزام لگا رہا ہے کہ پی پی دہشت گرد ہے' اور پی پی کی حکومت کے کارندے دہشت گردی کر رہے ہیں' اگر حکومت کا یہ دعویٰ صحیح ہے کہ الطاف حسین دہشت گرد ہے تو یہاں دو سوال پیدا ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ الطاف حسین کے لوگوں کو کون قتل کر رہا ہے؟ ان کو کون اغوا کر رہا ہے؟ الغرض ان کے خلاف دہشت گردی کا مرتکب کون ہے؟

دوسرا سوال یہ ہے کہ اگر حکومت کا یہ الزام صحیح ہے تب بھی قابل غور بات یہ ہے

www.ahnafmedia.com

کہ الطاف حسین اور اس کی جماعت دہشت گردی پر آمادہ کیوں ہوئی؟ اور وہ کیا اسباب و علل ہیں جنہوں نے اس لاکھوں افراد پر مشتمل جماعت کو۔ حکومت کے بقول۔ دہشت گرد بنا دیا ہے؟ کیا یہ وہی صورت حال نہیں جس نے مشرقی پاکستان کے شیخ مجیب الرحمٰن کو غدار بنا دیا تھا۔ اور جس نے ملک کو دو نیم کر دیا؟ کسی طبقہ کے ساتھ ایسی بے انصافی و جانبداری نہ کیجئے کہ وہ "تنگ آمد بجنگ آمد" پر اتر آئے۔ اور پھر آپ اسے غدار غدار اور باغی باغی کہہ کر مزید مشتعل کرنے کی کوشش کریں تاآنکہ اگر وہ غدار اور باغی نہیں تھا تو آپ کے اشتعال انگیز نعرے سن کر واقعتاً باغی اور غدار کا روپ دھار لے۔

ہمارا مقصود نہ شیخ مجیب الرحمٰن کی صفائی پیش کرنا ہے اور نہ الطاف حسین کو معصوم فرشتہ ثابت کرنا ہے' بلکہ یہ بتانا ہے کہ اگر الطاف حسین ظالم ہے تو حکومت کا رویہ بھی کوئی منصفانہ نہیں' بلکہ اس سے بڑھ کر ظالمانہ ہے۔ وکذالک نولی بعض الظالمین بعضا بما کانوا یکسبون۔

کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ ملک میں "را" کے ایجنٹ گھس آئے ہیں اور یہ کہ ہندوستان اپنے ایجنٹوں کے ذریعے کراچی میں جہاد کشمیر کا بدلہ لے رہا ہے۔ یہ بات بڑی حد تک قرین قیاس ہے۔ شیعہ سنی فساد برپا کرنے کے لئے دونوں فرقوں کے مشہور مذہبی مقامات کو نشانا بنانا' ایم کیو ایم کے دونوں دھڑوں کے متحارب گروہوں کی شکل میں تبدیلی کرنے کے لئے دونوں کے چیدہ چیدہ افراد کو چن چن کر ہلاک کرنا' اسی طرح لسانی گروہوں کے درمیان فساد کی آگ بھڑکانے کے لئے دونوں کی آبادیوں کو نشانہ بنانا' یہ غیر ملکی ایجنٹوں کا کام بھی ہو سکتا ہے' تاکہ ان کے درمیان فساد کا بیج بویا جائے اور پھر فسادات کا یہ شجرہ خبیثہ خود ہی پھلتا پھولتا رہے' اور مسلمان آپس میں کٹتے مرتے رہیں۔

جیسا کہ ہم نے عرض کیا کہ اس امکان کو مسترد نہیں کیا جا سکتا' لیکن سوال یہ ہے کہ حکومت نے اس کا مداوا کیا تلاش کیا ہے؟ اور اس غیر ملکی مداخلت کے سدباب کی کیا تدبیر اختیار کی ہے؟ ہماری اطلاع کے مطابق حکومت کے قانون نافذ کرنے والے اداروں (پولیس اور رینجرز) میں ہندو بھی شامل ہیں' کیا یہ ممکن نہیں کہ یہ سرکاری اہل کار خود

"را" کے ایجنٹ یا انڈیا کے آلۂ کار ہوں؟ حکومت ان کو قیام امن کی ذمہ داری سپرد کر رہی ہے' جب کہ دشمن نے فساد برپا کرنے کی ذمہ داری ان کو پہلے سے سونپ رکھی ہے' حکومت دہشت گردوں کی سرکوبی اور شہریوں کو ڈاکوؤں اور فسادیوں سے نجات دلانے کا کام ان لوگوں سے لے رہی ہے جن کے بارے میں یہ اندیشہ ہے کہ وہ خود فسادیوں کے سرغنہ ہوں' گویا بکریوں کے ریوڑ کو بھیڑیوں کے حوالے کیا جا رہا ہے۔

ایک امکان یہ بھی ظاہر کیا جا رہا ہے کہ ان فسادات کی آگ مشتعل کرنے میں قادیانیوں کا بھی حصہ ہے' اس کے متعدد شواہد بھی موجود ہیں۔ مثلاً کافی دنوں پہلے شاہ فیصل کالونی میں ایک مکان سے فائرنگ ہو رہی تھی' پولیس اور رینجرز اس کے انسداد میں ناکام رہے۔ بالآخر فوج نے کارروائی کی' ایک شخص مارا گیا' اور ایک گرفتار ہو گیا۔ یہ مکان بھی قادیانیوں کا تھا اور فائرنگ کرنے والے بھی قادیانی تھے۔

ماڈل کالونی میں وقفے وقفے کے بعد متحارب گروہ لڑ رہے تھے۔ وہاں محلے کے بزرگوں نے تفتیش کی کہ یہ کون لڑ رہا ہے؟ انکشاف ہوا کہ وہاں کے قادیانیوں کا سرغنہ یہ "خدمت" انجام دے رہا ہے۔ اپنے آدمیوں کے ذریعہ کبھی ایک گروہ کے خلاف کارروائی کرتا ہے' کبھی دوسرے گروہ کے خلاف۔ اس طرح دونوں گروہ آپس میں آتش زیر پا رہتے ہیں۔ اور جب کبھی یہ آگ ذرا ٹھنڈی ہونے کو آتی ہے تو یہ صاحب مزید بارود ڈالنے کے لئے اپنے خدائی خدمت گاروں کو مامور کر دیتے ہیں۔

حال ہی میں اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی ہے:

"ایٹمی راز بھارت' اسرائیل منتقل کرنے والا گرفتار"

"لاہور (فارن ڈیسک) پاکستانی انٹیلی جنس ایجنسی نے ایک آسٹریلوی باشندے مبشر احمد کو پاکستانی ایٹمی راز بھارت اور اسرائیل کو منتقل کرنے کے الزام میں گرفتار کر لیا ہے۔ ایک خلیجی روزنامہ کے مطابق قادیانی مبشر احمد کی اسلام آباد میں ایک پرائیویٹ کمپیوٹر فرم ہے اور اس نے حساس اداروں میں کمپیوٹر کے نظام کی تنصیب کے دوران جوہری

www.ahnafmedia.com

پروگرام کے بعض خفیہ راز حاصل کر لئے اور اپنی آسٹریلوی بیوی کی معرفت یہ راز بھارت کی خفیہ ایجنسی "را" اور اسرائیلی خفیہ ایجنسی "موساد" کے ایجنٹوں کو مہیا کئے"۔

(روزنامہ جنگ کراچی' ۶ جولائی ۱۹۹۵ء)

لیکن ہماری حکومت کی نظر میں شاید قادیانیوں سے بڑھ کر شریف اور معصوم کوئی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ چن چن کر حساس شعبوں میں قادیانیوں اور ان کے ہمنواؤں کو مسلط کیا جا رہا ہے اور موجودہ دور حکومت میں ان لوگوں کی جرأت و بے باکی اس قدر بڑھ چکی ہے کہ گزشتہ ادوار میں اس کی مثال کم ملے گی۔

الغرض ان فسادات کا ذمہ دار جو فریق بھی ہو' حکومت کا فرض ہے کہ عام شہریوں کی زندگی اجیرن کرنے کے بجائے فساد کی اصل جڑ کو تلاش کر کے حکمت و دانائی اور تدبر کے ساتھ اس کی بیخ کنی کرے۔ ہمارے خیال میں کراچی میں جس سفاکی و بے دردی سے روزانہ درجنوں آدمی قتل ہو رہے ہیں اور اس سلسلہ میں جس بہیمانہ تشدد اور بربریت کا لوگوں کو نشانہ بنایا جا رہا ہے یہ کسی مسلمان کا فعل نہیں ہو سکتا۔ ایسی درندگی کا مظاہرہ صرف وہی کر سکتا ہے جس کا دل کفر کی تاریکی سے بالکل سیاہ ہو چکا ہو' انسانوں کا قیمہ کر کے بوریوں میں بند کیا جا رہا ہے' دو دو دن تک لاشیں سڑکوں پر پڑی سڑ رہی ہیں اور کوئی ان کی تدفین تک نہیں کرتا۔ کیا یہ کسی مسلمان کا فعل ہو سکتا ہے؟

ایک مدرسہ کے بزرگ اس ناکارہ کے پاس تشریف لائے' انہوں نے بتایا کہ ایک نوجوان ان کے مدرسہ کا باورچی تھا۔ اس کو اور اس کے ساتھ مدرسہ کے ڈرائیور کو پکڑ لیا گیا۔ دونوں کے ہاتھ پاؤں باندھ کر ان کے ہاتھوں اور پاؤں کا قیمہ کیا گیا۔ پھر بے شمار گولیاں دونوں کے بدنوں میں پیوست کی گئیں' دونوں کی لاشیں مدرسہ کے پاس پھینک دی گئیں اور ان کی جیب میں یہ پرچہ ڈال دیا کہ مخبری کرنے والوں کی یہی سزا ہے۔

اس نوعیت کے بیسیوں حادثات رونما ہو رہے ہیں' مگر افسوس کہ کسی کے دل میں رحم نہیں' کسی کے دل میں خدا کا خوف نہیں' کسی کے دل میں یہ فکر نہیں کہ مرنے کے

بعد مجھے اپنے اعمال کا حساب بھی دینا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

ہم اربابِ اقتدار اور ارکان حکومت سے التجا کرتے ہیں کہ خدارا کراچی کے باشندوں کو بھیڑیوں کے حوالے نہ کیا جائے' عوام کے جان و مال کی حفاظت حکومت کی ذمہ داری ہے' اور عوام کو خوف و دہشت کی فضا سے نجات دلانا حکومت کا فریضہ ہے' اگر ارباب حکومت اس گراں قدر ذمہ داری کو اٹھانے کی صلاحیت و لیاقت نہیں رکھتے تو ان کو مستعفی ہو جانا چاہئے تاکہ یہ خونِ ناحق ان کے نامۂ عمل میں نہ لکھے جائیں۔

یا اللہ! اس امت پر رحم فرما' اور ان کو ظالموں کے چنگل سے نجات دلا۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

وصلی اللہ علی خیر خلقہ صفوۃ البریۃ

سیدنا محمد النبی الامی

و آلہ واصحابہ وبارک وسلم

(ماہنامہ بینات جولائی ۱۹۹۵ء)

www.ahnafmedia.com

ایک عبرت ناک بیماری

اللہ کی پناہ! ایک عذاب الٰہی

انسان سور کی شکل میں ہونے لگے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ :

روزنامہ جنگ کراچی (۲۳ جولائی ۱۹۹۵ء) میں جناب آر' ایم ثقلین صاحب کا ایک چھوٹا سا مضمون شائع ہوا ہے جس میں ایک عبرت انگیز بیماری کا ذکر ہے' جن قارئین کرام کی نظر سے یہ مضمون نہیں گزرا ان کے مطالعہ کے لئے ذیل میں درج کیا جاتا ہے :

"ہاگ وائرس"

" ایڈز اور ایبولا جیسے خطرناک وائرس کے بعد دنیا کو اب ایک اور خطرناک اور عجیب و غریب وائرس کا سامنا ہے۔ یہ وائرس جسے "ہاگ" یا "کوچینو" کا نام دیا گیا ہے' کولمبیا اور برازیل میں نمودار ہوا ہے۔ اس وائرس کا شکار انسان یا تو مرجاتا ہے یا پھر چند روز میں اس کا چہرہ سور نما ہو جاتا ہے۔ سائنس دان سرتوڑ کوشش کر رہے ہیں کہ کوئی ایسی ویکسین تیار ہو جائے جو اس خطرناک ترین وائرس کو ختم کر سکے۔

جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے کہ اس وائرس کا ابتدائی ہدف کولمبیا اور برازیل ہیں۔ ماہرین کے مطابق ایڈز اور ایبولا کی طرح اس وائرس نے بھی سب سے پہلے منطقہ حارہ بارانی جنگلوں میں کام کرنے والے محنت کشوں کو نشانہ بنایا۔ سائنس دان کہتے ہیں کہ یہ وائرس سب سے پہلے دریائے ایمزن کے طاس میں پائے جانے والے جنگلی سوؤروں اور تاپیر (وسطی اور جنوبی امریکا میں پایا جانے والا ایک سم دار جانور جو تین فٹ اونچا اور چھ فٹ لمبا ہوتا ہے) میں پھیلا اور پھر اس کے بعد یہ انسانوں کو منتقل ہوا۔ واضح رہے کہ ہاگ وائرس کھانسنے' چھینکنے اور جسمانی رطوبتوں کے ملاپ سے ایک دوسرے شخص کو منتقل ہو جاتا ہے۔ ماہرین اس بیماری کو طاعون کے مماثل قرار دے رہے ہیں۔

اس وائرس کا شکار بدقسمت شروع شروع میں تیز بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد اسے جوڑوں میں شدید درد اور سوجن کی تکلیف لاحق ہو جاتی ہے۔ ان ابتدائی علامات کے بعد مریض کے اندرونی اعضا سے جسم کے اندر ہی خون رسنے لگتا ہے اور پھر آہستہ آہستہ ناک' آنکھوں' اور مسوڑوں سے خون بہنے لگتا ہے۔ عام طور پر اس وائرس کا نشانہ بننے والے ۹۳ فیصد افراد موت کے منہ میں چلے جاتے ہیں اور جو بدقسمت یا خوش قسمت زندہ بچ جاتے ہیں۔ وہ کسی عفریت سے کم نظر نہیں آتے۔ کیونکہ انسان کم سور زیادہ نظر آتے ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق اب تک کم از کم ۷۳۲ افراد اس وائرس کا شکار ہو چکے ہیں۔ زندہ بچ جانے والے

www.ahnafmedia.com

مریضوں کی جلد موٹی ہو جاتی ہے ناک اور کانوں کی لمبائی میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ خصوصاً ناک اس حد تک موٹی، لمبی اور بدہیت ہو جاتی ہے کہ اس میں اور سور کی تھوتھنی میں کوئی فرق نہیں رہتا۔ اس کے علاوہ بال کھردرے اور موٹے ہو جاتے ہیں۔ ان کی رنگت بھی بدل جاتی ہے۔ جلد میں نوکیلے ابھار بھی پیدا ہو جاتے ہیں جو چھوٹے سینگوں کی طرح نظر آتے ہیں۔ ڈاکٹر بیرن کاز کے مطابق :

" انسانی جسم میں آنے والی یہ خوفناک تبدیلی محض چند روز میں مکمل ہو جاتی ہے۔ اور مریض خواہ مرد ہو یا عورت اس کی شکل سور جیسی ہو جاتی ہے۔ اس مرض یا وائرس کا یہ پہلو انتہائی دردناک ہے کہ اس کا شکار ایک قابل نفرت انسان بن جاتا ہے۔ میں نے کئی واقعات دیکھے ہیں کہ ایک شخص جو سب کو پیارا تھا اس بیماری میں مبتلا ہو کر سب کا پیار اور محبت کھو بیٹھا۔ لوگ ایسے شخص سے دور بھاگتے ہیں۔ یہاں تک کہ ڈاکٹر بھی اس کے قریب آنے سے گریز کرتے ہیں۔ میں نے اس طرح کی خوفناک بیماری اس سے قبل کبھی نہیں دیکھی "۔

ہاگ وائرس سے ہلاک ہونے والوں کی تعداد ۱۷۸ ہو چکی ہے۔ جو زندہ بچ گئے ہیں وہ موت سے بدتر زندگی گزار رہے ہیں۔ کولمبیائی پبلک ہیلتھ ایجنسی نے اس وائرس سے متاثرہ افراد کی مختلف اقسام کی رطوبتیں ملک کی اعلیٰ یونیورسٹی اور لیبارٹریوں کو بھجوائی ہیں۔ اس ضمن میں امریکا کے ماہرین سے بھی رجوع کیا گیا ہے۔ سائنس دان اس بات کی کوشش کر رہے ہیں کہ

پہلے اس کا تعین کیا جانا چاہئے کہ یہ وائرس کس طرح عمل کرتا ہے کیونکہ اس کے بعد ہی اس وائرس کے پھیلاؤ کی روک تھام کے لئے کوئی دوا یا ویکسین تیار کی جا سکتی ہے۔

ڈاکٹر بیرن کاز کا کہنا ہے " : ہمیں اس وائرس پر انتہائی سرعت سے قابو پانا ہوگا۔ اگر خدانخواستہ ہم اس کوشش میں ناکام رہے تو پھر آنے والے چند سالوں میں یہ خوفناک بیماری پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے سکتی ہے۔ ایسا ہوا تو پھر کرۂ ارض پر ہر طرف سور نما انسان ہی نظر آئیں گے "۔

(روزنامہ جنگ کراچی ' ۲۳ جولائی ۱۹۹۵ء)

اس مضمون میں ہمارے لئے عبرت و بصیرت کے کئی پہلو ہیں ان میں سے چند ضروری امور کی جانب توجہ دلاتا ہوں :

۱ ..... قرآن کریم میں متعدد جگہ ان ہلاک شدہ قوموں کا ذکر آیا ہے جن کی شکلیں مسخ ہوئیں اور جن کو ان کے جرائم کی سزا میں بندروں اور خنزیروں کی شکل میں تبدیل کر دیا گیا' مثلاً سورہ بقرہ آیت ۶۶ میں ان یہودیوں کا ذکر ہے' جن کو بندروں کی شکل میں تبدیل کر دیا گیا۔

اس آیت شریفہ کے ذیل میں حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ معارف القرآن میں لکھتے ہیں :

فائدہ ..... یہ واقعہ بھی بنی اسرائیل کا حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانے میں ہوا' بنی اسرائیل کے لئے ہفتہ کا دن معظم اور عبادت کے لئے مقرر تھا' اور مچھلی کا شکار بھی اس دن ممنوع

www.ahnafmedia.com

تھا۔ یہ لوگ سمندر کے کنارے پر آباد تھے' اور مچھلی کے شوقین تھے' اس حکم کو نہ مانا' اور شکار کیا' اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسخ صورت کا عذاب نازل ہوا' اور تین دن کے بعد وہ سب مر گئے"۔

(معارف القرآن' جلد اول' ص ۲۴۲)

سورۃ اعراف کے رکوع ۲ (آیات ۱۶۳' ۱۶۶) میں بھی اسی واقعہ کی تفصیل ذکر فرمائی گئی ہے۔

سورۃ المائدہ آیت ۶۰ میں ان لوگوں کا ذکر ہے جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی 'ان پر قہرالٰہی ٹوٹا' اور ان کو بندر اور خنزیر بنا دیا گیا' معارف القرآن میں ہے :

"یہودیوں نے جب یوم سبت کے احکام کی خلاف ورزی کی تو اللہ کا عذاب آیا' وہ بندر بنا دیئے گئے' اور نصاریٰ کی درخواست پر آسمانی مائدہ نازل ہونے لگا' انہوں نے پھر بھی ناشکری کی 'تو ان کو بندر اور سور بنا دیا گیا"۔

(معارف القرآن' جلد سوم' ص ۱۸۳)

اور سورۃ مائدہ ۷۸۔۷۹ میں ان کی ملعونیت کا سبب ذکر کیا گیا ہے کہ ان لوگوں نے جرائم اور نافرمانیوں پر ڈھٹائی کے ساتھ اصرار کیا' جس کی وجہ سے حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما الصلاۃ والسلام نے ان پر لعنت فرمائی :

"ملعون ہوئے کافر بنی اسرائیل میں کے داؤد کی زبان پر اور عیسیٰ بن مریم کی۔ یہ اس لئے کہ وہ نافرمان تھے' اور حد سے گزر گئے تھے۔ آپس میں منع نہ کرتے تھے برے کام سے جو وہ کر رہے تھے۔ کیا ہی برا کام ہے جو وہ کرتے تھے"۔ (ترجمہ شیخ الہندؒ)

حضرت شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اس کی تشریح میں لکھتے ہیں :

"یوں تو تمام کتب سماویہ میں کافروں پر لعنت کی گئی ہے لیکن بنی اسرائیل کے کافروں پر' جب وہ عصیان و تمرد میں حد سے گزر گئے کہ نہ مجرم کسی طرح ارتکاب جرائم سے باز آتا تھا' اور نہ غیر مجرم 'مجرم کو روکتا تھا' بلکہ سب شیر و شکر ہو کر بے تکلف ایک دوسرے کے ہم پیالہ و ہم نوالہ بنے ہوئے تھے' منکرات و فواحش کا ارتکاب کرنے والوں پر کسی طرح کے انقباض 'تکدر اور ترش روئی کا اظہار بھی نہ ہوتا تھا' تب خدا نے حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت مسیح علیہ السلام کی زبان سے ان پر لعنت فرمائی 'جیسے گناہوں پر ان کی جسارت حد سے گزر گئی 'یہ لعنت بھی' جو ایسے جلیل القدر انبیا کے توسط سے کی گئی' جو غیر معمولی طور پر تباہ کن ثابت ہوئی' غالباً اسی لعنت کے نتیجہ میں ان میں کے بہت سے افراد ظاہراً اور باطناً" بندر اور خنزیر کی شکل میں مسخ کر دیئے گئے"۔

(فوائد عثمانیؒ)

ان آیات شریفہ سے واضح ہوا کہ امم سابقہ سے بعض کو مسخ کا عذاب ہوا' یعنی انسانوں کی ظاہری شکلیں بھی بندروں اور خنزیروں کی شکل میں تبدیل کر دی گئیں۔

بعض لوگ اپنی عقلیت پسندی کی وجہ سے ان تمام آیات کو 'جن میں مسخ یا بندروں اور خنزیروں کی شکل میں تبدیل کر دئے جانے کا ذکر ہے' "مسخ معنوی" پر محمول کرتے ہیں' یعنی ان کی ظاہری انسانی شکلیں تبدیل نہیں ہوئی تھیں بلکہ یہ لوگ

www.ahnafmedia.com

انسانی صفات سے عاری ہو گئے تھے' اور ان کے اندر بندروں اور خنزیروں کی صفات در آئی تھیں۔

اہل حق ہمیشہ ان آیات شریفہ کو "مسخ ظاہری" پر محمول کرتے آئے ہیں' یعنی ان ملعون لوگوں میں صرف معنوی تبدیلی نہیں آئی تھی' بلکہ معنوی تبدیلی کے ساتھ ساتھ ان کی ظاہری شکلیں بھی بدل گئی تھیں' اوپر میں نے جس مضمون کا حوالہ دیا ہے اس کو ملاحظہ کرنے کے بعد اہل حق کا یہ موقف صحیح ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جب چاہیں جرائم پیشہ لوگوں کی ظاہری شکلوں کو بھی مسخ کر سکتے ہیں' جیسا کہ ان کی باطنی شکلیں' ان کے جرائم پر پیہم اصرار کی وجہ سے مسخ ہو گئی تھیں۔

۲ ..... قرآن کریم میں اس کی وضاحت بھی فرمادی گئی ہے کہ اشکال کی یہ تبدیلی (جسے مسخ کہتے ہیں) اسباب عادیہ سے بالاتر' حق تعالیٰ شانہ کی کن فیکونی طاقت سے ظہور میں آئی تھی۔ جیسا کہ فرمایا گیا ہے :

فقلنا لهم كونوا قردة خاسئين۔ (البقرۃ:۶۶)

ترجمہ": تو ہم نے کہا ان سے ہو جاؤ ذلیل بندر۔

(ترجمہ شیخ الہندؒ)

ریحانۃ الہند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ فرماتے ہیں :

"واین گفتن گفتن تکون و ایجاد است' نہ گفتن تکلیف و امتحان' تابودن فعل در مقدور مکلف در کارباشد"۔

(تفسیر عزیزی' البقرہ:۶۶)

ترجمہ": اور یہ فرمانا (کہ ذلیل بندر بن جاؤ) تکوین و ایجاد کا کہنا تھا' نہ کہ تکلیف و امتحان کا حکم' کہ اس فعل کا مکلف کی قدرت میں ہونا درکار ہو"۔

یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کو حکم کن کے ساتھ پیدا فرمایا تھا' اسی طرح کلمہ کن کے ساتھ اشکال کو بھی مسخ کر دیا۔ اور کن فیکونی طاقت کے ظہور کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ کسی شخص پر یکایک ایک ایسی ناگہانی بیماری مسلط کر دی جائے جس سے آناً" فاناً" اس کی شکل بگڑ جائے' جیسا کہ محولہ بالا مضمون میں اسے وائرس کا نام دیا گیا ہے کہ آج تک نہ تو اس کا حقیقی سبب دریافت ہو سکا' اور نہ اس کا علاج کسی کے بس میں ہے۔ گزشتہ اقوام میں بھی اسی کن فیکونی الٰہی طاقت کا ظہور ہوا تھا' چنانچہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ فرماتے ہیں :

"وتکوین و ایجاد ایں صفات درایشاں بایں نوع صورت گرفت کہ حماں گوشت ماہیاں در شکم ایشان نامہ شدہ مادہ خبیثہ جذام گردید' ویک بار بجلد ایشاں مندف شدہ پوست ایشاں شکل پوست بوزنہا گرفت' ودر پشتہائے ایشاں دمی و احدیداب ظہور نمود' و رنگ رو سوختہ گردید' وموہائے اصلی ایشاں تساقط پذیرفت' و شکل چہرہ متغیر شد' چنانچہ در غلبہ جذام می شود' وبایں ہمہ قوت نطق ہم از ایشاں زائل گشت' و فہم و شعور انسانی بجا' باہم می نگرستند وی گرستند' و بعد از سہ روز ہمہ ہلاک شدند و مردند"۔

(تفسیر عزیزی: البقرہ: ۶۶)

ترجمہ: "اور ان لوگوں میں ان صفات کی تکوین و ایجاد نے بایں نوع صورت اختیار کی کہ وہی مچھلیوں کا گوشت ان کے پیٹ میں بگڑ کر جذام کا مادہ خبیثہ بن گیا' اور یکایک یہ مادہ جذام ان کی جلد میں ایسی قوت سے دوڑا کہ ان کی کھال نے بندروں کی کھال کی شکل

www.ahnafmedia.com

اختیار کرلی' اور ان کی کمر میں بھی خم اور جھکاؤ ظاہر ہوا' اور چہرے کا رنگ سوختہ ہو گیا' ان کے بدن کے اصلی بال جھڑ گئے اور چہرے کی شکل بدل گئی' جیسا کہ غلبۂ جذام میں ہوتا ہے۔ مزید برآں یہ کہ ان کی بولنے کی قوت بھی زائل ہو گئی' (اس طرح پوری بندروں کی شکل بن گئی) البتہ انسانی فہم و شعور باقی رہا' آپس میں ایک دوسرے کو (بندروں کی شکل میں مسخ شدہ) دیکھتے تھے' اور روتے تھے' اور تین روز کے بعد سب ہلاک اور مردار ہو گئے"۔

یہ تو تکوینی طور پر ان کے بندر بنا دیئے جانے کی توجیہہ ہوئی' آگے ان کے "ذلیل بندر" بنا دیئے جانے کی توجیہہ کرتے ہوئے شاہ صاحب لکھتے ہیں :

"کاش بوزنہا خوش شکل میگردیدند کہ مردم آنہارا بنا بر مرغوبیت حرکات آنہا پرورش می نمایند' وقلادہائے زریں و جامہائے ریشمین می پوشانند' و مصاحب خود می سازند' دور رنگ اطفال و صبیان خوش حرکات محبوب می دارند' لیکن ایشاں گشت اند بوزنہاور آں حالت کہ بودند خاسین یعنی مہان و محقر' بسبب تعفن خلط اکل در آنہا' وبر آمدن بوئے بداز ابدان آنہا' وہرکہ ازدور برائے عبرت بتماشائے ایشاں می آید لعن وطعن و توبیخ و طردی نمود' وایشاں بکمال حسرت سری جنبانید ندومی دیدند"۔

(تفسیر عزیزی فارسی' سورہ بقرہ' ص ۳۴۵)

ترجمہ" : اے کاش! کہ وہ خوش شکل بندر ہی بن گئے ہوتے کہ لوگ ان کی مرغوب حرکات کی بنا پر ان کی پرورش کرتے ہیں۔ ان کو زریں قلادے اور ریشمی لباس پہناتے ہیں' انہیں اپنے ساتھ ساتھ

لئے پھرتے ہیں' اور چھوٹے بچوں کی سی پر لطف حرکتوں کی وجہ سے انہیں محبوب رکھتے ہیں۔ لیکن یہ لوگ بندر بھی بنے تو ایسے بندر کہ جو نہایت ذلیل و محقر تھے۔ کیونکہ ان کے اندر کی خلط جوان کے گوشت پوست کو کھا رہی تھی' نہایت متعفن تھی' اور ان کے بدن سے ناقابل برداشت بدبو آ رہی تھی' اور جو شخص کہ دور سے عبرت کے طور پر ان کا تماشا دیکھنے آتا وہ ان پر لعن طعن کرتا' اور زجر وملامت کرتا' اور یہ کمال حسرت کے ساتھ سر ہلاتے اور دیکھتے"۔

حضرت شاہ صاحبؒ کی یہ تحریر دو سو سال پہلے کی ہے' لیکن ایسا لگتا ہے گویا "ہاگ وائرس" کا مضمون پڑھ کر لکھ رہے ہیں۔ غور فرمائیے کہ ان مسخ شدہ امم سابقہ میں اور آج کے "ہاگ وائرس" کے مبتلا مریضوں میں کتنی شدید مشابہت ہے۔ نعوذباللہ۔ استغفراللہ۔

۳ ..... جس طرح قرآن کریم میں پہلی امتوں میں مسخ کے عبرتناک عذاب کا ذکر فرمایا ہے' اسی طرح احادیث شریف میں اس امت میں بھی مسخ کے عذاب کی پیشگوئی فرمائی گئی ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

"میری امت میں کے کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے جو زنا' ریشم' شراب' اور آلات موسیقی کو (خوشنما تعبیروں سے) حلال کر لیں گے' اور کچھ لوگ ایک پہاڑ کے قریب اقامت کریں گے' وہاں ان کے مویشی چر کر آیا کریں گے' ان کے پاس کوئی حاجت مند اپنی ضرورت لے کر آئے گا تو (ازراہ حقارت) کہیں گے کہ "کل آنا"

www.ahnafmedia.com

پس اللہ تعالیٰ ان پر راتوں رات عذاب نازل کر دے گا' اور پہاڑ کو ان پر گرا دیا جائے گا۔ اور کچھ دوسرے لوگوں کو قیامت تک کے لئے بندر اور خنزیر بنا دے گا"۔

(صحیح بخاری ص ۸۳۷' جلد ۲)

بخاری شریف کی اس حدیث کے علاوہ اور بھی بہت سی احادیث میں "مسخ کے عذاب" کی پیشگوئی فرمائی گئی ہے۔ ان میں سے چند احادیث اس ناکارہ کے رسالہ "عصر حاضر حدیث نبویؐ کے آئینہ میں" آچکی ہیں۔

ان احادیث میں بھی جس "مسخ" کا ذکر ہے اس سے صرف مسخ معنوی مراد نہیں' بلکہ صورتوں کا مسخ مراد ہے' یعنی واقعتاً ان لوگوں کی شکلیں بندروں اور خنزیروں کی شکل میں تبدیل کر دی جائیں گی۔ (والعیاذ باللہ)۔

حافظ ابن حجر صحیح بخاری شریف کی مندرجہ بالا حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں:

"قال ابن العربی :یحتمل الحقیقة کما وقع فی الامم السابقة ویحتمل ان یکون کنایة عن تبدل اخلاقهم 'قلت الاول الیق بالسیاق"۔

(فتح الباری' ص ۵۶' ج ۱۰)

ترجمہ": ابن العربی کہتے ہیں کہ یہ بھی احتمال ہے کہ اس حدیث میں مسخ سے حقیقی مسخ مراد ہو' جیسا کہ گزشتہ امتوں پر ہوا تھا' اور یہ بھی احتمال ہے کہ ان کے اخلاق کے تبدیل ہو جانے سے کنایہ ہو۔ میں (ابن حجر) کہتا ہوں کہ پہلا احتمال ہی سیاق حدیث کے زیادہ لائق ہے"۔

گویا "ہاگ وائرس" کا یہ مضمون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کا ایک نمونہ ہے' اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس قسم کے واقعات اور کتنے رونما ہوں گے؟ اور اس "ہاگ وائرس" کا دائرہ کہاں تک وسیع ہو گا؟ اور ابھی کون کون سے "وائرس" پردہ غیب سے ظہور پذیر ہوں گے؟ حق تعالیٰ شانہ اپنے بندوں کی پردہ پوشی فرمائیں' اور حضرت رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل امت کو ان عبرتناک عذابوں سے محفوظ رکھیں۔ آمین۔

۴۔ مسخ کا یہ عذاب جس جرم کی وجہ سے پہلی قوموں پر نازل ہوا قرآن کریم نے اس کی جانب بھی اشارہ فرمایا ہے' مثلاً وہ بستی جو دریا کے کنارے آباد تھی' ان کی شریعت میں "ہفتے کا دن" کاروبار اور کسب معاش کے لئے ممنوع تھا' لیکن ان لوگوں نے ایک حیلہ کے ذریعہ ہفتہ کے دن مچھلی کے شکار کو حلال کر لیا' اور جب نصیحت کرنے والوں نے ان کو سمجھایا کہ تمہارا یہ حیلہ غلط ہے اور تم ممنوع شرعی کے مرتکب ہو رہے ہو' تو انہوں نے ان کی نصیحت کو لائق توجہ نہیں سمجھا' یہاں تک کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے ان کو فہمائش کی تو انہوں نے وقت کے پیغمبر علیہ السلام کی فہمائش پر بھی کان نہیں دھرا' بلکہ یہ کٹ حجتی کی کہ ہم سالہا سال سے اس طریقہ سے شکار کرتے چلے آ رہے ہیں' حضرت داؤد علیہ السلام نے ان پر لعنت فرمائی' اور وہ بندروں کی شکل میں مسخ کر دیئے گئے' گویا ان لوگوں کا جرم چند جرائم کا مجموعہ تھا:

- محرمات شرعیہ کا ارتکاب کرنا۔
- حیلہ جوئی کے ذریعے محرمات کو حلال کر لینا۔
- نصیحت کرنے والوں کی نصیحت پر کان نہ دھرنا۔
- حتیٰ کہ اپنے پیغمبر علیہ السلام کی فہمائش کو بھی لائق توجہ نہ سمجھنا۔
- بالآخر ان کا لعنت خداوندی کا مورد بن جانا۔

www.ahnafmedia.com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آئندہ مسخ کے جن واقعات کی پیش گوئی فرمائی ہے اس میں بھی ان جرائم کی طرف اشارہ فرما دیا ہے جن کی وجہ سے یہ لوگ مسخ کے عذاب میں مبتلا ہوں گے' مثلاً زنا کو' ریشم کو' شراب کو اور معازف (آلات موسیقی) کو یہ لوگ حلال کر لیں گے۔ ظاہر ہے کہ "حلال" کرنے کے لئے کسی نہ کسی تاویل اور حیلے ہی کا سہارا لیں گے' چنانچہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ لوگ شراب کو حلال کر لیں گے تو صحابہ کرامؓ نے عرض کیا' یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ لوگ شراب کو کیسے حلال کر لیں گے جب کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی حرمت کو صاف صاف بیان فرما دیا ہے؟ فرمایا: "یسمونھا بغیر اسمھا فیستحلونھا"۔

(مشکوٰۃ : ص ۴۶۰)

ترجمہ " : اس کا کوئی اور نام رکھ کے اس کو حلال کر لیں گے"۔

گویا حرام چیز کو حلال کرنے کا ایک حیلہ یہ بھی ہے کہ اس کا نام بدل دیا۔ مثلاً :

- کہا گیا کہ سود حرام ہے' مگر بینک کا منافع سود نہیں یہ تو "پرافٹ" ہے۔
- کہا گیا کہ شراب حرام ہے مگر یہ تو شراب نہیں' اس کا نام تو یہ ہے۔
- کہا گیا کہ جوا حرام ہے' مگر یہ تو جوا نہیں انشورنس ہے وغیرہ وغیرہ۔

یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی گناہ کا ارتکاب بھی سنگین جرم ہے' مگر اس سے بڑھ کر سنگین جرم یہ ہے کہ حلال و حرام کا تصور ہی مٹ جائے' اور محرمات شرعیہ کو مختلف حیلوں بہانوں سے حلال کر لیا جائے' افسوس ہے کہ بہت سے لوگ اس جرم عظیم کے بھی مرتکب ہو رہے ہیں' وہ گناہ کو گناہ سمجھ کر اپنے آپ کو لائق ملامت نہیں سمجھتے بلکہ اسے قابل فخر چیز سمجھتے ہیں۔

حق تعالیٰ شانہ اس امت کی حفاظت فرمائیں اور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم

کے طفیل دنیا و آخرت کی ذلت و رسوائی اور عذاب سے بچائیں۔ آمین یارب العالمین۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد
والنبی الامی و آلہ واصحابہ وانباعہ
اجمعین۔ برحمتک یا ارحم الراحمین۔

(بینات ربیع الثانی ۱۴۱۶ھ)

www.ahnafmedia.com

گناہ اور تلافیٔ گناہ کی صورتیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی۔ امابعد'

حق تعالیٰ شانہ نے انسان کو پیدا فرمایا' اور اسے آخرت کی تیاری کے لئے دنیا میں بھیجا۔ حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام عقیدہ توحید ورسالت کے بعد سب سے زیادہ زور دنیا کی بے رغبتی اور آخرت کی پائیداری پر دیتے تھے۔ ایک حدیث میں ہے :

وان ھذہ المال خضرۃ حلوۃ فمن اخذہ بحقہ ووضعہ فی حقہ فنعم المعونۃ ھو۔ ومن اخذہ بغیر حقہ کان کالذی یاکل ولا یشبع ویکون شھیدا علیہ یوم القیامۃ۔ (متفق علیہ)

ترجمہ : "اور بے شک یہ مال سرسبز ہے' میٹھا ہے' اور جس شخص نے اس کو لیا حق کے ساتھ' اور اس کو خرچ کیا اس کے حق میں' پس یہ بہت ہی اچھا مددگار ہے' اور جس شخص نے اس کو لیا بغیر اس کے حق کے' وہ اس شخص کی مثل ہوگا' جو کھاتا جائے' اور اس کا پیٹ نہ بھرے' اور یہ مال اس پر قیامت کے دن گواہ ہوگا"۔

ایک اور حدیث میں ہے :

"فو اللہ لا الفقر اخشٰی علیکم ولکن اخشٰی علیکم ان تبسط علیکم الدنیا کما

بسطت علی من کان قبلکم فتنافسوھا کما تنافسوھا وتھلککم کما اھلکتھم"۔ (متفق علیہ)

ترجمہ : "پس اللہ کی قسم میں تمہارے حق میں فقر کا اندیشہ نہیں رکھتا' بلکہ میں تمہارے حق میں یہ اندیشہ رکھتا ہوں کہ دنیا تم پر پھیلا دی جائے' جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر پھیلا دی گئی' پس تم بھی اس کو متاع نفیس سمجھ کر اس میں رغبت کرنے لگو' جیسے کہ پہلے لوگوں نے اس میں رغبت کی' اور یہ تم کو بھی ہلاک کردے' جیسا کہ اس نے پہلے لوگوں کو ہلاک کردیا"۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی تنگی اور عسرت میں خرچ ہوئی' یہاں تک کہ سنہ ۱۰ھ میں غزوہ موتہ ہوا' تو اس کا نام "جیش العسرۃ" رکھا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر مال ومتاع کی اتنی تنگی تھی کہ لشکر کا سامان بھی مہیا نہیں ہوپاتا تھا جیسا کہ قرآن کریم میں ذکر کیا گیا ہے' اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال اس حالت میں ہوا کہ آپ کی زرہ چند صاع جو کے بدلے میں گروی رکھی ہوئی تھی۔ فتح خیبر کے بعد کچھ کشائش ہوئی تھی' لیکن جو کچھ آتا' وہ ہاتھ کے ہاتھ خرچ ہوجاتا' اور ایک دن بھی اس کو رکھنا گوارہ نہ فرماتے۔ احادیث میں سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں واقعات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تنگی معیشت' اور دنیا سے بے رغبتی کے موجود ہیں۔ ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر پر کھجور کی چٹائی کے نشانات تھے عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کی یہ حالت ہے' آپ اجازت دیں کہ ہم کچھ کما کر آپ کے لئے اچھا بستر بنادیں تو فرمایا :

"مالی ولی الدنیا ما انا والدنیا کراکب

www.ahnafmedia.com

استظل تحت شجرة ثم راح وترکھا"۔ (مشکوۃ ص۴۴۲)

ترجمہ : "مجھے دنیا سے کیا واسطہ' میری مثال تو ایسی ہے کہ ایک مسافر نے تھوڑی دیر درخت کے نیچے آرام کیا' پھر اس کو چھوڑ کر چلا گیا"۔

الغرض مومن کی سب سے اونچی خصلت دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی رغبت ہے' اس لئے ارشاد فرمایا کہ :

"الدنیا سجن المومن وجنة الکافر"۔
(ترمذی ص ۵۶' ج۲)

ترجمہ : "دنیا مومن کے لئے جیل خانہ ہے اور کافر کے لئے جنت ہے"۔

جوں جوں قیامت کا زمانہ قریب آرہا ہے' اسی نسبت سے دنیا سے بے رغبتی مٹ رہی ہے' اور دنیا کی رغبت بڑھ رہی ہے۔ یہ حروف تمہید ہیں اس خط کی جو ذیل میں نقل کیا جاتا ہے' اس سے اندازہ ہوگا کہ ہم دنیا میں کس قدر منہمک ہیں' اور آخرت سے کس قدر غافل ہیں' ایسا محسوس ہوتا ہے گویا دنیا کو ہمیشہ رہنے کی جگہ سمجھ لیا گیا ہے' اور ایمان بالآخرۃ کا تصور بہت کمزور ہوگیا ہے۔ اب مندرجہ ذیل خط ملاحظہ فرمایئے :

محترم جناب مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب دام اقبالہ

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

آپ کی خدمت میں درج ذیل سوال پیش ہے براہ کرم شرعی طور پر جواب دیں' آپ کا عین کرم ہوگا۔

سوال : میرے والد آزادی پاکستان پر ہجرت کرکے مستقل طور پر کراچی میں ہی مقیم ہوگئے تھے' میری پیدائش کی نسبت پاکستان سے وابستہ ہے' انڈیا سے ہجرت پر والد نے اپنی تیز طرار طبیعت اور فعال زبان وعیاری ومکاری سے جھوٹے سچے کلیم کراکے اچھی خاصی جائیدادیں قابو کیں' اس طرح ابتدائی

ایام سے ہی پاکستان آمد پر خوشحالی کا دور ہم پر شروع ہوگیا' جب کہ لٹے پٹے قافلوں سے آنے والے لوگوں کو طویل عرصہ تک افلاس وغربت کا سامنا کرنا پڑا' دولت کی ریل پیل کی بنا پر میرے علاوہ پانچ بھائیوں کی دنیاوی تعلیم وتربیت بہت بڑے اعلیٰ طور پر مشنری اسکولوں میں ہوئی' چنانچہ مجھے فراغت تعلیم کے بعد فوری طور پر پولیس آفیسر کے طور پر ملازمت مل گئی' چھوٹے بھائی کو بنک آفیسر کی ملازمت ملی اور دیگر برادران میں سے ایک کو انکم ٹیکس میں ایک کو کسٹم میں جب کہ ایک بھائی کو کے ڈی اے میں اور سب سے چھوٹے کو کے ای ایس سی میں ملازمت مل جانے پر تنخواہ کے علاوہ دن دوگنی اور رات چوگنی کے مصداق خوب حرام کمائی بصورت رشوت آنا شروع ہوگئی اور اس طرح دولت کے ڈھیر لگنا شروع ہوگئے' چونکہ ہم سب بھائیوں میں ایکا ویگانگت کا جذبہ بچپن سے ہی موجود تھا چنانچہ ہم نے مشترکہ طور پر ایک عالیشان وسیع وعریض کوٹھی میں رہائش اختیار کی' راقم الحروف چونکہ پولیس میں اے ایس آئی بھرتی ہوا تھا' خوب رشوت کا بازار گرم رکھا اور اعلیٰ عہدیداروں تک رسائی حاصل کی جب کہ چھوٹے بھائیوں میں سے بنک آفیسر نے سود کی کمائی سے بڑے فائدے حاصل کئے۔ سودی قرضوں کے حصول اور بنکوں کے واجب الادا قرضے مع سود کے معاف کرانے میں جو نام اس نے پیدا کیا دنیائے بنکاری میں اس کی کوئی مثال پیش کرنا محال ہے۔ انکم ٹیکس میں ملازم میرے بھائی نے انسپکٹر کے عہدے سے وہ کچھ فوائد حاصل کئے کہ خاندان بھر میں تو جو نام پیدا ہونا تھا وہ ہوا البتہ معاشرے میں "راشی بھائی" سے موسوم ہونے پر بڑی شہرت پائی۔ کسٹم آفیسر ملازم میرے بھائی نے ایک اصول بنا رکھا ہے کہ "کسی کو نہیں بخشنا" چنانچہ غیر ممالک سے آنے والے پاکستانیوں سے غیر ملکی اشیاء' قیمتی کپڑا' پرتعیش سامان کے علاوہ فارن کرنسی میں ڈالر' پاؤنڈ' ین اور فرانک کی ریل پیل گھر میں رہتی' رشوت کے نوٹوں کی

www.ahnafmedia.com

بے قدری کا حال یہ تھا کہ پچاس روپے کا پان اور مرغ مسلم کی دعوت کرنا اس کا عام شیوہ تھا البتہ کے ای ایس سی اور کے ڈی اے میں ملازم میرے دونوں مسکین بھائی رشوت ضرور لیتے لیکن ان کی آمدنی کا تقابل میرے اور دونوں مسکین بھائی رشوت ضرور لیتے لیکن ان کی آمدنی کا تقابل میرے اور دیگر چار بھائیوں کی آمدنی رشوت کے مقابلے میں کم تھا۔ بہرحال روزانہ دو تین ہزار کی پیداوہ بھی کر ہی لیتے اس طرح رشوت کی آمدنی کا دور دورہ رہا' ہر روز کی رقم رشوت رات کو بچوں کی موجودگی میں جمع کرنے پر فرمائشی لسٹ کے مطابق تقسیم کی جاتی اور باقی رقم کو بچت کے طور پر محفوظ کرلیا جاتا' نظر بد سے محفوظ رہنے کے لئے اکثر وبیشتر لنگر کا اہتمام کیا جاتا جس میں غریب فقیروں کی شرکت کا بندوبست کیا جاتا ہم سب اپنی کامیابی اسی میں تصور کرتے' مجھے ہوش اس وقت آیا جب پانی سر سے اونچا ہوگیا یعنی جب میرے تین بچے معذور بالترتیب پیدا ہوئے۔ ڈاکٹروں کا کہنا تھا کہ یہ لاعلاج ہیں۔ میں نے اپنی دولت اور اثر رسوخ ان کے علاج کے لئے وقف کردئے لیکن بالآخر ایک میڈیکل کانفرنس میں پیش کئے گئے موضوع کے ان الفاظ نے مجھے ناامید کردیا کہ "سب سے زیادہ لاعلاج اور بھیانک بیماریاں پولیس والوں کی نومولود اولاد کو لاحق ہوتی ہیں"۔ چنانچہ تحقیق کرنے پر مجھے احساس ہوا کہ رشوت خوروں کے گھروں کی زینت چونکہ حرام مال (رشوت سے ہوتی ہے چنانچہ لاعلاج بیماریاں بھی مفت میں راشی گھرانوں میں ہی پرورش پانے پر معصوم نومولود بچوں کو پیدائش سے ہی نصیب ہوجاتی ہیں' ان معصوموں کا کوئی قصور نہیں ہوتا اصل ذمہ دار تو ان کے والدین راشی لوگوں کو سزا ملنی چاہئے لیکن قدرت کا انتقام بھی بڑا بھیانک ہے' نطفہ چونکہ حرام سے قائم ہوتا ہے اس لئے راشی والدین کو بھی سزا ملنا شروع ہوجاتی ہے۔ ان تمام عبرت انگیز نشانیوں کو پالینے پر میں نے رشوت لینا چھوڑدی لیکن جو رشوت لی گئی اس کے لئے آپ کا جواب ہے کہ اصل رقم حقداروں کو لوٹائی جائے۔

اس سلسلے میں میری دشواری یہ ہے کہ ملازمت کے دوران میرا تقرر کئی تھانوں میں ہوا جن جن لوگوں سے جائز وناجائز کاموں پر میں نے خوب رشوت لی وہ سب کے سب نہ تو میرے واقف کار تھے اور نہ ہی کوئی معروف شخصیت تھے کہ ان کی تلاش آسانی سے کی جاسکے اکثر وفات پاگئے ہوں گے' اکثر وبیشتر نقل مکانی کرکے شہر میں کسی دوسری جگہ یا شہر کراچی سے اندرون ملک چلے گئے ہوں گے اب میں ان کو کیسے تلاش کروں؟ اور ان کی رقم ان کو کیسے واپس کروں؟ ایام جوانی میں تو خوب رشوت کا بازار گرم رکھا اب بڑھاپے کی منازل سر پر ہیں' بے حد اذیت محسوس کرتا ہوں جب کہ میرے تمام بھائی باوجود میری مخالفت کے رشوت بلا خوف وخطر لیتے ہیں' میں خود کسی سے رقم طلب نہیں کرتا' اگر کوئی خود دے جائے تو لوٹاتا بھی نہیں البتہ ماتحت عملہ "نمک مکا" کرکے از خود ہی میرا حصہ مجھے خاموشی سے لفافے میں سربمہر کرکے پہنچادیتا ہے جسے میں رد بھی نہیں کرتا' میرے مقابلے میں میرے بھائی اپنے اپنے مذکورہ محکموں میں تو باقاعدہ رشوت مانگ کر طلب کرتے ہیں' بنک میں ملازم بھائی نے سود کے کام پر اب کمیشن مقرر کیا ہوا ہے' شرعی طور پر میرے متعلق کیا حکم ہے' جواب دیں تاکہ اذیت سے چھٹکارہ پاسکوں۔

جواب: مکرم ومحترم السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ مرنے سے پہلے آپ کو گناہ کا احساس ہوگیا' اور ساتھ کے ساتھ اس گناہ کی تلافی کا بھی احساس ہوگیا' اگر خدانخواستہ آدمی گناہ کی حالت میں مرجائے' اور گناہ سے توبہ بھی نہ کرے' تو اس کا جو حشر ہوگا' اللہ تعالیٰ اس سے پناہ میں رکھے۔ آپ کا معاملہ بہت پیچیدہ اور نازک ہے' اس سلسلے میں چند باتیں گوش گزار کرتا ہوں:

۱۔ آج تک جتنی رشوت لی ہے' خواہ اس کی مقدار کتنی بھی ہے' اس پر سچے دل سے توبہ کریں' اور گھر میں بھوکے پیاسے مرجانا بہتر ہے' بہ نسبت اس کے

www.ahnafmedia.com

کہ رشوت کا ایک پیسہ گھر میں آنے دیں' آپ کے جو اہلکار آپ کو بند لفافے میں رقم پہنچا دیتے ہیں' ان کو صاف بتادیں کہ میں اس کو زہر سمجھتا ہوں' اور کسی قیمت پر بھی رشوت کا پیسہ کھانے کا روادار نہیں ہوں' اس لئے یہ سلسلہ بند کردیں' اور اس سلسلے میں آپ کو عزیز و اقارب کی جانب سے' دوست احباب کی جانب سے' بیوی بچوں کی جانب سے خواہ کتنی ہی مزاحمت کا سامنا کرنا پڑے' مگر آپ یہ تصور کرلیں کہ میرا آخری دم ہے' اور ان لوگوں کا راضی ہونا یا ناراض ہونا میرے لئے یکساں ہے۔

۲۔ اول سے لے کر آخر تک جتنا روپیہ آپ نے رشوت کا لیا ہے' ندامت کے ساتھ اس پر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں' اور اللہ تعالیٰ سے وعدہ کریں کہ یا اللہ! جو زہر میں نے کھایا ہے' قبر اور حشر میں اس پر مواخذہ نہ فرمایئے' خوب رو رو کر اللہ سے معافی مانگیں۔

۳۔ پوری زندگی میں جتنا روپیہ رشوت کا آپ نے لیا ہے' اس کا اندازہ کریں' اور یہ اللہ تعالیٰ سے عہد کریں کہ میں اس روپے کو واپس کروں گا۔

۴۔ جن لوگوں کا نام اور پتہ آپ کو معلوم ہے' ان میں سے ہر ایک کے پاس جائیں' اور ہر ایک سے یہ بات کہیں کہ میں نے تم لوگوں سے جو رشوت کا روپیہ پیسہ لیا ہے' راہ اللہ مجھے معاف کردو' اور اگر معاف نہیں کرسکتے' تو انشاء اللہ میں کوشش کروں گا کہ آہستہ آہستہ تمہاری رقم واپس لوٹادوں۔

۵۔ اور جن لوگوں کا آپ کو علم نہیں' یا آپ کے ذہن میں نہیں' اندازہ کریں کہ آپ نے ان سے کتنا روپیہ لیا ہوگا' اور آپ اللہ تعالیٰ سے وعدہ کریں کہ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے' اتنا روپیہ ان لوگوں کی طرف سے غرباء اور مساکین کو دیدیں' اور اگر اس کے لئے آپ کو اپنا مکان فروخت کرنا پڑے' تو اس سے بھی دریغ نہ کریں۔

یہ چند چیزیں میں نے مختصراً ذکر کی ہیں' اگر مزید کسی چیز کی وضاحت مطلوب ہو تو آپ میرے پاس تشریف لائیں۔ والسلام

(اسلامی صفحہ اقرأ روزنامہ جنگ کراچی نومبر ۱۹۹۷ء)

اسلام کا انتہا پسندی سے کوئی تعلق نہیں

پوپ جان پال دوم کے رفیقِ خاص کارڈینیل کا اعتراف

مشکوٰۃ شریف میں بحوالہ صحیح بخاری حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے آنحضرت ﷺ کا ایک ارشاد منقول ہے کہ:

''رسول کریم ﷺ نے رمضان کی زکوٰۃ (یعنی صدقہ عیدالفطر) کی نگہبانی اور جمع کرنے پر مجھے مامور فرمایا (تاکہ جمع ہونے کے بعد آپؐ اسے فقراً میں تقسیم فرمادیں) چنانچہ (اس دوران) ایک شخص میرے پاس آیا اور اس نے اپنے ہاتھوں سے (اپنے دامن اور اپنے برتن میں) غلہ بھرنا شروع کردیا، میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا کہ میں تجھے رسول اللہ ﷺ کے پاس لے چلوں گا (اور تجھے اس غلط حرکت کی سزا دلواؤں گا) اس نے کہا کہ میں ایک محتاج ہوں میرے اوپر میرے اہل وعیال کا نفقہ ہے اور میں سخت حاجت مند ہوں (یعنی میرے ذمہ قرض وغیرہ بھی ہے) حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں نے (اس کی یہ خستہ حالت سن کر) اسے چھوڑ دیا، جب صبح ہوئی تو رسول کریم ﷺ مجھ سے فرمانے لگے کہ: ''ابوہریرہ! تمہارے گزشتہ رات کے قیدی کا کیا ہوا؟'' (اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی آپ کو اس واقعہ کی خبر دے دی تھی) میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ!

www.ahnafmedia.com

وہ مجھ سے اپنی سخت حاجت اور عیال داری کا رونا رونے لگا، اس لئے مجھے اس پر رحم آیا اور میں نے اسے چھوڑ دیا۔ آپؐ نے فرمایا: ''خبردار رہنا! اس نے (اپنے حالات کے اظہار میں) تم سے جھوٹ بولا ہے، وہ پھر آئے گا (اس لئے آئندہ احتیاط رکھنا) میں سمجھ گیا کہ ضرور آئے گا کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''وہ پھر آئے گا'' چنانچہ میں اس کا منتظر رہا، وہ دوبارہ آیا اور اپنے دونوں ہاتھوں سے اس نے غلہ بھرنا شروع کر دیا، میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا کہ (اب تو) میں تجھے رسول کریم ﷺ کے پاس لے جاؤں گا۔ اس نے کہا کہ مجھے چھوڑ دیجئے، میں ضرورت مند ہوں میرے اوپر کنبہ کا نفقہ ہے، اب آئندہ میں نہیں آؤں گا۔ مجھے اس پر رحم آیا اور میں نے پھر اسے چھوڑ دیا (اور اس مرتبہ میں نے یہ سلوک اس لئے کیا کہ اس نے آئندہ نہ آنے کا وعدہ کیا تھا، ورنہ تو اپنی حاجت وضرورت کے بارے میں اس کا جھوٹ مخبر صادق یعنی آنحضرت ﷺ کی زبانی معلوم ہو ہی چکا تھا) جب صبح ہوئی تو رسول کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ ''ابوہریرہ! تمہارے قیدی کا کیا ہوا؟'' میں نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ! وہ میرے سامنے اپنی شدید ضرورت و حاجت اور عیال داری کا دکھڑا رونے لگا، اس لئے مجھے اس پر رحم آ گیا اور میں نے (اس کے اس وعدہ پر کہ آئندہ پھر کبھی نہیں آؤں گا) اس کو چھوڑ دیا۔'' آپؐ نے فرمایا: ''ہوشیار رہنا! اس نے (اس مرتبہ بھی) جھوٹ بولا ہے (کہ میں آئندہ نہیں آؤں گا) وہ پھر آئے گا۔'' چنانچہ میں اس کا منتظر رہا اور وہ پھر آیا،

جب اس نے غلہ بھرنا شروع کیا تو میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا کہ ''میں آج تو تجھے ضرور ہی رسول کریم ﷺ کے پاس لے جاؤں گا، یہ آخری تیسرا موقع ہے، تو نے کہا تھا آئندہ نہیں آؤں گا (اسی لئے میں نے تجھے پہلے چھوڑ دیا تھا) مگر تو پھر آ گیا؟'' اس نے کہا: ''مجھے چھوڑ دو میں تمہیں ایسے کلمات سکھاؤں گا کہ اللہ تعالیٰ ان کی وجہ سے تجھے نفع پہنچائے گا (اور وہ یہ کہ) جب تم (سونے کے لئے) اپنے بستر پر جاؤ تو آیت الکرسی ''اللہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم۔'' آخر آیت (یعنی وھو العلی العظیم) تک پڑھو، اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے ساتھ ہمیشہ ایک نگہبان (فرشتہ) رہا کرے گا اور صبح تک تمہارے پاس کوئی شیطان (خواہ وہ انسانوں میں سے ہو یا جنات میں سے، دینی یا دنیوی، تکلیف واذیت پہنچانے کے لئے) نہیں آئے گا۔'' میں نے (یہ سن کر) اسے اس مرتبہ بھی چھوڑ دیا، جب صبح ہوئی تو آنحضرت ﷺ نے مجھ سے پھر فرمایا کہ ''تمہارا قیدی کیا ہوا؟'' میں نے عرض کیا کہ ''قیدی نے (جب) مجھ سے یہ کہا کہ وہ مجھے کچھ کلمات سکھائے گا جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مجھے نفع پہنچائے گا (تو میں نے اس مرتبہ بھی اس کو چھوڑ دیا) آپؐ نے فرمایا ''آگاہ رہو! (اگرچہ) اس نے تم سے (ان کلمات کے بارے میں) سچ کہا (مگر) وہ (دوسری باتوں میں) جھوٹا ہے، اور تم جانتے ہو کہ تم ان تین راتوں میں کس سے مخاطب تھے؟'' میں نے کہا کہ ''نہیں!'' آپؐ نے فرمایا: ''وہ شیطان تھا (جو اس طرح مکر وفریب سے صدقات کے مال میں کمی کرنے آیا تھا)۔''

(بخاری، مشکوٰۃ ص: ۱۸۵ فضائل قرآن)

www.ahnafmedia.com

جس طرح آنحضرت ﷺ نے اس حدیث مبارکہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو شیطان کے متعلق فرمایا تھا کہ ''وہ تھا تو جھوٹا، مگر اس نے آیۃ الکرسی کی فضیلت کے بارے میں جو کچھ کہا سچ کہا۔'' ٹھیک اسی طرح یہ ارشاد نبوی (ﷺ) پوپ جان دوم کے رفیق خاص جناب کارڈینیل پر صادق آتا ہے کہ موصوف باوجود عیسائی تعصب وتنگ نظری کے، اسلام کی حقانیت وصداقت، ہمہ گیری و جامعیت اور اعتدال ومیانہ روی کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکے، انہوں نے اسلام کے بارے میں جو کچھ کہا سچ کہا ہے، چنانچہ وہ اپنے ایک بیان میں کہتے ہیں:

''اسلام کا انتہا پسندی سے کوئی تعلق نہیں۔''

''مگر یہ مغرب کے لئے چیلنج ہے، کارڈینیل پال پوپارڈ۔''

''روم (جنگ نیوز) پوپ جان پال دوم کے رفیق خاص کارڈینیل پال پوپارڈ نے کہا ہے کہ اسلام کا انتہا پسندی یا تشدد سے کوئی تعلق نہیں، مگر یہ تیزی سے پھیلنے کے باعث مغرب کے لئے چیلنج بنا ہوا ہے، انہوں نے کہا کہ اسلام ایک دین، ثقافت اور طرز زندگی ہے، کلیساؤں کی کونسل کے چیئرمین نے کہا کہ صدیوں سے اسلام میں کوئی تبدیلی نہیں آئی جبکہ یورپ کے بہت سے مسیحی، زندگی کی ضروریات کے تحت چرچ سے رعایتیں حاصل کرتے رہے ہیں، انہوں نے کہا کہ یورپ میں اسلام کی موجودگی محسوس کی جارہی ہے۔''

(روزنامہ جنگ کراچی ۱۵/نومبر ۱۹۹۹ء ص:۱۰)

بلاشبہ اسلام دین فطرت اور افراط وتفریط سے پاک ہے، انتہا پسندی اور ظلم وتعدی سے اس کا کوئی واسطہ نہیں، اسلام ایک بہترین معاشرت اور بے مثال تہذیب وثقافت کا نام ہے، وہ ہر اعتبار سے کامل ومکمل اور عدل وانصاف کا مذہب ہے، جو

شخص تعصب کی عینک اتار کر ایک بار غور سے اس کا مطالعہ کرلے، ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس کا اسیر اور گرویدہ ہوجاتا ہے۔

روس، امریکہ اور یورپ سمیت پوری دنیائے کفر اس سے اس لئے خائف ہے کہ اسے خطرہ ہے، اگر اشاعت اسلام کی موجودہ رفتار کو نہ روکا گیا تو یہ نیر تاباں پوری دنیا کو منور کردے گا۔

اسی لئے اسلام کو بدنام کرنے کے لئے پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے کہ اسلام قتل و غارت کا مذہب ہے، کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ اسلام میں انسانی حقوق کی پاسداری نہیں ہے، کبھی یہ باور کرایا جاتا ہے کہ اسلام میں عورتوں کے حقوق پر ڈاکہ ڈالا جاتا ہے، کبھی یہ اعلان ہوتا ہے کہ اسلام بنیاد پرستی کا مذہب ہے۔

جب کہ اصل حقیقت یہ ہے کہ اسلام کی حقانیت وصداقت، اعتدال ومیانہ روی، پاکیزہ اصول وضوابط اور طرز حیات، ملت کفر کے لئے چیلنج ہے، وہ اس سوچ سے پریشان ہے کہ اگر اقوام عالم نے اسلام کو قریب سے دیکھ لیا تو ہمارا سر ٹوٹ جائے گا، اس لئے کبھی اس پر روس حملہ آور ہوتا ہے تو کبھی امریکہ بہادر اس کو نیست و نابود کرنے کے خواب دیکھتا ہے۔

افغانستان میں بیس لاکھ فرزندان توحید کو محض اس وجہ سے موت کے گھاٹ اتارا گیا کہ وہ اسلام کا نام لیتے ہیں، بوسنیا اور چیچنیا کے مسلمانوں پر صرف اس لئے مظالم کے پہاڑ توڑے جارہے ہیں کہ وہ اسلام سے وابستگی کا اظہار کرتے ہیں، بیس سالہ جنگ سے تباہ حال افغانستان ان کی آنکھ میں اس لئے کھٹکتا ہے کہ وہاں قرآن و سنت کا قانون رائج ہے، اسامہ بن لادن ان کا دشمن اس لئے ہے کہ وہ اسلام کی بات کرتا ہے، پوری دنیا کے اسلامی ممالک اس لئے ان کے غیظ وغضب کا نشانہ ہیں کہ وہ اپنی مرضی سے اسلامی اقدار کو سینہ سے کیوں لگاتے ہیں؟ ملت کفر کو یہ برداشت نہیں کہ مسلمان سر اٹھا کر کیوں چلتے ہیں؟ اور اسلام کیوں پھل پھول رہا ہے؟

www.ahnafmedia.com

افغانستان پر اقتصادی پابندیاں عائد کرنا اور تباہ حال افغان عوام کو معاشی بدحالی سے دو چار کر کے ہلاکت کے دہانے پر لا کھڑا کرنا اسی سلسلہ کی کڑی ہے، کیا عراق، لیبیا اور افغانستان کے علاوہ پوری دنیا میں کسی دوسرے ایسے غیر مسلم ملک کی بھی نشاندہی کی جاسکتی ہے، جس پر امریکہ اور اس کے حواریوں نے کبھی اقتصادی پابندی لگائی ہو؟ کیا امریکہ کی ناجائز اولاد اسرائیل، مسلمانوں پر مظالم کے حوالے سے اس قابل نہیں کہ اس پر اقتصادی پابندی لگا کر اسے عقل سکھائی جائے؟ کیا اسرائیلی سفاکی اور کشمیر میں مسلمانوں پر انڈین آرمی کے مظالم کے دل دوز مناظر امریکہ کو نظر نہیں آتے؟ انڈونیشیا میں مشرقی تیمور نام کی عیسائی ریاست تو راتوں رات قائم ہوسکتی ہے، مگر کشمیری مسلمانوں کو ۵۲ رسالہ جد و جہد کے باوجود خود ارادیت کے حق سے محروم رکھا جاتا ہے؟ کیا اسرائیلی درندوں کی طرف سے فلسطینی عوام کا قتل عام، بیت المقدس پر قبضہ اور اس کی توہین، امریکہ اور اس کے حواریوں کی آنکھوں سے اوجھل ہیں؟ اسلام کو متعصب، تنگ نظر اور تشدد کا مذہب کہنے والے ذرا اپنے منافقانہ کردار، مذہبی تعصب، تنگ نظری اور متقمانہ پالیسیوں پر بھی نظر کریں؟

بلاشبہ پوپ پال جون دوم کے رفیق خاص جناب کارڈینیل کا یہ تجزیہ سو فیصد صحیح ہے کہ ''اسلام کا انتہا پسندی یا تشدد سے کوئی تعلق نہیں، مگر یہ تیزی سے پھیلنے کے باعث مغرب کے لئے چیلنج بنا ہوا ہے، اور یورپ میں اسلام کی موجودگی محسوس کی جارہی ہے۔'' جو پوری دنیائے کفر کے لئے ناقابل برداشت ہے، امت مسلمہ کو چاہئے کہ وہ اپنے مشترکہ دشمن کو پہچانیں اور اس کے خلاف متحد ہو کر اس کی بدمعاشی کا مقابلہ کریں اور ان کے خلاف اعلان جنگ کریں ورنہ ان کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا جائے گا۔

(ماہنامہ بینات رمضان ۱۴۲۰ھ)

علماءؒ کی ذمہ داریاں

پنجاب کے گورنر لیفٹیننٹ جنرل سوار خان نے لاہور میں صوبہ کے مذہبی راہنماؤں کے ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے علماءؒ پر زور دیا ہے کہ وہ اتحاد اسلامی اور ملکی تحفظ کے لئے اپنا کردار ادا کریں، انھوں نے کہا کہ علماءؒ ایک نئے جذبہ کے ساتھ اٹھیں اور معاشرے سے ناپسندیدہ عناصر کو نکالتے ہوئے ایک نئے معاشرتی ڈھانچہ کی بنیاد رکھیں۔

علماءؒ کے جن فرائض کی طرف جناب گورنر نے توجہ دلائی ہے وہ بے حد اہمیت رکھتے ہیں۔ علمائے امت کو حق تعالیٰ شانہ نے علوم نبوت کا حامل وامین بنایا ہے۔ اور امت کی اصلاح و ارشاد، امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور دعوت الی اللہ کی عظیم ترین ذمہ داریاں ان کے سپرد کی ہیں اور علمائے ربانی نے اپنی ان ذمہ داریوں کو محسوس کرتے ہوئے محض رضائے الٰہی کی خاطر، لائق رشک خدمات انجام دی ہیں۔ آج حالات کا بغور مطالعہ کیا جائے تو علمائے امت کی ذمہ داریاں کئی گنا بڑھ گئی ہیں۔ اس لئے کہ الحاد و زندقہ اور لادینیت کا طوفان برپا ہے۔ قوم کے ذہن سے فکر آخرت اور محاسبۂ فردا کا احساس مٹ رہا ہے۔ اسلامی فرائض و شعائر کی اہمیت دلوں سے نکل رہی ہے، زرکشی، دنیا طلبی، کھیل تماشے، عیش و عشرت اور نمود و نمائش کے مصنوعی مظاہرے زندگی کا محور بن کر رہ گئے ہیں۔ دوسری طرف دنیا کی بڑی طاقتیں اس قوم کے خواب غفلت سے فائدہ اٹھا کر اس پر شب خون مارنا چاہتی ہیں، عالمی

www.ahnafmedia.com

حالات کچھ ایسے پیدا کئے جارہے ہیں کہ افغانستان کی طرح ایران، پاکستان اور مشرقِ وسطیٰ کو میدان جنگ کا ایندھن بنایا جائے، ان پر آشوب حالات میں علماءؒ کی معمولی غفلت و کوتاہی یا غلط فکری و غلط اندیشی نہ صرف ان کے لئے بلکہ اس پوری قوم کے لئے جس کے وہ مقتدا ہیں، تباہ کن ثابت ہوسکتی ہے۔

علماءؒ سے زیادہ کون جانتا ہے کہ ان کا اصل سرمایہ توکل ہے، ان کا اصل پیشہ ایثار و قناعت ہے، ان کا اصل اعزاز تقویٰ ہے، انہیں آنحضرت ﷺ کی یہ دعا یاد ہے:

"اَللّٰھُمَّ اَغْنِنِی بِالْعِلْمِ وَزَیِّنِّی بِالْحِلْمِ وَاَکْرِمْنِی بِالتَّقْوٰی وَ جَمِّلْنِی بِالْعَافِیَۃِ"

(کنز العمال ج:۲ ص:۱۸۵ حدیث:۳۶۶۳، ۳۷۵۷)

"اے اللہ! علم میں مجھے غنی فرما، حلم کے ساتھ مجھے آراستہ فرما، تقویٰ کے ساتھ مجھے عزت و کرامت عطا فرما اور عافیت کے ساتھ مجھے جمال عطا کر۔"

انہیں آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد گرامی بھی یاد ہے:

"سب سے بہتر خیر کی چیز اچھے علماءؒ ہیں اور سب سے بدتر برائی برے علماءؒ ہیں۔"

وہ اس ارشادِ نبویؐ سے بھی واقف ہیں:

"علماءؒ دین کے امین ہیں، جب تک وہ حکام (کی خوشنودی کے لئے ان) سے ربط نہ رکھیں۔ اور جب وہ حکام سے گھل مل جائیں، تو ان سے پرحذر رہو کیونکہ وہ دین کے چور ہیں۔"

اس لئے علماءؒ کا سب سے پہلا فرض تو یہ ہے کہ کسی دنیوی مفاد اور کسی صلہ ستائش کی پروا کئے بغیر خدا کے دین کی دعوت دیں، مخلوق کی مدح و ستائش، تعریف و توصیف یا مذمت و نکوہش پر ان کا نظر رکھنا ان کے حق میں زہر قاتل ہے، خدانخواستہ جس دن یہ زہر ان کے جسد علم میں سرایت کر گیا، انہیں یقین رکھنا چاہئے کہ وہ دن ان کے علم کی موت کا دن ہوگا۔

ان کا دوسرا فرض یہ ہے کہ وہ مخلوق کے لئے سراپا شفقت ہوں، ان کے سینے میں خدا تعالیٰ کی مخلوق کے لئے رأفت و شفقت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہونا چاہئے، وہ ہمیشہ اس تب و تاب میں رہیں کہ خدا کی بھولی ہوئی مخلوق جو دنیا کی عشوہ طرازیوں پر فریفتہ ہوکر خدا تعالیٰ کے احکام سے برگشتہ ہورہی ہے، اسے کس طرح خدا تعالیٰ کی طرف دوبارہ بلایا جائے؟ انہیں آنحضرت ﷺ کا ارشاد یاد ہے:

"عن سھل بن سعد الساعدی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم: المؤمن مالفۃ و لا خیر فیمن لا یألف و لا یؤلف."

(مسند احمد ج:۵ ص:۳۳۵)

"مؤمن سراپا الفت ہوتا ہے، اور اس شخص میں کوئی خیر نہیں جو نہ خود کسی سے الفت کرے، نہ اس سے کوئی الفت کرے۔"

معاشرے کے کسی طبقے کا کیسا ہی کوئی گنہ گار سے گنہ گار آدمی بھی ہو ہم اس کو بھی نفرت کی نگاہ سے نہ دیکھیں بلکہ شفقت و ہمدردی کے ساتھ اس کی اصلاح کی

www.ahnafmedia.com

تدبیر سوچیں۔ اس لئے کہ نفرت بیمار سے نہیں ہوتی، بلکہ بیماری سے ہوتی ہے۔

ان کا ایک فریضہ خود احتسابی ہے، ان کو ایسا بلند کردار ہونا چاہئے کہ کوئی شخص ان پر انگشت نمائی نہ کر سکے، تقویٰ و طہارت اور تعلق مع اللہ کی وہ کیفیت ان میں ہونی چاہئے جو خود انہیں محرمات الٰہیہ سے محفوظ رکھے اور وہ معاشرے کے لئے بھی ہادی و مصلح بن سکیں، اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ خود ہمہ وقت اپنی کمزوریوں کا جائزہ لیتے رہیں، اور ان کی اصلاح کے لئے فکر مند رہا کریں، چھوٹی چھوٹی فروعی باتوں پر لڑنا جھگڑنا بھی ان کی بلندیٔ منصب کے شایانِ شان نہیں، جہاں اصول پامال ہو رہے ہوں، جہاں قطعی حدود الٰہیہ مٹ رہی ہوں، جہاں دہریت کا سیلاب اسلامی اقدار و شعائر کو بہالے جا رہا ہو، وہاں فروعی مسائل پر اکھاڑے جمانا دانشمندی کا تقاضا نہیں ہوسکتا۔

یہ چند امور علمائے کرام کی خدمت میں معذرت کے ساتھ عرض کئے گئے ہیں، اسی کے ساتھ ہم ارباب اقتدار اور عام مسلمان بھائیوں سے بھی التجا کریں گے کہ علماء کو نصیحت کرتے ہوئے انہیں خود بھی محسوس کرنا چاہئے کہ اصلاح معاشرہ کے کام میں وہ علماء سے کس حد تک تعاون کر رہے ہیں؟

(افتتاحیہ صفحہ اقرأ روزنامہ جنگ کراچی ۷/ مارچ ۱۹۸۰ء)

اسلام دینِ فطرت!

اسلام خالق کائنات کا آخری پیغام ہدایت ہے جو انسانیت کی رہنمائی، اس کی کامیابی اور اس کی دنیوی و اخروی سعادت کے لئے نازل کیا گیا ہے اس لازوال نعمت کا جتنا شکر بجا لائیں کم ہے کہ آج دین اسلام کے سوا سطح زمین پر کوئی ایسا نظام زندگی موجود نہیں جس کا کوئی بدل ہو، جسے خود خالق کائنات نے انسانی فطرت کے لئے ناپ تول کر تجویز کیا ہو، اور جس کا ایک ایک حکم عقل و فطرت کے پیمانوں پر ٹھیک ٹھیک پورا اترتا ہو۔

آج کا دور تہذیب و تمدن اور عروج و ترقی کا دور سمجھا جاتا ہے، ترقی نے انسان کے لئے وہ سہولتیں فراہم کر دی ہیں جن کا ایک ڈیڑھ صدی پہلے تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا، لیکن اس ترقی نے بہت سی قوموں کو برخود غلط فہمی میں مبتلا کر دیا ہے، انہوں نے اپنی کوتاہ نظری سے اسی مادی ترقی کو انسانیت کے لئے معراج سمجھ لیا، اور وحی الٰہی اور انبیائے کرام علیہم السلام سے اپنی عقل و فہم کی کمزور بنیادوں پر تہذیب و تمدن کی فلک بوس عمارتیں اٹھانا شروع کر دیں، اسی کا نتیجہ ہے کہ آج کا ترقی یافتہ انسان باوجود سب کچھ ہونے کے بے چین اور بے قرار ہے، وہ آرام کی نیند سونے کے لئے مصنوعی ذرائع کا محتاج ہے، دل بہلانے کیلئے مختلف تفریحی مشاغل ڈھونڈتا ہے، اعصاب کو معطل کرنے کیلئے منشیات کی طرف دوڑتا ہے، جدید تمدن کے بوجھ

www.ahnafmedia.com

تلے دب کر وہ اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے، وہ کس لئے پیدا ہوا؟ اس لئے کہ خالق فطرت نے انسانی فطرت کیلئے جو نظام تجویز کیا تھا، انسانیت کے ناخداؤں نے اس فطری نظام کو پس پشت ڈال دیا۔ انبیائے کرام علیہم السلام نے وحی الٰہی کی روشنی میں انسانی قافلے کے لئے جو شاہراہ متعین کی تھی، دور جدید کا انسان اس شاہراہ سے بھٹک گیا، آج انسان تیزی سے آگے بڑھ رہے ہیں مگر فلاح وسعادت کی بلندیوں کی طرف نہیں بلکہ تباہی و ہلاکت کے گڑھے کی جانب۔ آج انسانیت کی سب سے بڑی خیرخواہی یہی ہے کہ انسانیت کے بھٹکے ہوئے قافلے کو نشان منزل دیا جائے، سسکتی ہوئی جاں بہ لب انسانیت کا مداوا وحی الٰہی اور تعلیمات اسلامیہ سے کیا جائے۔ انسانیت کی خدمت کا یہ فریضہ عالم اسلام کے قائدین پر عائد ہوتا ہے اور اسلام کا مکمل طور پر عملی نفاذ ہی تہذیب کے خلاؤں میں بھٹکی ہوئی انسانیت کو فرحت و مسرت کا پیام جانفزا دے سکتا ہے۔

اس فریضہ سے عہدہ برآ ہونے کے لئے مسلمانوں کو چار چیزوں کی ضرورت ہے اور وہ یہ کہ انہیں اسلام کی افادیت پر غیر متزلزل ایمان و یقین ہونا چاہئے جس طرح سورج ہزاروں برس سے ہر صبح نکلتا ہے اور ہر شام کو غروب ہوتا ہے، اور آج تک کسی ذی ہوش کو اس کی روشنی کی افادیت میں شک نہیں ہوا اور نہ کوئی شخص اس میں کسی جدت کا خواستگار ہے، نہ اس کی کہنگی سے کوئی اکتاہٹ محسوس ہوتی ہے، ٹھیک اسی طرح اسلام کا آفتاب ہدایت آج سے چودہ سو برس پہلے چمکا تھا آج بھی تابندہ و درخشاں ہے، اور اس کی روشنی جس طرح اس وقت حیات بخش تھی آج بھی روح افزا ہے، اور جس طرح کل کامل ومکمل تھا آج بھی اس کا ہر ایک حکم کامل ومکمل ہے، زمانہ لاکھ بدلے مگر وہ سورج کی روشنی سے بے نیاز نہیں ہوسکتا، اس طرح تہذیب وتمدن

کے قافلے عروج وترقی کی خواہ کتنی ہی منزلیں طے کرلیں مگر وہ نور اسلام سے بے نیاز نہیں ہوسکتے۔ جب تک مسلمانوں کے دلوں میں ایمان نہ ہو وہ شاہراہ حیات میں کوئی پیشقدمی نہیں کرسکتے اور نہ وہ دنیا کی رہنمائی کے اہل ہوسکتے ہیں۔ ماضی قریب میں مسلمانوں پر جو کفر کے سائے محیط ہوئے اور انہیں دنیا کی امامت کا منصب چھوڑ کر غلامی اختیار کرنا پڑی اس کا بڑا سبب ان کی ایمانی کمزوری تھی، اب پھر ان کو قیادت و امامت کا علم ہاتھ میں لینا ہے تو انہیں غیر متزلزل ایمان ویقین پیدا کرنا ہوگا۔

دوسری چیز عمل کی غیر معمولی قوت ہے، آپ کے پاس اگر اچھی دوائی موجود ہو، جب تک آپ اسے استعمال نہیں کرتے اس سے صحت وشفا بخشی کی توقع نہیں کرسکتے۔ اسی طرح صرف ہماری نہیں، بلکہ پوری انسانیت کی تمام مشکلات اور بیماریوں کا حل اسلام ہے۔ لیکن کب؟ جب کہ ہم اسے استعمال بھی کریں، یہ کہ اسلام میں تفریق نہ روا رکھی جائے کہ اس کے بعض پر عمل کرلیا اور بعض کو معطل چھوڑ دیا بلکہ حق تعالیٰ شانہ نے ہماری زندگی سے متعلق جو احکام دیئے ہیں انہیں مکمل طور پر اپنایا جائے اور عبادات نیز اخلاق، معاشرت، معاملات، تعزیرات اور سیاست کے تمام شعبوں میں ترویج دی جائے۔

اور چوتھی اور آخری چیز یہ کہ صرف اسلام کو خود اپنانے اور اس سے خود مستفیض ہونے پر اکتفا نہ کیا جائے بلکہ تمام احکام پر عمل اور قول وفعل سے اس کی دعوت دی جائے۔

دراصل یقین اور دعوت یہ دو چیزیں ایسی ہیں کہ اگر یہ کسی کو میسر آجائیں تو اسے بھی چمکا دیتی ہیں اور پورا معاشرہ بھی اس سے ترقی کرتا ہے، اور اگر صحیح چیز سے کوئی محروم ہوجائے تو اس کی افادیت مشکوک ہوکر رہ جاتی ہے، اس کے ساتھ ساتھ

www.ahnafmedia.com

ایک پانچویں چیز بھی ضروری ہے جس کی بہت افادیت ہے اور وہ یہ کہ ان تمام غیر اسلامی رکاوٹوں کو صاف کیا جائے جو اس کے راستے میں حائل ہیں، ان تمام غیر اسلامی بنیادوں کو اکھاڑ دیا جائے جو معاشروں نے استوار کی ہیں، ان ساری غلطیوں کی اصلاح کی جائے جو جہالت کی بدولت ہمارے معاشرے میں رچ بس گئی ہیں۔

خلاصہ یہ کہ نفاذ اسلام کا جو تجربہ پاکستان میں شروع کیا جارہا ہے اگر اس کو کامیابی حاصل ہوگئی تو نہ صرف مسلمانوں کے لئے باعث رحمت و برکت ہے، بلکہ پورے عالم کے لئے مثالی نمونہ ہوگا۔ حق تعالیٰ شانہ ہمارے حکمرانوں کو اپنے دین اسلام کی پاسبانی کی توفیق عطا فرمائے اور اسلام کی برکت سے پاکستان کو نوازے، اور ملت اسلامیہ کی حفاظت فرمائے۔

(افتتاحیہ صفحۂ اقرأ روزنامہ جنگ کراچی ۹/مارچ ۱۹۷۹ء)

علماً اور خطباً کے لئے چند تجاویز

حضرات علماء کرام اپنے اپنے حلقے میں دین کے پیشوا اور قوم کے مقتدا ہیں۔ ان کے اس رفیع منصب کے لحاظ سے ان پر بڑی گرانقدر ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ اس لئے ہم سب کا فرض ہے کہ ان عظیم الشان ذمہ داریوں کو پوری طرح محسوس کریں اور ان سے عہدہ برآ ہونے کی تدابیر کریں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو امانت ہمارے سپرد کی گئی ہے اس کے لئے ہم فکر مند ہوں اور امت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے پر لانے کی ہر ممکن کوشش کریں۔

۱.....جو حضرات امامت و خطابت کے فرائض انجام دے رہے ہیں' انہیں اس بات کی حرص ہونی چاہئے کہ ان کے وجود سے علاقے کے لوگوں کو زیادہ سے زیادہ دینی نفع پہنچے اور لوگوں کا تعلق مساجد کے ساتھ قائم ہو۔ اس کے لئے مندرجہ ذیل تدابیر اختیار کی جائیں۔

الف : قرآن کریم' حدیث نبوی اور مسائل فقہیہ کا درس باقاعدگی اور التزام سے دیا جائے اور ان کے لئے مناسب وقت تجویز کیا جائے۔

ب : جن مساجد میں قرآن کریم کے مکاتب نہیں وہاں قائم کئے جائیں اور جہاں مکاتب قائم ہیں ان کی نگرانی کی جائے' ان کو فعال بنایا جائے اور ترغیب دے کر

www.ahnafmedia.com

بچوں کو وہاں لایا جائے تاکہ محلے کا ایک بھی بچہ ایسا نہ رہے جو کم از کم ناظرہ قرآن کریم پڑھنے سے محروم ہو۔ اسی طرح لوگوں کو قرآن کریم حفظ کرانے کی ترغیب دلائی جائے۔

ج : تعلیم بالغاں کا بھی اہتمام کیا جائے اور لوگوں کو قرآن مجید پڑھنے کا شوق دلایا جائے' نیز اس مقدس کام کے لئے خود وقت دیا جائے۔

د : نوجوان طبقہ کو دین سے مانوس کرنے کی سعی کی جائے اور ان کی دینی تعلیم و تربیت کے لئے بھی وقت دیا جائے۔

ہ : جمعہ کے خطبات کیف ماانفق نہ ہوں بلکہ ان کے لئے اہم دینی موضوعات کو ایک خاص ترتیب سے منتخب کیا جائے اور جس موضوع پر خطاب کرنا ہو اس کے لئے پوری تیاری کی جائے' نیز موثر انداز میں موضوع کا حق ادا کیا جائے۔ خطابت میں ترغیبی پہلو کو غالب رکھا جائے اور بات ایسے جچے تلے انداز میں کی جائے جس سے نہ صرف بات ذہن نشین ہو جائے بلکہ سامعین کی فکری و عملی اصلاح بھی ہو۔

و : جن مساجد میں تبلیغی جماعت کے حلقے قائم ہیں ان سے ربط و تعلق رکھا جائے' ان کی بھرپور اعانت و سرپرستی کی جائے اور نوجوانوں کو ترغیب دے کر تبلیغی جماعت سے وابستہ کرنے کی ہر ممکن سعی کی جائے۔

ز : جیسا کہ سب کو معلوم ہے کہ فرق باطلہ اور قدیم و جدید ملحدانہ نظریات میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے ہم اس کو شدت کے ساتھ محسوس بھی کرتے ہیں لیکن یا تو اس کی اصلاح کی کوئی تدبیر نہیں کرتے یا ان کا رد ایسے انداز میں کرتے ہیں کہ بجائے لوگوں کے ذہن کو صاف کرنے کے انہیں متنفر کر دیتے ہیں' اس لئے بڑی ضرورت ہے کہ تمام فرق باطلہ (مثلاً قادیانیت' رفض' انکار حدیث' انکار عظمت صحابہؓ

'کیپٹل ازم' کمیونزم اور لادینیت وغیرہ) پر گہری نظر رکھی جائے' ان پر لکھی گئی کتابوں کا مطالعہ کیا جائے اور مثبت انداز میں قوم کے ذہن کی تعمیر کی جائے۔ تقریر میں کسی خاص فرقے یا نظریئے کا نام لئے بغیر وقتاً" فوقتاً" باطل نظریات کی اصلاح کی جاتی رہے' مثلاً انکار حدیث کے فتنہ کی اصلاح مقصود ہو تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات طیبات کی عظمت اس طرح اجاگر کی جائے کہ منکرین حدیث کا سحر ٹوٹ جائے۔ رفض و تشیع کی تردید منظور ہو تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل و مناقب والہانہ انداز میں بیان کئے جائیں۔ قادیانیت کی تردید مقصود ہو تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے تقاضے ذہن نشین کرائے جائیں۔ اور استخلاف ائمہ دین کی اصلاح مقصود ہو تو حضرات ائمہ اجتہاد کی ہستیوں اور ان کے احسانات کا موثر انداز میں تذکرہ کیا جائے ـــــ وعلیٰ ھذا ـــــ اسی کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ انفرادی و نجی محفلوں میں بھی فرق باطلہ کا رد کیا جاتا رہے۔ خصوصاً اگر کوئی شخص کسی غلط نظریئے سے متاثر ہوتا نظر آئے تو بہت حکمت و دانائی اور نرمی و شفقت سے اس کو صحیح بات کی تلقین کی جائے اور اس کی غلط فہمی کی اصلاح کی جائے۔

ح : خطبات کے دوران نیز نجی محفلوں میں صحابہ کرامؓ اور بزرگان دین خصوصاً اپنے اکابر دیوبند کے حالات و واقعات اور ملفوظات و ارشادات بیان کرنے کا اہتمام کیا جائے۔ حکایات و واقعات سے اکابر سے عقیدت پیدا ہو گی اور یہی تمام بدعات اور سارے فتنوں کا تریاق ہے۔

۲ ..... جو حضرات تجارت یا کاروبار کی لائن سے وابستہ ہیں وہ اس کو صرف اپنا ذریعہ معاش نہ سمجھیں۔ بلکہ اسے ذریعہ تبلیغ اور مرکز دعوت تصور کریں' اور اس کے لئے مندرجہ ذیل تدابیر ہو سکتی ہیں۔

الف : بیع و شرا اور کاروبار سے متعلقہ احکام شرعیہ کو خوب محفوظ کیا جائے

www.ahnafmedia.com

اور ان پر عمل کیا جائے۔

ب : جو گاہک دکان پر آئے یا جس شخص سے معاملہ کرنا پڑے۔ باتوں باتوں میں اس کو احکام شریعت کی یاددہانی کی جاتی رہے۔

ج : اس امر کی کوشش کی جائے کہ آس پڑوس کے دکانداروں کے ساتھ کچھ دینی باتیں ہو جایا کریں اور اس کے لئے کچھ لمحات تجویز کر لئے جائیں۔

د : بازار میں حق تعالیٰ سے غفلت چونکہ عام ہوتی ہے اس لئے وہاں ذکر اللہ کی قیمت بہت بڑھ جاتی ہے۔ لہٰذا کوشش ہونی چاہئے کہ کوئی ہلکا پھلکا ذکر، تسبیح، درود شریف وغیرہ زبان پر جاری رہے اور اس کی عادت بنالی جائے۔

ہ : کاروبار میں عام طور پر نمازوں سے غفلت ہو جاتی ہے اس لئے اس کا ضروری اہتمام کیا جائے کہ اذان ہوتے ہی قریب کی مسجد میں نماز باجماعت ادا ہو۔

و : حضرات صحابہ کرامؓ بزرگان دینؒ اور اپنے اکابرؒ کے واقعات و حالات کا مطالعہ اور مذاکرہ رکھا جائے۔

۳.....جو حضرات جدید تعلیم گاہوں میں تعلیم و تدریس کی خدمات انجام دے رہے ہیں ان کو حق تعالیٰ نے دینی دعوت کا ایک اہم اور وسیع میدان عطا فرمایا ہے، وہ اپنے عالمانہ وقار اور مومنانہ کردار کے ذریعے دین کی بڑی خدمت انجام دے سکتے ہیں۔

الف : آج کل تعلیمی اداروں کا ماحول غیر دینی ہے۔ ہمارے علمائے کرام جب اس غیر دینی ماحول میں قدم رکھتے ہیں تو ماحول کو متاثر کرنے کے بجائے بسا اوقات خود ماحول سے متاثر ہو کر احساس کمتری کا شکار ہو جاتے ہیں اور وہ ماحول ان کے علمی و دینی افادات سے محروم ہو جاتا ہے۔ ان حضرات کو ماحول سے مرعوب نہیں ہو جانا چاہئے بلکہ یہ تصور کرنا چاہئے کہ حق تعالیٰ شانہ نے انہیں دین کی دولت اور سنت

نبویؐ کی عظیم الشان نعمت سے نواز کر اس بگڑے ہوئے ماحول کے لئے مسیحا بنا کر یہاں بھیجا ہے اور جو دولت ان کے سینے میں حق تعالیٰ نے ودیعت رکھی ہے وہی اس ماحول کے لئے تریاق ہے اس لئے انہیں خود اس ماحول کے مطابق نہیں ڈھلنا ہے بلکہ اس ماحول کو سنت نبوی علیہ الصلوۃ والسلام کے مطابق ڈھالنا ہے۔

ب : وہ اپنے رفقاء کار (اساتذہ) کو دین کی ترغیب دیں۔ اپنی تعلیم گاہ میں دینی شعائر کی سربلندی کے لئے تدابیر سوچیں اور اس کے لئے مناسب انداز میں مشورے دیں۔

ج : جو طلبہ ان کے ہاں زیر تعلیم ہوں ان میں دینی رنگ پیدا کرنے کی کوشش کریں، انہیں قرآن و حدیث کی ہدایات سے آگاہ کریں۔ بزرگان دین کے واقعات سنائیں، انہیں نیکی کی ترغیب دلائیں۔ اخلاق حسنہ کی تلقین کریں اور دینی فرائض کی پابندی کا شوق دلائیں۔

د : نوجوان طلبہ کو "تبلیغی جماعت" میں وقت دینے کی ترغیب دیں اور انہیں جماعت سے وابستہ کرنے کی کوشش کریں۔

الغرض حضرات علماء کرام جس شعبہ میں بھی کام کر رہے ہوں، اپنے آپ کو دین کا مبلغ تصور کریں اور مخلوق کو زیادہ سے زیادہ دینی نفع پہنچانے کا فکر و اہتمام کریں۔

۴.....دوسروں کی فکر کے ساتھ ساتھ خود اپنی تکمیل کی فکر اور اپنے علم اور جذبہ عمل کو تازہ رکھنا بھی نہایت ضروری ہے اور اس کے لئے مندرجہ ذیل تدابیر کی جائیں

الف : علمی ترقی کے لئے قرآن کریم، حدیث نبوی اور فقہ و فتاویٰ کا مطالعہ جاری رہنا چاہئے۔

www.ahnafmedia.com

۱۔ تفسیر میں بیان القرآن، فوائد عثمانی اور معارف القرآن۔

۲۔ حدیث میں مشکوۃ شریف، ریاض الصالحین، جمع الفوائد، ترجمان السنہ، معارف الحدیث اور حیات الصحابہؓ۔

۳۔ فقہ میں بہشتی زیور، عمدۃ الفقہ، امداد الفتاویٰ اور فتاویٰ دار العلوم دیوبند۔

۴۔ بزرگوں کے حالات و سوانح میں "نقش حیات" "اشرف السوانح" "علماء ہند کا شاندار ماضی" "ارواح ثلاثہ" "تذکرۃ الرشید" "تاریخ دعوت و عزیمت" اور اس نوعیت کی دیگر کتابیں۔

ب : علمی ترقی کے لئے حضرت تھانوی قدس سرہ کے مواعظ و ملفوظات کا مطالعہ کیا جائے۔

ج : حضرات علماء کرام کا شمار چونکہ خواص امت میں ہوتا ہے اور ان کی ترقی و تنزل سے پوری امت متاثر ہوتی ہے اس لئے اپنی اصلاح و تربیت کے لئے ہر عالم کا کسی متبع سنت شیخ کامل سے وابستہ ہونا ناگزیر ہے اور حضرات علماء کرام کو اس کا ضرور اہتمام کرنا چاہئے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ
محمد و آلہ واصحابہ اجمعین۔

(ربیع الثانی ۱۴۰۰ھ)

www.ahnafmedia.com